حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہرِ نفسیات

عبدالعزیز شیخ

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات

تالیف

عبدالعزیز شیخ

DATA ENTERED

ماورا

Marfat.com

باذوق لوگوں کے لیے
ہماری کتابیں
خوبصورت کتابیں
تزئین واہتمام اشاعت

خالد شریف

All rights reserved with the author.
Permission may be taken from writer/ publisher
to reproduce anything contained in this book.

ضابطہ

اشاعت	:	2014
ناشر	:	ماورا پبلشرز' لاہور
کمپوزر	:	طارق محمود (0345-4690652)
طابع	:	شرکت پرنٹنگ پریس' لاہور
قیمت	:	-/700 روپے

خوبصورت کتب کی اشاعت کے لیے رابطہ

MAVRA BOOKS

60-The Mall, Lahore.
Ph: 92 42 36303390
Mob: 0300-4020955
e-mail: mavrabooks@yahoo.com
khalidsharif1847@gmail.com

Marfat.com

انتساب

ڈاکٹر مجاہد کامران

کے نام

جن کی علم پروری اور کتاب دوستی

بے مثال ہے۔

عبدالعزیز شیخ

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مندرجات

☆	تقریظ	سید جمیل احمد رضوی	۱۱
☆	دیباچہ	ڈاکٹر محمد نوید ازہر	۱۵
☆	مجھے کچھ کہنا ہے	عبدالعزیز شیخ	۱۷

نمبر شمار	عنوانات	
۱	نفسیات اور حضور ﷺ	۲۳
۲	حضور ﷺ کی روزانہ کی مصروفیات اور نفسیاتی اثرات	۳۵
۳	حجر اسود اور حضور ﷺ کا نفسیاتی کردار	۴۰
۴	حضور ﷺ کا قوم سے پہلا خطاب اور نفسیاتی برتری	۴۵
۵	ارکان اسلام اور حضور ﷺ کا نفسیاتی تعلق	۴۹
۶	توحید اور حضور ﷺ	۵۱
۷	نماز اور حضور ﷺ	۵۹
۸	روزہ اور حضور ﷺ	۷۴
۹	زکوۃ اور حضور ﷺ	۸۴
۱۰	حج اور حضور ﷺ	۹۸

Marfat.com

۱۱	شعب ابی طالب اور حضور ﷺ	۱۱۶
۱۲	بیعت عقبہ اولیٰ اور حضور ﷺ	۱۲۵
۱۳	بیعت عقبہ ثانیہ اور حضور ﷺ	۱۲۷
۱۴	معراج اور حضور ﷺ	۱۳۱
۱۵	جنگ بدر، جنگ اُحد اور حضور ﷺ	۱۴۲
۱۶	جنگ خندق اور حضور ﷺ کی نفسیاتی حکمت عملی	۱۴۶
۱۷	فتح مکہ اور حضور ﷺ	۱۵۰
۱۸	صلح حدیبیہ اور حضور ﷺ	۱۵۷
۱۹	جنگ حنین اور حضور ﷺ کا بطور ماہر نفسیات خطاب	۱۶۳
۲۰	ازواج مطہرات اور حضور ﷺ	۱۶۹
۲۱	حضور ﷺ کی شادیاں اور اس کا معاشرہ میں نفسیاتی اثر	۱۹۰
۲۲	لباس اور حضور ﷺ	۲۰۱
۲۳	خوابوں کی تعبیر اور حضور ﷺ	۲۰۷
۲۴	ڈر، خوف اور حضور ﷺ	۲۱۸
۲۵	سفر طائف اور حضور ﷺ	۲۲۶
۲۶	منشیات اور حضور ﷺ کا نفسیاتی کردار	۲۳۱
۲۷	حضرت لقمان اور حضور ﷺ کی تعلیم	۲۴۴
۲۸	القابات: عشرہ مبشرہ اور حضور ﷺ	۲۴۸
۲۹	حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵۲
۳۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵۵
۳۱	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶۰
۳۲	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶۵
۳۳	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶۸
۳۴	عشرہ مبشرہ	۲۷۳
۳۵	حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام	۲۷۷

Marfat.com

۳۶	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷۹
۳۷	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸۳
۳۸	حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸۹
۳۹	حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۹۲
۴۰	خارجہ پالیسی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم	۲۹۹
۴۱	خارجہ پالیسی کا خلاصہ	۳۱۳
☆	**حوالہ جات**	۳۱۷

☆......☆......☆

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ

عبدالعزیز شیخ صاحب نے سیرت پاک پر یہ کتاب "بعنوان: حضور اکرم ﷺ بطور ماہرِ نفسیات"، لکھی ہے۔ان کے ارشاد پر میں نے اس کا مسودہ پڑھا ہے۔شیخ صاحب کو راقم السطور ۱۹۷۳ء سے جانتا ہے۔اس وقت وہ عالم شباب میں تھے۔بعد میں ان کو جامعہ پنجاب میں ایم۔اے (لائبریری سائنس) کی کلاس میں پڑھانے کا اتفاق ہوا۔وہ لائبریری میں میرے رفیقِ کار بھی رہے۔انھوں نے پہلا حج ۲۰۱۰ء میں کیا اور دوسرا ابھی اسی سال (۲۰۱۳ء) میں کیا۔ان کی طبیعت میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔وہ افسانہ نگاری سے سیرت نگاری کی طرف آئے ہیں۔انھوں نے حج کا سفرنامہ بھی لکھا ہے جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔جب وہ دوسرا حج کر کے واپس آئے اور چند روز کے بعد ان سے لائبریری میں میری ملاقات ہوئی، تو ان کو راقم السطور نے نہایت رقیق القلب پایا۔بات بات پر ان کی آنکھیں نم ہوتی رہیں۔یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

زیرِ نظر کتاب کا موضوع بہت نادر ہے۔اس میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو "نفسیات" کے اعتبار سے دیکھا گیا ہے۔عصر حاضر میں دیگر علوم کی طرح "نفسیات" کے شعبۂ علم (Discipline) نے بھی بہت ترقی کی ہے۔اس کے نظری اور عملی دونوں پہلوؤں پر بہت علمی کام ہو رہا ہے، لیکن ہمیں یہ حقیقت بھی سامنے رکھنا ہو گی کہ ہمارا دین مکمل ضابطۂ حیات ہے۔سرکار رسالتماب ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔چودہ

Marfat.com

صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر گیا، آپؐ نے اپنی ظاہری حیات میں اپنے عمل سے جو روشنی پھیلائی تھی، وہ جدید دور کی ترقی میں زیادہ منور ہوتی جاتی ہے۔ آپؐ کی سیرت سے ایسا نور پھیلا جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

زیر نظر کتاب کے مصنف نے مختلف ابواب قائم کر کے نفسیات کے حوالے سے آپؐ کی سیرت کے واقعات بیان کیے ہیں۔ پہلے ''نفسیات'' کی تعریف لکھی ہے، پھر اس کے نفسِ مضمون پر مختصر بحث کی ہے۔ ''ارکان اسلام'' کا ایک جامع باب قائم کیا ہے اور ہر رکن پر مفصل بحث کی ہے۔ ان میں توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے عنوانات تحریر کر کے مباحث کو آگے بڑھایا ہے۔ اصول دین میں ''توحید'' کا ذکر سب سے پہلے کیا جاتا ہے۔ مصنف نے بھی ارکان اسلام پر لکھتے ہوئے ایسا ہی کیا ہے۔ پیغمبر خداؐ نے بھی تبلیغ اسلام کے شروع میں یہ فرمایا: قولوا لا الٰه الا الله تفلحوا (یعنی کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، فلاح پا جاؤ گے)۔ پھر شیخ صاحب نے باقی ارکان اسلام کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

> ان کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی فقہ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ مسلمان کی عملی زندگی میں ان کی بہت اہمیت ہے۔ مصنف نے ایسا پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے جس میں سلاست کے ساتھ روانی بھی پائی جاتی ہے۔

زیر حوالہ کتاب میں رسول اکرمؐ کی خطابت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ غزوہ حنین میں آپؐ نے انصارؓ کے لیے جو خطاب فرمایا تھا، اس میں ابلاغ کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ انصارؓ رو رہے تھے اور خاموش تھے۔ آپؐ کی اس تقریر کا نفسیاتی اثر ایسا تھا کہ اس خطبہ کے بعد انصارؓ کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے، گویا انھوں نے تسلیم کر لیا کہ دنیا کے مال کی کوئی حیثیت نہیں جب کہ ہمارے درمیان اللہ کے رسولؐ موجود ہیں اور ہم ان کو ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ کائنات کی سب سے قیمتی چیز کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔

شیخ صاحب نے ایک باب: ''لباس اور حضور ﷺ'' کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس

Marfat.com

میں ''کج لباسی'' کے موضوع پر بحث کی ہے۔اس میں مغربی تہذیب کے بدنما پہلو کو دکھایا گیا ہے۔مغربی تہذیب کا یہ وہ پہلو ہے جس کے متعلق علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپایدار ہوگا

اس دور میں دنیا نے آفاقی گاؤں (Global Village) کی صورت اختیار کر لی ہے۔الیکٹرانک میڈیا نے فاصلے سمیٹ دیے ہیں۔انفارمیشن ٹیکنالوجی (Information Technology) نے اقوامِ عالم کو قریب سے قریب تر کر دیا ہے۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تہذیب کو ان ذرائع کے استعمال سے اجاگر کیا جائے تاکہ ہماری موجودہ اور آنے والی نسلیں اسلامی تہذیب کو اپناتی رہیں اور مغربی تہذیب کے برے پہلوؤں سے اپنا دامن بچا کر رکھیں۔مصنف نے اس باب میں بہت معلوماتی بحث کی ہے۔علامہ اقبالؒ نے تو بہت پہلے ان کی نشاندہی کر دی تھی:۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

اس کتاب کے ایک اور باب: ''خوابوں کی تعبیر اور حضور ﷺ'' کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔یہ باب بہت دلچسپ ہے۔یہ عمومی دلچسپی کا موضوع ہے۔خواب اچھے اور برے دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کیا ہیں،ان کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے۔برے خوابوں کی تعبیر سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔اس میں پیغمبرؐ خدا کے ارشادات بیان کیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں ''امہات المومنین'' کے مختصر حالات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ان کے مطالعہ سے اسلام میں عائلی زندگی کا تصور سامنے آتا ہے۔صحابہ کرامؓ میں سے ''عشرہ مبشرہ'' کے حالات بھی مختصراً تحریر کیے گئے ہیں۔حضور ﷺ پر ان کی فداکاری کا منظر بھی سامنے آتا ہے۔آپؐ نے ان کو جو القاب عطا فرمائے،ان کی وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔مصنف نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی تو وہ ''اسلامی القاب'' پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اللھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ کرے۔

کتاب کے آخر میں ''خارجہ پالیسی اور حضور ﷺ'' کا ایک باب بھی ہے۔ مصنف نے اس میں ان خطوط کا ذکر کیا ہے جو سرکار رسالتمآب ﷺ نے مختلف فرمانرواؤں کو لکھے تھے۔ اس موضوع پر دیگر فاضل حضرات نے بھی تحقیقی کام کیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کا نام بہت نمایاں ہے۔ انھوں نے ''سیاسی وثائق'' پر کام کیا تھا جو تحقیقی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ شیخ صاحب نے بھی اس موضوع پر اختصار کے ساتھ لکھا ہے جو ہم سب کے لیے راہنمائی کا کام دے گا۔

میں اس تحریر کے آخر میں عبدالعزیز شیخ صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے سیرت کے ایک نادر پہلو پر کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وسلامتی سے رکھے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مؤرخہ: یکم جون ۲۰۱۴ء

سید جمیل احمد رضوی
سابق چیف لائبریرین،
پنجاب یونیورسٹی لائبریری،
لاہور۔

Marfat.com

دیباچہ

حسّی ادراک اور فکر سے الگ، حصولِ علم کا ایک ذریعہ وجدان بھی ہے، جس میں براہِ راست یا بلاواسطہ قلبِ انسانی پر معلومات کا نزول ہوتا ہے۔ حقیقت مطلقہ یا حقائقِ اشیاء تک رسائی حاصل کرنے کے لیے جب دیگر علمی ذرائع ناکام ہو جاتے ہیں، تو پھر وجدان انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ وجدانی تجربہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا، تاہم ہمارے درمیان موجود، بظاہر عام سے نظر آنے والے لوگ، بسا اوقات ایک ایسی نئی دنیا سے متعارف ہو جاتے ہیں جس کے سامنے یہ دنیا انہیں ایک خواب یا سائے کی مانند نظر آتی ہے۔ اس تجربے سے حاصل ہونے والی معلومات انسان کے لیے زیادہ مستند اور قابلِ یقین ہوتی ہیں۔ باطنی اور وجدانی تجربے کا دریچہ یا تو خود بخود کسی انسان کے لیے وا ہو جاتا ہے یا پھر مسلسل محنت و ریاضت سے اس کے لیے راستہ ہموار کرنا پڑتا ہے۔ وجدانی تجربے سے مالا مال انسان کے دل میں تشکیک اور تذبذب کا گذر نہیں ہوتا کیوں کہ وہ حقیقت کو دل کی آنکھ سے اس طرح دیکھ لیتا ہے جیسے ایک عام انسان مادی چیزوں کو ظاہری آنکھ سے دیکھتا ہے۔

عبدالعزیز شیخ ایک ایسے انسان ہیں جنھیں گذشتہ سفرِ حج نے وجدانی تجربے سے روشناس کرایا اور یوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ان کی وابستگی پہلے سے زیادہ ہوگئی۔ یہی وجدانی رہنمائی ہے جس نے انہیں ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھانے کی ہمت عطا کی ہے، جس پر پہلے سے اُردو میں موجود مواد دو تین کتابوں سے زیادہ نہیں۔ ان چند کتابوں کے مطالعے کے بعد انھوں نے نئے سرے سے سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرکے اپنے موضوع سے تعلق رکھنے والے

Marfat.com

واقعات کا چناؤ کیا ہے اور ایک نئے انداز سے ان پر روشنی ڈالی ہے۔ مجھے عبدالعزیز شیخ کی تصنیف ''حضور ﷺ بطور ماہر نفسیات'' میں وسعت مطالعہ، فکر اور وجدان کی آمیزش نظر آتی ہے۔

انسانی ذہن اور انسانی افعال و کردار کے مطالعہ کو علم نفسیات کہا جاتا ہے۔ یہ علم اس وقت پوری دنیا میں اعلیٰ ترین علوم کی فہرست میں شامل ہے کیوں کہ اس کا موضوع ''انسان'' ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کو ماہر نفسیات کے طور پر مطالعہ کرنا اصل میں آج کے انسان کی سوچ، افعال اور کردار میں تبدیلی پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ سرتِ طیبہ پر لکھی گئی اکثر کتابیں آپ کی حیاتِ مبارکہ کے ایمان افروز واقعات تو بیان کرتی ہیں، لیکن عصر حاضر پر ان کا انطباق کر کے ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل کا حل تجویز نہیں کرتیں۔ ضرورت ہے کہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق آپؐ کی سیرت کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے جن سے حصولِ ثواب کے ساتھ ساتھ عمل کا لائحہ بھی متعین ہو۔ زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی ایک اعلیٰ انفرادی کوشش ہے۔

ڈاکٹر محمد نوید ازہر

لاہور

Marfat.com

مجھے کچھ کہنا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں ساری مخلوق سے اچھا بنایا ہے۔ انسان کو دل دیا، دماغ دیا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی، دیکھنے کو خوبصورت آنکھیں عطا کیں۔ سننے کے لیے کان عطا کیے تا کہ وہ مختلف آوازوں کو سن کر جھوم اُٹھے اور بُری آوازوں کو سن کر کان بند کرنے کی کوشش کرے یا وہاں سے چلتا بنے۔ دو ہاتھ دیے جس سے وہ مختلف خوبصورت کام سرانجام دے سکے، دو ٹانگیں عطا کیں تا کہ ساری دنیا کی سیر کر سکے اور دنیا میں چل پھر کر قدرت کے حسین نظاروں، حسین چیزوں کا مطالعہ کر سکے۔ اچھے بُرے کی تمیز کر سکے، ناک سے سونگھ کر خوشبو اور بدبو کا فرق واضح کر سکے۔ زبان عطا کی تا کہ مختلف نعمتوں کو کھا کر اللہ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر سکے۔ اچھے بُرے میں تمیز کر سکے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُس کو عقل سلیم سے اللہ تعالیٰ نے نوازا۔

ہمارے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کو ابتدائی علم عطا کر کے دنیا میں اتارا گیا اور ساتھ ہی کہہ دیا گیا کہ میں ہی تمہارا پیدا کرنے والا ہوں۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، سب میرا ہے۔ میں ہی ہر چیز کا مالک ہوں۔ تمہارا بھی میں ہی مالک ہوں۔ میں ہی پیدا کرنے والا ہوں۔ میں ہی تمہیں مارنے والا ہوں۔ میں تمہیں اور تمہاری ساری اولاد کو کچھ عرصہ، جو یہ عرصہ صدیوں پر محیط ہوگا، بھیج رہا ہوں لیکن یاد رکھو یہ دنیا عارضی ہے، وقتی ہے۔ اصل میں تمہاری اولاد کا امتحان لوں گا۔ اب تم امتحان میں کامیاب ہوتے ہو یا ناکام۔ یہ سب کام تم نے عملی زندگی میں کام کر کے خود دکھانا ہے۔ میں نے تمہیں دل دیا، دماغ دیا۔ سوچ سمجھنے، سونگھنے، چلنے، پھرنے کی آزادی دے دی ہے۔ میں نے دو راستے بتا دیے ہیں۔ اب ان راستوں پر چلنا تمہارا اور تمہاری

Marfat.com

اولاد کا کام ہے۔ اگر سیدھے راستے پر چلو گے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ مجھے تم مہربان اور پیار کرنے والا پاؤ گے۔ اگر تم نے دوسرا راستہ جو گمراہی کی طرف جاتا ہے، اختیار کیا تو پھر جہنم کی آگ کا ایندھن بن جاؤ گے۔ پھر انسان کی مزید تعلیم و تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف صدیوں میں مختلف زمانوں میں نبی اور رسول بھیجے۔ تاکہ انسان کو بھٹکنے سے بچایا جاسکے۔ نبیوں اور رسولوں نے انسانوں کو راہ راست پر چلنے کی تعلیم دینے کی کوشش کی۔ ایسے میں کچھ لوگ بھٹکنے سے بچ گئے اور اب بھی بچ رہے ہیں۔ اکثریت اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا۔ اُن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ جس کے نتیجے میں اُن پر مختلف عذاب آئے۔ کئی قومیں صفحہ ہستی سے ہی مٹ گئیں۔

اللہ نے ہمارے پیارے نبی حضور اکرم ﷺ کو بھیجا۔ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ تا قیامت بند کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید لے کر آئے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ اب ہدایت کا کام پیارے نبی حضور اکرم ﷺ کی اُمت کرے گی۔

حضور اکرم ﷺ کی اُمت اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کا بھی ذکر کرتی رہے گی کہ حضور اکرم ﷺ نے کیسے زندگی بسر کی، کیسے اللہ کا پیغام پہنچایا، اُمت حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے پیغام کو اور آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر پہلو کو اپنی فہم و فراست کے ساتھ اُجاگر کرتی رہے گی۔ یہ سلسلہ ان شاءاللہ تعالیٰ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

مجھے فخر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہوں کہ اُس نے مجھے حضور اکرم ﷺ کی اُمت میں پیدا کیا۔ پھر اُمتی ہونے کے ناطے مجھے یہ توفیق بخشی کہ میں اپنی عقل اور شعور کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے ایک خاص پہلو کو بیان کر کے اُن کو خراج تحسین پیش کرسکوں۔ اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ میں نے اس نئے کام میں حصہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ میں بارش کا صرف ایک قطرہ ہوں۔ جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں مگر قطرہ قطرہ جمع ہو کر دریا اور سمندر بن جاتے ہیں۔ میں اپنے وجود کے ساتھ دوسرے قطروں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں۔

Marfat.com

مجھے حضور اکرم ﷺ سے اُن کے اُمتی ہونے کے ناطے والہانہ پیار سے ہے۔ اللہ کے بعد میرا ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہی میرا سارا کچھ ہیں۔ میں مرتے دم تک اُن سے راہنمائی حاصل کرتا رہوں گا۔ اُن کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

ایک دن سورج مغرب کی طرف جا چکا تھا۔ میں مغرب کی نماز بھی ادا کر چکا تھا۔ ابھی پوری طرح رات نے اپنے بال نہیں کھولے تھے، اندھیرا ہونے کو تھا۔ کچھ چیزیں واضح اور کچھ دھندلی دکھائی دے رہی تھیں۔ جوہر ٹاؤن، لاہور میں، میں اپنے گھر کی چھت پر لیٹا ہوا، آنکھیں بند کیے ہوئے نیم غنودگی کی حالت میں تھا۔ میری عجیب وغریب حالت ہو رہی تھی جو میں بیان نہیں کر سکتا۔

مجھے ایسے محسوس ہوا کہ میں پیارے نبی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یوں لگ رہا تھا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں، محبت سے اُن کی طرف دیکھ رہا ہوں پھر میرے وجدان نے سمجھا کہ وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔ کتاب لکھو میرے بارے میں۔ جس کا عنوان ہو ''حضور اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات''۔ یہ وجدان اور خیال آتے ہی میں نیم غنودگی میں چونک پڑا اور چارپائی پر لیٹا ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ موسم اُس وقت خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔ گرمی تھی نہ سردی۔ اُس وقت پیارا اور سہانا موسم محسوس ہو رہا تھا۔ ایسے میں میرا انگ انگ خوشی سے جھوم رہا تھا۔ مجھے چاروں طرف نورانی روشنی ہی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

میں چھت پر چارپائی پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا میرے تصورات جو میرے حواس خمسہ پر چھائے ہوئے ہیں۔ چارپائی پر بیٹھے میں سوچنے لگا۔ مجھے حضور اکرم ﷺ کے دو تین واقعات یاد آنے لگے۔ ان واقعات کو یاد کر کے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے بطور ماہرِ نفسیات بڑی خوبی سے اپنے آپ کو منوایا تھا۔

میں سوچنے لگا میرا یہ کام بڑا آسان ہوگا۔ اس عنوان کے تحت میں کچھ نہ کچھ لکھ ہی لوں گا۔ حیرانی اور خوشی کے یہ چند لمحے میری زندگی کا حاصل تھے۔ میں مچل رہا تھا۔ مسکرا رہا تھا۔ جھوم

Marfat.com

رہا تھا کہ مجھے ایک خاص عنوان پر لکھنے کی بشارت ہوگئی ہے۔ ایسے میں مجھے لگ رہا تھا کہ میرے لیے کام کرنا مشکل نہ ہوگا۔ میں آسانی سے آرام سے سکون کے ساتھ فریضہ سرانجام دے لوں گا۔

اس واقعہ سے پہلے میرے ساتھ مختلف اوقات میں مجھے حضور اکرم ﷺ کا خواب میں دیدار نصیب ہو چکا تھا۔ آخری بار مجھے حقیقی معنوں میں جب مسجد نبوی میں بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ کے ہرے گنبد کو ایسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی اپنے چاہنے والے کو دیکھتا ہے۔ جس میں پیار ہی پیار ہوتا ہے۔ پیار بھی ایسا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہوتی ہے۔ مسجد نبوی میں بیٹھا صرف گنبد کو دیکھ رہا تھا۔ ایسے میں حجاب کے سارے پردے اُٹھ چکے تھے۔ میں تھا اور میرے آقا میرے رسول ﷺ ۔ میرے پیارے حضور اکرم ﷺ تھے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہوئیں تھیں۔ اُس وقت کا نشہ میں آج تک محسوس کرتا ہوں اور جھوم جھوم جاتا ہوں۔

میں نے پنجاب یونیورسٹی کی شعبہ جاتی لائبریریوں میں کام کیا ہوا تھا۔ جب میں ریٹائر ہوا تو اُس وقت میں یونیورسٹی کی مین لائبریری میں بطور ڈپٹی چیف لائبریرین کام کر رہا تھا۔ دوسرے دن میں یونیورسٹی کی مین لائبریری میں گیا۔ اور ''حضور اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات'' کے عنوان کے تحت لائبریری میں کتابیں تلاش کرنے لگ گیا۔ یونیورسٹی میں تقریباً پونے چھ لاکھ سے زائد کتابیں ہیں۔ میں کیٹلاگ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اِس عنوان کے تحت تو کام ہی نہیں ہوا ہے۔ میں سوچنے لگ گیا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں، جتنا میں سمجھ رہا تھا۔

اس سلسلے میں، میں نے اورئینٹل سیکشن کے سینئر لائبریرین جناب حامد علی صاحب سے بات کی۔ اُس نے اُسی وقت انٹرنیٹ پر سرچ کر کے مجھے بتایا کہ اس عنوان کے تحت اُردو میں صرف دو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ حیران کرنے والی بات یہ تھی کہ دونوں کتابیں لائبریری میں موجود نہ تھیں۔ میں نے اِن دونوں کتابوں کو لاہور کی مختلف لائبریریوں میں تلاش کیا مگر مجھے کسی لائبریری سے یہ کتابیں نہ ملیں۔ میں نے مارکیٹ میں ان کتابوں کو بہت تلاش کیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب ان دو کتابوں میں سے ایک کتاب مجھے مارکیٹ سے مل گئی۔ وہ کتاب سیدہ سعدیہ غزنوی کی ''نبی اکرم بطور ماہر نفسیات'' مل گئی۔

اس میں کل آٹھ عنوانات ہیں۔ میں نے اپنے ذہن میں جو کچھ سوچ رکھا تھا۔ وہ مجھے

Marfat.com

اس کتاب میں بہت ہی کم نظر آیا۔ میری پسند کا مواد جیسا میں لکھنا چاہتا تھا نہ ملا۔ لیکن دوسری طرف مجھے خوشی ہوئی کہ مجھے میرے عنوان کا سرا مل گیا تھا۔ میرے کام کی ابتداء ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل کے دریچے کو کھول دیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ کئی کتابیں تو میں نے ایک سے زائد مرتبہ پڑھیں۔ میں جس کتاب کا بھی مطالعہ کرتا کچھ نہ کچھ موتی مجھے ضرور مل جاتے۔ مجھے ایسے میں روحانی خوشی محسوس ہوتی۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے پینسٹھ (۶۵) سے زائد کتابوں اور کئی رسائل کا اس سلسلے میں مطالعہ کیا ہے۔ کئی کتابوں اور رسائل سے میں نے صرف اپنے مضمون پر ہی مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہتے ہیں کہ چلتے رہے پھر قافلہ بڑھتا گیا۔ منزل جو دور دکھائی دیتی تھی، نزدیک دکھائی دینے لگی۔

جب میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو اس موضوع پر اپنے ملنے جلنے والے لوگوں سے بات چیت شروع کر دی۔ جن میں عام عالم دین سے لے کر کر یونیورسٹی کے پروفیسر بھی شامل ہیں۔ جب میرے یہ ملنے والے لوگ مجھے میرے موضوع کے بارے میں کچھ بتاتے تو یقین کیجئے کہ میں وہ موضوع یا تو لکھ چکا ہوتا یا میرے ذہن میں مچل رہا ہوتا۔ میرے خیال میں انگڑائیاں لے رہا ہوتا۔

اس کتاب میں جتنے بھی موضوعات ہیں میں نے اپنی فہم فراست کے مطابق ان پر لکھا ہے، اختصار سے کام لیا ہے۔

میرے خیال ہے کہ نفسیات، اسلامی نفسیات کیا ہوتی ہے؟ اور خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت ماہر نفسیات جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ان کی ابھی کام کی ابتداء ہے۔ آنے والے دنوں میں اسی موضوع پر بے شمار اسکالرز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف زاویوں سے خراج تحسین پیش کریں گے۔ جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مزید واضح اور روشن ہوگی اور ہزاروں لاکھوں کتابیں اس اچھوتے موضوع پر مختلف زاویوں سے لکھی جائیں گی۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ہزاروں بلکہ لاکھوں کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں اور مسلسل لکھی جا رہی ہیں۔ ہر کتاب کا اپنا حُسن ہے۔

Marfat.com

اور یہ پہچان صرف جوہری ہی کر سکتا ہے اور یہ جوہری وہی ہو سکتے ہیں جنھیں حضور اکرم ﷺ سے پیار، محبت، وفا، انسیت، الفت ہے اور جو اللہ کے بعد حضور اکرم ﷺ کو ہی اپنا سب کچھ مانتے ہیں۔

میں حضور اکرم ﷺ کا ایک ادنیٰ سا فدائی ہوں۔ میں اللہ کے بعد دنیا میں اور آخرت میں حضور اکرم ﷺ کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتا ہوں۔ میں نے نفسیات کے موضوع پر لکھ کر حضور اکرم ﷺ سے اپنی وابستگی کا دلی اظہار کیا ہے۔ میں چوہدری محمد حنیف، چیف لائبریرین اور سید جمیل احمد رضوی، سابق چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی کا بہت ممنون ہوں جنھوں نے ہر سلسلے میں میری راہنمائی کی۔ مجھے ان دونوں نے کتاب لکھنے کے سلسلے میں ہر طرح سے میری مدد کی۔ اللہ میری یہ کوشش قبول فرمائے اور یہ کتاب میرے لیے آخرت میں ذریعہ نجات بنے۔ (آمین)

حرفِ آخر کے طور پر **ماورا پبلشرز** کے صدر نشین جناب خالد شریف کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جو ایک مسلّمہ ادیب، شاعر اور دانشور ہیں۔ خالد صاحب نے کمال محبت سے کتاب کی اشاعت کا ذمّہ لے کر مجھے اِس فکر سے بے نیاز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اِس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔

عبدالعزیز شیخ

ڈپٹی چیف لائبریرین (ریٹائرڈ)

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۱۲۷۶۳۱

Marfat.com

نفسیات اور حضور ﷺ

نفسیات کا لفظ یونانی لفظ سائیکالوجی کے مترادف ہے جو کہ خود دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ یعنی سائیکو (Psycho) جس کے معنی روح (Soul) کے ہیں۔ دوسرا لفظ لوگس (Logos) یا لوجی (Logy) جس کے معنے بحث مطالعہ علم یا گفتگو کے ہیں اس طرح ثابت ہوا کہ اس کا معنی روح کا مطالعہ ہے۔

اس علم کے بارے میں ہمیں سب سے پہلے ارسطو کی کتاب "De Amina" میں ملتا ہے لیکن سائنسی حلقوں میں اس کا استعمال یعنی "Psychology" دسویں صدی کی یورپی کتب میں پہلی بار ملتا ہے۔ لفظ "Psychology" انگریزی زبان میں پہلی مرتبہ ۱۶۹۳ء میں استعمال ہوا اور دوسرا لفظ اس سلسلے میں "Psychological" ۱۷۷۶ء میں استعمال ہوا۔ پھر انیسوی صدی میں یہ دونوں الفاظ مغربی ممالک میں عام استعمال ہونے لگے تھے۔

اگر ہم نفسیات کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں علم ہوتا ہے کہ نفسیات کے بارے میں فلاسفرز کے نظریات بدلتے رہے ہیں۔ سب سے پہلے اسے روح کا مطالعہ کہا گیا مگر روح کا یہ تصور مذہبی تصور سے مختلف تھا۔ بعض لوگوں نے خون سانس اور سائے کو روح سمجھا۔ بہر حال روح کا یہ تصور ایک عرصے تک چلتا رہا' کوئی اسے ازلی شے کہہ دیتا۔

(افلاطون) اور کوئی اسے جسم سے الگ نہ ہونے والی شے قرار دیتا۔

جرمن ماہر نفسیات Wundt نے ۱۸۷۹ء اور اس کے پیروکاروں نے اسے ایک صحت مند انسانی دماغ کے شعوری عناصر کا مطالعہ قرار دیا۔ اگلے پچاس سالوں میں محسوس کیا گیا کہ نفسیات کی یہ تعریف بہت محدود

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ "فرائیڈ" نے اسے لاشعوری عمل کا مطالعہ قرار دیا۔ چنانچہ اس نظریے میں سے اس نے اسے ID(لازات)، Egoانا اور Super Ego (اچھائی برائی کی تمیز) کا تصور قرار دیا۔

واٹسن اور اس کے حامیوں نے ۱۹۴۰ء کے بعد روح، شعور اور لاشعور سے الگ تصور دیا۔ اس نے کہا، نفسیات ان جوابی خدمات کا مطالعہ ہے جو کوئی جاندار ماحول کے محرکات کے نتیجے میں اُٹھاتا ہے، دوسرے الفاظ میں ان لوگوں نے نفسیات کو رویوں کا مطالعہ قرار دیا جو جدید نظریے کے قریب ہے۔ نفسیات کی موجودہ تعریف اوپر بیان کردہ تمام تعریفوں پر محیط ہے، یعنی

Systematic scintific study of behaviour of (both) animal and human.

یعنی نفسیات انسانوں اور حیوانوں دونوں کے رویوں کا منظم سائنسی مطالعہ ہے۔

رویوں کے اس زمرے میں مشاہدے میں آنے والے کام مثلاً کھانا، بولنا، ہنسنا وغیرہ ذہنی سرگرمیاں ہیں۔ جس میں منصوبہ بندی کرنا سوچنا اور تصور کرنا شامل ہے۔

نفسیات ایک طبعی اور تجرباتی سائنس ہے جو ہماری ذہنی نفسیات اور خارجی کردار سے تعلق رکھتی ہے۔ طبعی اس لیے کہ یہ ہمارے کردار اور ذہن کا جیسا کہ فی الواقع ہے مشاہدہ کرتی ہے اور تجرباتی اس لئے کہ اس کے جملہ حقائق مشاہدے پر مبنی ہیں۔

دراصل نفسیات انسانی کردار کا علم ہے۔ اس علم کا مقصد طور طریقے کے سمجھنا ہے۔ انسانی رویوں کے متعلق پیش گوئی کرنا اور حسب ضرورت اس میں تبدیلی کرنا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے علم النفس کے حصول سے انسان کو جو فائدہ پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے تحت الشعور (Sub-conscious) یعنی اپنے دل میں بے لگام خواہشوں کے پرجوش طوفان پر قابو پا سکتا ہے۔ انسان شک وشبہ کے بحران پر قابو پا کر یقین کی پرسکون وادی میں اُتر جاتا ہے۔ جہاں وہ ایمان اور یقین سے مستحکم طور پر مربوط ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:۔

"جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

فلائیڈ ایل رخ لکھتا ہے کہ نفسیات ہی ہمیں معاشرتی مسائل کے متعلق دوسروں کو سمجھنے کے متعلق اپنے

Marfat.com

آپ کو سمجھنے کے متعلق اور اپنے مشاہدات اور تجربات کو اپنے کام میں لانے کے متعلق سائنسی معلومات فراہم کرتی ہے۔نفسیات کی روح سے ہم اپنے آپ کو پوری طرح سمجھ کر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔اس طرح ہماری سوجھ بوجھ پہلے سے بڑھ جاتی ہے اور ہمارا کنٹرول گردونواح کی دنیا پر زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔اس بارے میں حضرت علیؓ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا تھا۔

انسان اعمال صالح یعنی اپنے بہترین رویے اور اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق سے اچھے کردار کا مالک بن سکتا ہے۔یہ ہی انسانی اوصاف ہیں جو انسانی معاشرہ کو انفرادی اور اجتماعی امن اور سکون عطا کرتے ہیں۔ایسے بہترین کردار سے آراستہ معاشرے کا ہر فرد دین اور دنیا کی سعادتوں کا مستحق قرار پاتا ہے۔قرآن مجید میں اس مفہوم کی بہت سی آیات موجود ہیں کہ انسان کی طبعی افتاد کیا ہے؟ انسان کی مختلف نفسیاتی کیفیات کا کیا عالم ہوتا ہے؟ انسان میں اگر طبعی یا ذہنی طور پر بگاڑ آ جائے تو پھر اس کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ ان سب کی وضاحت قرآن میں موجود ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ یہ ساری وضاحتیں آپ اگلے ابواب میں پڑھ سکیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیم انسان کو نہ صرف اس کی اپنی ذات اپنے مقصد حیات سے متعلق حقائق کا علم فراہم کرتی ہے بلکہ اس کی نفسیات اور طبعی احوال کی بنیادوں کی روشنی میں اسے شخصیت کی تعمیر کے صحیح اصول بھی فراہم کرتی ہے۔قرآن مجید میں نفسیات کے درج ذیل پہلو بیان کیئے گئے ہیں۔

۱۔ روح ۲۔ حواس خمسہ

۳۔ نفس ۴۔ عقل ۵۔ دل

روح: روح یہ وہ قوت ہے، جو خداوند قدوس کی طرف سے عطا ہونے کے بعد انسان مسجود ملائکہ ٹھہرا۔روح کی حقیقت قرآن مجید یوں بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔(سورہ ص)

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

Marfat.com

ترجمہ: پھر اسے (انسان کو) ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہیں کان اور دو آنکھیں اور دل عطا فرمائے (لیکن) کیا ہی تھوڑا تم شکرادا کرتے ہو (سورہ الم سجدہ)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ روح سے مراد محض وہ زندگی نہیں جس کی بدولت ایک ذی حیات کی جسم کی مشین متحرک ہوتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و دانش، عقل و تمیز اور فلسفہ و اختیار کا حامل ہے، جس کی بدولت انسان دوسری تمام مخلوقات اور اعلیٰ اور ارفع ہستی بنتا ہے۔

روح کے بارے میں ایک جگہ اور ارشاد ہے۔

ترجمہ: اور وہ روح کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ یہ میرے رب کا حکم ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم عطا ہوا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل)

اس فرمان ربانی سے روح کی حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کہ روح کی حقیقت کوئی انسان نہیں جان سکتا۔ اس کی حقیقت صرف اللہ کی ذات جانتی ہے کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقررہ کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ (سورہ زمر)

اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کی زندگی اور موت کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو یہ احساس دلانا چاہتا ہے کہ موت اور زندگی اس کی دست قدرت میں ہے۔ اس آیت سے ایک حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ موت کے بعد انسان بالکل ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح جسم سے نکل کر باقی رہتی ہے اور اپنے رب کی طرف پلٹ جاتی ہے اُسی کو آخرت میں نیا جنم دیا جائیگا۔

نفس: اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس کو اس طرح بنایا ہے کہ اس کے اندر نیکی اور بدی دونوں کے رجحانات رکھے گئے ہیں اور اس کو یہ صلاحیت بخشی گئی ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز کر سکے اور پھر انسان کے لئے فلاح و کامیابی کا راستہ یہ ٹھہرایا کہ وہ نیکی اور بدی کی اس کشمکش میں ہر صورت نیکی کا ساتھ دے اور نیکی کو بدی پر غالب کر دے۔

Marfat.com

یہ حقیقت قرآن میں یوں بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور پرہیز گاری دل میں ڈالی۔ بے شک وہ فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو معصیت میں ڈالا۔ (سورہ شمس)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا جسم عطا کیا جو اپنے قامت راست اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنے دماغ کے اعتبار سے انسان کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے موزوں ترین تھا۔ اس کو دیکھنے سننے چھونے چکھنے اور سونگھنے کے ایسے حواس عطا کئے ہیں جو اپنے تناسب اور خصوصیات کی بنا پر اس کے لئے بہترین ذریعہ علم بن سکتے ہیں۔ اس کو قوت عقل وفکر، قوت استدلال واستنباط خیال، قوت حافظہ، قوت تمیز، قوت فیصلہ، قوت ارادی اور دوسری ایسی ذہنی قوتیں عطا کیں جن کی بدولت وہ اس کام کے قابل ہوا جو انسان کے کرنے کا ہے۔ انسان کو پیدائشی گناہ گار بنا کر نہیں بلکہ راست اور سیدھی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی کے رجحانات ومیلانات رکھ دیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

ترجمہ: ہم نے اسے (خیر وشر) کے دونوں نمایاں راستے دکھادیے۔

ایک جگہ یوں فرمایا گیا ترجمہ: ہم نے اس کو راستہ دکھایا خواہ شاکر بن کر رہے یا کافر۔

جو انسان اپنے نفس کو بدی سے پاک کرے اور اس کو ابھار کر بلندی کی طرف لے جائے اور اس کے اندر بھلائی کی نشوونما کرے وہ فلاح پائے گا اور جو اسے نفس کے اندر پائی جانے والی نیکی کے رجحانات کو ابھارنے کی بجائے اس کو برائی کے رجحانات کی طرف لے جائے اور فسق وفجور کو اس پر اتنا غالب کردے کہ تقویٰ اسی طرح چھپ جائے جس طرح ایک لاش قبر پر مٹی ڈال دینے کے بعد چھپ جاتی ہے، تو ایسا شخص ناکام ونامراد ہوا۔

قرآن پاک میں نفس کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ نفس امارہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: اور میں اس نفس کو پاک صاف نہیں کہتا کیوں کہ نفس (امارہ) انسان کو برائی ہی سکھاتا ہے۔

Marfat.com

یہ وہ نفس ہے جو انسان کو برائیوں پر اُکساتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت شامل نہ ہو۔ انسان اس کے اُکسانے پر بُرائیوں کی طرف راغب رہتا ہے۔انسان اس نفس کا تابع ہو کر سرکشی بغاوت اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کی نافرمانی کرتا ہے۔اللہ کا باغی اور مجرم ہو کر زندگی گزارتا ہے اللہ کی مرضی کی بجائے اس نفس کا غلام بن کر زندگی گزارتا ہے اس نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: (ہم نے اس سے کہا) اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنالیا۔لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گا۔جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم حساب کو بھول گئے۔

نفس لوامہ: اس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا

ترجمہ: ''روز قیامت کی قسم'' یہ وہ نفس ہے کہ انسان اپنے ہر غلط کام غلط سوچ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اُٹھنے والے ہر قدم پر پریشانی، ندامت اور شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ اس پر خود کو ملامت کرتا ہے اس قسم کے نفس کو زندہ اور بیدار نفس کہا جاتا ہے۔جس کو آج کل، میرے ضمیر نے ملامت کی یا میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا یا میرا ضمیر ابھی تک زندہ ہے وغیرہ، کہا جاتا ہے۔

نفس مطمئنہ سورۃ الفجر میں یوں اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے:۔

ترجمہ: اے اطمینان پانے والے نفس اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

اس کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف سے تمہیں پیش آنے والے حالات اور واقعات پر مطمئن رہنے والے نفس جب تم میری طرف آ ؤ گے تو میں خوش ہوں گا۔کیوں کہ تو نے اپنی رضا کو میری رضا سمجھ رکھا ہے اس لیے تم انعام کے حقدار ہو اور یہ انعام جنت کی صورت میں تمہیں عطا کیا جائے گا۔ میں کہوں گا (اللہ) کہ اے انسان تم آج جنت میں داخل ہو جا اس نفس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے خود راضیہ مرضیہ کے الفاظ میں فرمادی۔

Marfat.com

یہ نفس رکھنے والا انسان اللہ کی مرضی اس کے احکامات اواللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کیے گئے فیصلے پر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر صدق دل سے عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کی منع کی ہوئی باتوں سے رک جاتا ہے اور اسی کے فرمائے ہوئے ہر کام کو جیسے توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو بغیر شک وشبہ کے پورے اطمینان اور ٹھنڈے دل سے ادا کرتا ہے تو پھر اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور یہ اللہ سے راضی۔ یوں بگڑی ہوئی تقدیر سنور جاتی ہے اور اُسے سیدھا راستہ دکھا کر جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

دل: دل انسان کے جسم کے حصوں میں سے ایک نہایت اہم حصہ ہے۔ دل کے افعال کو قرآن مجید میں حسی قوتوں کے ساتھ کثرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ دل کا فعل تو سمعی و بصری قوتوں مثلاً آنکھوں اور کانوں کے افعال سے برتر اور فائق ہے۔ دل اگر اپنا فعل چھوڑ دے تو حسی اعضاء بھی اپنی افادیت کھو دیتے ہیں اس سلسلے میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: اور اللہ نے ہی ہم کو تمہاری ماؤں کے شکموں سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے کان، آنکھیں اور دل دیا تا کہ تم شکر گزار بنو۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

ترجمہ: جو لوگ کافر ہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو۔ ان کے لئے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

لہٰذا اگر دل کے اندر ہر وقت خوف خدا رہے اور اپنے خالق کے لئے عبودیت کے جذبات موجزن ہوں تو وہ انسان صحیح معنوں میں زندہ ہے اور زندگی کو اس خاص مقصد کے تحت گزار رہا ہے یہی وہ عضو ہے کہ جس پر اگر بات اثر کر جائے تو تعلیم و تربیت میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے اسی پر عمل کیا آپ نے صحابہ کرام کو ایسی عملی تعلیم دی کہ انھوں نے چند سالوں میں پوری دنیا کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔

حواس خمسہ: حواس حس کی جمع ہے اس سے مراد وہ پانچ قوتیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیں ہیں۔ حواس ہمارے علم کا سب سے بڑے اور یقینی ذرائع ہیں۔ ان سب کی

Marfat.com

بنیادیں حواس ہیں۔ان ہی کی بنیاد پر ہم تجربہ اور مشاہدہ کے بعد طبعی قوانین دریافت کرتے ہیں اور اسی سے سائنسی علم کو ترتیب دے سکتے ہیں۔اس مادی دنیا سے متعلق جس قدر محسوسات کا ہمیں علم ہوتا ہے ان سب کی بنیاد ہی حواس ہیں۔انسان کے یہ حواس آلات کی طرح کام کرتے ہیں۔اسلام نے نہ صرف حواس کو علم کے حصول کا ایک ذریعہ تسلیم کیا ہے بلکہ تعلیم و تربیت میں اس کو استعمال میں لانے اور ان سے نتائج اخذ کرنے کی تلقین کی ہے۔چونکہ انسانی حواس میں سے سماعت اور بصارت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔اس لئے قرآن مجید میں بھی زیادہ تر انہی کے استعمال کا ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

ترجمہ: ''اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیئے''۔ اسلام میں مشاہدات اور تجربات بھی حصول علم کا ذریعہ ہیں۔اس لئے بار بار کائنات میں غور و فکر کرنے اور حواس خمسہ کو استعمال کر کے تعمیری انداز میں سوچنے کی تلقین کی گئی۔ان پانچ کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

قوت باصرہ: اس سے مراد دیکھنے کی قوت ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔انسان آنکھوں سے چیزوں کو دیکھتا ہے اور ان کا علم حاصل کرتا ہے۔آنکھوں سے قرآن اور دیگر کتب کا مطالعہ کرتا ہے۔یہ علم بڑا دیرپا ہوتا ہے اور دماغ سے جلد محو نہیں ہوتا۔

قوت سامعہ: اس سے مراد سننے کی قوت یا حس ہے اس کے ذریعے انسان سن کر علم حاصل کرتا ہے۔ آنکھوں سے کتب کا مطالعہ کرتا ہے یہ علم بڑا دیرپا ہوتا ہے اور دماغ سے اس کے اثرات جلد محو نہیں ہوتے۔

قوت سامعہ: اس سے مراد سننے کی قوت یا حس ہے۔اس کے ذریعے انسان سن کر علم حاصل کرتا ہے۔خاص طور پر آوازوں کا علم اسی سے حاصل ہوتا ہے ایک اندازے کے مطابق

Marfat.com

انسان ۳۰ فیصد علم قوت سامعہ سے حاصل کرتا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: بے شک کان آنکھیں اور دل سب کی ہی باز پرس ہوگی۔

قوت لامسہ: اس سے مراد چھونے کی قوت ہے انسان بعض چیزوں کو چھو کر علم حاصل کرتا ہے۔ جب وہ پتھر کو چھوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سخت ہے۔اسی طرح جب وہ دوسری چیزوں کو چھوتا ہے تو اُن چیزوں کی ساخت کے بارے میں اندازہ لگاتا ہے۔نابینا طلبہ اور اساتذہ چھو کر بریل سسٹم کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں۔

قوت ذائقہ: چکھنے کی قوت اس سے مراد ہے انسان ہر چیز کو چکھ کر اس کے میٹھے کڑوے یا ترش ہونے کا اندازہ لگاتا ہے۔اس حس کے ذریعے انسان اچھے ذائقہ کی چیزیں کھانا پسند کرتا ہے اور بدذائقہ چیزوں کو رد کر دیتا ہے۔

قوت شامہ: اس سے مراد سونگھنے کی حس ہے۔اس حس کے ذریعے انسان خوشبو، بدبو، دھواں، غلاظت وغیرہ کا اندازہ لگاتا ہے۔خوشبو کی مختلف اقسام سے انسان اسی حس کے ذریعے واقف ہوتا ہے۔

حواس سے علم تو حاصل کیا جاسکتا ہے مگر ان سے اخذ شدہ معلومات قطعی اور حتمی نہیں ہوتیں کیونکہ انسانی حواس اپنی وسعت کے باوجود محدود ہیں اور یہ حواس اس وقت تک معلومات فراہم نہیں کرسکتے جب تک ان کے لئے ماحول سازگار نہ ہو۔البتہ تعلیم وتربیت کا ان سے بخوبی کام لیا جاسکتا ہے۔انہیں استعمال کرتے ہوئے اساتذہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔آپ حیران ہوں گے کہ یہ سارا کام حضور ﷺ آج سے صدیوں پہلے کر چکے ہیں۔

عقل: عقل کو شعور یا سمجھ بوجھ کا نام دیا جاتا ہے۔عقل ہر انسان میں موجود ہوتی ہے۔عقل زندگی کو بناتی اور سنوارتی ہے عقل کو فکر شعور اور تدبر وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عقل حصول علم کا ایک اہم ذریعہ ہے۔اس فکر سے عقلیت پسند فلسفی نے جنم لیا اور ایک خاص مکتبہ فکر پیدا ہوا جس نے اپنے نظریات کی بنیاد عقل پر رکھی۔

Marfat.com

عقل انسانی میں بہت سے قوی موجود ہیں جن میں تفکر، تدبر، استدلال اور استنباط وغیرہ شامل ہیں۔
عقل ہی وہ چیز ہے جو انسانوں کو جانوروں سے ممیز کرتی ہے اور اسی عقل کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ انسانی علوم میں ترتیب اور ربط اسی کی بنا پر ہے۔

مولانا مودودی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

انسان کے حواس اور جانوروں کے حواس میں ایک واضح فرق ہے انسان کے حواس کے پیچھے دماغ ہوتا ہے جو سوچتا ہے اور حالات کو ترتیب دے کر ان سے نتائج اخذ کرتا ہے اور نکالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ترجمہ: وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کرتا ہے اور جسے حکمت مل گئی یقیناً اُسے بہت بڑی بھلائی مل گئی اور نصیحت تو صرف عقل والے ہی مانتے ہیں۔

سورۃ العمران میں ہے:

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

لہٰذا جو لوگ عقل اور دلیل کو استعمال نہیں کرتے ان کے سامنے کوئی بات واضح ہو کر سامنے نہیں آتی، وہ ہمیشہ تذبذب کا شکار رہتے ہیں جو لوگ بے عقل ہوتے ہیں، وہ خود کسی نتیجے پر پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اسی طرح محرومیوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو کسی قابل نہیں سمجھتے' لیکن جب یہ ہی لوگ غور وفکر کرنا شروع کرتے ہیں اور اپنی محرومیوں کے اسباب کی تلاش شروع کر دیتے ہیں تو پھر یہ لوگ ایک دن دوسروں سے ممتاز اور اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

کامیاب زندگی بنانے کے لیے ہی اسلام کی ساری جدوجہد ہے اور ایسی جدوجہد جو اسلام کے اصولوں پر چل کر حاصل کی جاسکتی ہے' وہ نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طور پر بھی کام آتی ہے۔ یہ ساری جدوجہد ہمارے حضور ﷺ نے ساری زندگی کی اور ایک ماہر نفسیات کے طور پر اس جدوجہد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اس جدوجہد کی بدولت ہی اسلام نے مسلمانوں کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔

انسان کا ہر قول و فعل خدا اور حضور ﷺ کی منشاء کے مطابق ہو یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے

Marfat.com

نفسیات اہم رول ادا کرتی ہے۔ ہر علم کا سراغ ہمیں قرآن اور احادیث میں ملتا ہے اور ہر علم کی بنیاد بھی قرآن اور احادیث ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا سوائے اس کے کہ وہ میری بندگی کریں۔

پھر یہ ہی پیغام حضور ﷺ نے آگے ساری دنیا کو پہنچایا۔ پھر سارے عالم نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے مکہ اور دیگر علاقہ جات کے لوگوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے توحید کا تصور دیا۔ انہیں اللہ کی طرف بلایا اور عبادت الٰہی کی طرف راغب کیا اور انعامات کے بارے میں بتایا۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا اور یہ بھی بتایا کہ انسان میں صرف خوف خدا ہونا چاہئے اور ہر انسان کا دل ہر وقت خوف خدا کی طرف لگا رہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیکی کی تلقین کرتا رہے اور بدی سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتا رہے۔

ارشاد ربانی ہے:۔

ترجمہ: اللہ وہ معبود برحق ہے (کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ پھر فرمایا گیا آیت 254 سورہ البقرہ

ترجمہ: فرما دیجئے، بے شک میری نماز میری قربانیاں اور میرا جینا مرنا سب اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (سورۃ انعام)

حضور ﷺ نے ساری زندگی بطور ماہر نفسیات سارے مسلمانوں اور انسانوں میں اسلام کا رنگ بھرنے کی کوشش کی۔ حضور ﷺ نے تو اپنی ساری زندگی اسی کام میں صرف کر دی اور وہ کامیاب و کامران بھی ہو گئے۔ اگر حضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ساری زندگی قرآن پر عمل کرنے میں صرف کر دی۔ کسی نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا حضور ﷺ کی زندگی کیسی تھی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً جواب دیا وہ سراپا قرآن تھے۔ اب بھی ہم حضور ﷺ کی عملی زندگی سے وہی نور بصیرت حاصل کر سکتے ہیں جو حضور ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاصل کیا تھا۔ بس بات صرف یہ ایک ہی ہے خدا اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے پیش نظر زندگی گزاریں تو ہمیں دنیا میں بھی کامیابی ملے گی اور آخرت میں بھی کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

Marfat.com

بطور ماہر نفسیات ہمارے حضور ﷺ نے زندگی کی حقیقت بہت ہی واضح طور پر بیان کردی تھی نہ صرف بیان کردی تھی بلکہ آپ حقیقت پر عمل کر کے سب کو بتا بھی دیا تھا۔ اب حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی کوئی رسول نہ آئے گا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں، راستوں پر چلیں اور یہ اصول اور راستے سیدھے سادھے ہیں۔ ان پر عمل کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ بس اپنے ضمیر کو اپنے نفس کو قابو کریں۔ برائیوں سے توبہ کریں اور نیکیوں کی طرف راغب ہو جائیں۔ پھر کامیابی ہم سب کے قدمے چومے گی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضور ﷺ کی روزانہ کی مصروفیات اور نفسیاتی اثرات

اسلامی حکومت کے سربراہ ہونے کی وجہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو کتنا زیادہ کام کرنا پڑتا ہوگا۔ کتنی زیادہ محنت اور عرق ریزی کرنی ہوتی ہوگی مگر ان تمام باتوں کے باوجود جب ہم حضور ﷺ کی روزانہ کی مصروفیات کا جائزہ لیتے ہیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی بطور سربراہ مصروفیات کے باوجود دوسری کئی مصروفیات بڑی سادہ اور دل نشین تھیں۔ انسان کا دل ان کی یہ مصروفیات دیکھ کر ایک دفعہ تو جھوم جھوم جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی انکسار سے بھرپور تھی۔ جس میں رتی بھر بھی رعب دبدبے اور حکم کا عنصر شامل نہ تھا۔ ان کی روزانہ کی زندگی عاجزی اور انکساری کی انتہا تھی۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے آپ ﷺ کو دوسروں سے بڑھ کر ثابت کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ حضور ﷺ حسن اخلاق کا پیکر تھے۔ آپ بڑوں کا احترام کرتے چھوٹوں سے پیار سے پیش آتے۔ عورتوں کا بے انتہا احترام کرتے۔ حضور ﷺ نے عورتوں سے کبھی ہاتھ پر بیعت نہ لی تھی۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود وہ اپنے پھٹے ہوئے کپڑے خود ہی سی لیتے تھے۔ اپنے جوتوں کی مرمت میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ بکریوں کا دودھ خود دوہ لیتے تھے۔ اپنے حجرہ شریف میں خود جھاڑو دے لیتے تھے۔ اکثر اوقات گھر میں چولہے میں آگ خود جلاتے تھے۔ اور دوسرے گھریلو کام بڑی خوش دلی اور جانفشانی کر لیتے تھے۔ سردار اور حاکم ہونے کے باوجود کھجور کی بنی ہوئی عام سی چٹائی پر سوتے تھے۔ ان کو جو ہدیہ یا تحفہ ملتا وہ شام ہونے سے پہلے غریبوں میں بانٹ دیتے تھے۔ اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھتے تھے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی زرہ بکتر یا تلوار ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔

Marfat.com

حضور ﷺ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔اکثر فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ان کی غذا عام طور پر کھجور، پانی اور دودھ ہوتی تھی۔اکثر رات کو اپنے خاندان والوں کے ساتھ بھوکے سوتے تھے کیوں کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔اگر ہوتا تھا تو اس کو غریبوں میں تقسیم کرنے کی فکر ہوتی تھی۔حضور ﷺ کے وصال کے وقت کل مال و دولت چند سکے تھے۔انھوں نے جن کپڑوں میں وصال فرمایا ان میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر حجرہ (گھر) میں اندھیرا تھا کیوں کہ چراغ میں تیل نہ تھا حالانکہ یہ وہ حجرہ تھا جہاں سے نکلنے والی روشنی نے ساری دنیا کو منور کر دیا تھا اور ان روشنی کی کرنوں میں نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔دل و دماغ معطر ہو رہے تھے۔نور کی روشنی چارسو پھیلی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ (۲:۱۵۶) میں فرمایا ہے کہ:

''ہم اللہ کے ہی ہیں اور ہم کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا کہ:

''ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' (۳:۱۸۵)

پھر سورہ رحمان میں ارشاد ہوتا ہے کہ

''زمین پر جو (مخلوق) ہے اسے فنا ہونا ہے۔

ہم نے ملاحظہ کی کہ آپ کی روزمرہ کی زندگی کیا تھی اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کیسے کامل انسان تھے۔سارا دن مصروف رہتے۔رات کو تہجد اور عبادت ایسے کرتے کہ اگر کوئی صحابی یا ام المومنین میں سے کوئی ایک ان کے پیچھے نیت باندھ لیتی تو آپ ﷺ کی ایک رکعت ختم نہ ہوتی اور گھنٹوں گذر جاتے۔ایسے میں صحابہ اور ام المومنین پریشان ہو جاتیں مگر میں فدا ہو جاؤں پیارے حضور ﷺ کہ وہ اپنے آپ ﷺ کو اللہ کے دربار میں پیش کر کے ایسے مگن ہو جاتے کہ ان کو احساس ہی نہ ہوتا کہ کوئی ان کے پیچھے مقتدی کے طور پر کھڑا ہے۔

حضور ﷺ چاہتے تو سینکڑوں غلام، سینکڑوں نوکر اپنے روزمرہ کے کام کے لیے اللہ کے فضل سے رکھ سکتے تھے۔حضور ﷺ نے ساری زندگی اپنے نفس کو قابو کیے رکھا۔آپ ﷺ نے

Marfat.com

خود مشقت اٹھائی مگر دوسروں سے مشقت لینا پسند نہ کیا اگر ہم آج کے حکمران دیکھیں ان سے نفرت سی ہونے لگتی ہے۔ یہ دنیا کی حرص میں گھٹنوں تک دھنسے ہوئے ہیں۔ یہ دنیا کے پجاری ہیں۔ لالچ، حرص، طمع اور دنیا کی کشش نے ان کو نیم پاگل کر رکھا ہے۔ پیسے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ اخلاق نام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہے۔ یہ آپس میں حکومت کے لیے، دولت کے لیے، ثروت کے لیے، یوں دست وگریباں ہیں کہ ان کو دیکھنے سے نفرت کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے ان کے برعکس اپنا ذاتی کام خود کرنا باعث اطمینان، باعث عزت، باعث رحمت سمجھتے تھے۔ حضور ﷺ ہر وہ کام اپنے ہاتھ سے کرنا چاہتے تھے جو عام آدمی وہ کام کرنے کا تصور یا خیال بھی نہیں لاتا۔

سارا دن خدمت خلق میں گذار دیتے تھے۔ ہر صحابی کا پریشانی اور اس کا دکھ درد محسوس کرتے تھے۔ انہیں ایسے میں خوشخبریاں دیتے تھے جو ہر صورت پوری ہوتی تھیں۔

آپ ﷺ نے بطور ماہر نفسیات کے ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا ہو' دوسروں کو پسند ہو یا نہ ہو' خود سرانجام دیتے تھے۔ حضور ﷺ صرف زبانی تبلیغ نہ کرتے تھے بلکہ جو کچھ کہتے وہ عملی طور پر کر کے دکھاتے تھے۔

حضور ﷺ ۲۵ سال کے خوبرو نوجوان تھے۔ اس وقت چاہتے تو کسی خوبصورت چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایک نیک صالح ایمان دار بیوہ خاتون سے جن کی عمر چالیس سال تھی شادی کی۔ آپ ﷺ سے ۱۵ سال بڑی تھیں۔ جن کا نام حضرت بی بی خدیجہؓ تھا۔ ان کے ساتھ نہایت ہی خوشگوار زندگی بسر کی جو آج تک تمام مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

اس نکاح سے حضور ﷺ کو ایسی غم گسار بیوی میسر آئی جس کی نظیر تمام عالم میں ملنی مشکل ہے۔ آپ ﷺ کی اس فرمابردار بیوی نے اپنی ساری دولت حضور ﷺ کے ساتھ مل کر اسلام کی ترقی میں صرف کر دی۔ حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ذکر ہم ام المومنین کے باب میں کر رہے ہیں۔ یہاں پر صرف مختصراً بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ مکہ میں حضور ﷺ نے تین نکاح کیے۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ۔ حضور ﷺ نے اللہ کی خصوصی اجازت اور

Marfat.com

راہنمائی میں مختلف اوقات میں چھ نکاح کیے تھے۔ جو سب کی سب چالیس سال یا پچاس سال کی بیوائیں تھیں۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے دو اور خواتین سے نکاح کیا جن کے شوہروں نے ان کو چھوڑ دیا، وہ بے گھر تھیں یہ تمام خواتین مسلمان تھیں۔ اس طرح آپؐ نے گیارہ نکاح کیے۔ اس کے علاوہ آپؐ نے دو غلام لونڈیوں سے بھی نکاح کیے تھے۔

یہ بات ذہن نشین کرنے والی ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں ان تمام خواتین سے جو عمر رسیدہ بیوائیں تھیں اور جن کے بچے تھے۔ ان سے نکاح انسانی ہمدردی کو بنیاد پر کیے تھے۔ جب کہ حضور ﷺ کی خود عمر ۵۴ سال سے زائد تھی۔ ان ازواج کو ایک ٹھکانہ فراہم کرنے کے علاوہ ان نکاحوں نے نئی اسلامی سلطنت جو مدینہ میں قائم ہوئی تھی اس کے رشتہ کو دوسرے قبائل اور حکومتوں سے جوڑ دیا تھا۔ حضور ﷺ کی ان تمام ازواج سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آخری بی بی جو حضور ﷺ کی زوجہ بنیں وہ مصر کے رومی گورنر کی طرف سے تحفتاً آئی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کو مسلمان کر کے نکاح کیا تھا۔ اس نکاح کا مقصد دو ممالک کے درمیان قریبی تعلقات پیدا کرنا تھا۔ حضرت ماریہؓ کے بطن سے حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے جن کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا۔

حضور ﷺ کی ازواج نے اسلام پھیلانے میں بڑی ذمہ داریاں نبھائیں وہ دوسری خواتین کی راہنمائی کرتی تھیں اور مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی تھیں۔ حضور ﷺ اپنی اولاد کے لیے ایک شفیق باپ تھے اور ازواج کے لیے ایک محبت اور ہمدرد شوہر بھی تھے۔ حضور ﷺ کی بیویاں نیکی پارسائی اور شرافت کا پیکر تھیں۔ وہ ساری عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ انہیں تمام مسلمان امت کی مائیں ام المؤمنین دل و جان سے کہتے ہیں۔

یہ ایک حیران کن بات ہے کہ ساری نمازوں، روزوں اور جنگوں (جہاد) کے بعد حضور ﷺ کو اسلامی سلطنت کے کاموں کے لیے وقت بھی مل جاتا تھا۔ وہ نہ صرف دن میں پانچ وقت کی نمازوں کی امامت فرماتے تھے بلکہ بطور نفسیات دان اپنے پیروکاروں کی قیادت جنگوں میں بھی کرتے تھے۔ آپؐ ہر موقعہ پر لوگوں میں موجود ہوتے تھے۔ آپ ایک عملی انسان تھے۔ ہر عمل پر پہلے خود کرتے پھر دوسروں کو یہ عمل کرنے کی تعلیم دیتے۔ عام لوگ آپ سے گھل مل کر بات

Marfat.com

کر سکتے تھے۔ حضور ﷺ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کی نظر میں رہتے تھے۔ حضور ﷺ سے سب کا ذاتی رابطہ بہت آسان تھا۔ وہ ہر شخص کی پہنچ میں تھے وہ ماہر نفسیات کے ہر وقت ملاقات اور رابطہ ان کی سیرت اور قیادت کا ایک انمول حصہ تھا۔ اسی لیے ان کو ماننے والوں کا کام آسان ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں فرمایا:

مومنو! تم کو اللہ کے پیغمبر میں ایک مکمل مثال پیروی کی میسر ہے۔

اس کو کوئی شک نہیں کہ اللہ کے آخری پیغمبر حضور ﷺ وہ کامل ہستی ہیں جو اللہ نے زمین پر نازل فرمائی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرائض پورے خشوع و خضوع سے ادا کیے۔ انھوں نے اس کے علاوہ انسانوں پر عائد فرائض بھی پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کیے۔ ان کا کردار بہترین اور بے مثال تھا۔ ایک بچہ جو کبھی بکری چرانے والا تھا۔ مزدوری کرنے والا تھا۔ تجارت کرنے والا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے معلم بن گیا۔ ایک کامیاب سپہ سالار بن گیا۔ کمانڈر انچیف بن گیا۔ ایک فاتح بن گیا۔ سب سے بڑا دنیا کا جسٹس بن گیا۔ ایک منتظم اعلیٰ بن گیا۔ سربراہ مملکت بن گیا۔ اپنی جماعت کا امام بن گیا۔ غریبوں کا مددگار بن گیا۔ بیواؤں اور یتیموں کا والی وارث اور حامی و ناصر بن گیا۔ غلاموں کا نجات دہندہ بن گیا۔ حضور ﷺ بے مثال تھے۔ آپ کا کوئی ثانی پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ حضور ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ انھوں نے ماہر نفسیات بن کر ہر وہ کام کیا جس میں اللہ کی رضا تھی، ہر مشکل وقت میں ایسے سرخرو ہو کر کام کیا کہ سارے لوگ عش عش کرا ٹھے۔ آپ ﷺ کے ایک ایک واقعے پر کئی مختلف زاویوں سے کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت ہزاروں، لاکھوں کتابیں ان کے مختلف واقعات پر لکھی جاتی رہا کریں گی۔ اللہ کے بعد بس صرف اور صرف ہمارے حضور ﷺ سب سے افضل ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حجر اسود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسیاتی کردار

اہل قریش کی عزت اور توقیر صرف اسی وجہ سے تھی کہ اہل قریش خانہ کعبہ کے متولی اور پڑوسی تھے، اُن کا جاہ وجلال عزت وعظمت، سرداری اور برتری خانہ کعبہ کی وجہ سے ہی تھی، حالانکہ حجر اسود کے واقعہ پر وہ دین ابراہیمؑ سے کوسوں دور جا چکے تھے۔ مگر اس کی عظمت اور تقدس کے وہ اب بھی قائل تھے۔ وہ اس کی رکھوالی کرتے تھے، خدمت کرتے تھے، حفاظت کرتے تھے، اہل قریش کی آن بان خانہ کعبہ سے ہی منسلک تھی۔

خانہ کعبہ کے اردگرد پہاڑیاں ہیں، درمیان میں ایک خوبصورت گول مٹول میدان ہے۔ (اب اس کے چاروں طرف تاحد نظر حرم شریف ہی نظر آتا ہے)۔ اُس وقت جب کبھی بارانِ رحمت برستی تو اردگرد کا پانی پہاڑیوں سے میدان میں جمع ہو جاتا تھا۔ اس پانی کو روکنے کے لئے ایک سردار ''عامر الجادر'' نے ایک دیوار بنادی تھی اور آنے جانے کے لئے دروازے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ طوائف اور عمرہ اس چار دیواری کے اندر ہی ادا کیا جاتا تھا۔ ایک بار بہت زیادہ بارش ہوئی اور بارش کا پانی میدان میں اکٹھا ہو گیا۔ جس سے خانہ کعبہ کی دیواروں کو نقصان پہنچا اور ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں اس سے خانہ کعبہ کی دیواریں نہ گر جائیں۔

اُس وقت خانہ کعبہ کی چھت نہیں ہوتی تھی، اندر جانے کے لئے ایک دروازہ تھا، جو استعمال ہوتا تھا۔ یہ دیواریں پتھروں کے ٹکڑوں سے بنائی گئیں تھیں۔ سیلابی پانی سے خانہ کعبہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں تھیں۔ اب قریش خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کے بارے میں سوچ بچار کرنے لگے تھے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُن ہی دنوں میں رومیوں کا ایک تجارتی جہاز شعیبہ کی بندرگاہ کے قریب ریت میں پھنس گیا تھا۔ اہل قریش نے اس پرلدی ہوئی خوبصورت لکڑی خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے خرید لی اور اُسے مکہ لے آئے۔ جب خانہ کعبہ کی دیواروں کو گرانے کا مسئلہ ہوا تو وہ سب یعنی اہل قریش گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو گئے کہ

Marfat.com

کہیں دیواروں کو گرانے پر ان پر عذاب الٰہی نہ نازل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے والد کے ماموں "ابو وہب بن عمرو" اپنی جگہ سے اُٹھے اور ایک ڈھیلا سا پتھر دیواروں میں سے لے کر آ گئے اور سب کو پتھر دکھایا اور پھر اُس پتھر کو اپنی اصلی جگہ پر دوبارہ رکھ کر وہاں پر سب جمع ہونے والوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

اے اہل قریش اس گھر کی تعمیر کے لیے اپنی حلال کی کمائی سے حصہ ڈالو۔

اس میں کسبیوں کی کمائی نہ ڈالو۔

اس میں سود کی کمائی نہ ڈالو۔

اس میں ظلم سے حاصل کیا ہوا مال نہ ڈالو۔

قریش نے اُن کی آواز پر پُر جوش تائید کی۔ سب نے اپنی حیثیت کے مطابق حصہ ڈالا مگر پھر بھی وہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو گرانے کے لیے آمادہ نظر نہ آ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر "ولید بن مغیرہ" نے کدال پکڑی اور کہا ہم خیر کے علاوہ کچھ اور نہیں چاہتے۔ پھر اُس نے کدال سے دیوار سے چند پتھر اُکھاڑ دیے۔

قریش پھر بھی اپنا خوف دور نہ کر سکے' انھوں نے ایک رات انتظار کیا۔ صبح جب انھوں نے دیکھا "ولید بن مغیرہ" صحت مند اور تندرست رہے ہیں اور ان کا کچھ بھی بگڑا نہیں ہے تو اہل قریش نے ان کے ساتھ خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے اس کی دیواروں کو گرانے میں مشغول ہو گئے اور سب نے کام آپس میں بانٹ لیا۔ اور دل و جان سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر میں تن من دھن سے کام کرنے لگے۔ انھوں نے ابراہیمی بنیادوں پر نئی دیواریں بنانا شروع کر دیں۔

اہل قریش تجارت کے سلسلے میں یمن، تیرہ اور شام کے اکثر سفر کرتے رہتے تھے، وہاں انھوں نے مختلف مذہبوں کی شاندار عمارتیں دیکھی ہوئیں تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ خانہ کعبہ بھی خوبصورت اور شاندار بنے۔ جس سے اُن کی عظمت کو بھی چار چاند لگیں اور وہ دنیا میں سرفراز ہوں۔ تجارت کرنے کی وجہ سے کچھ قریش مالدار ہو گئے تھے اور انھوں نے اچھے مکانات بنانے شروع کر دیے تھے۔ لکڑی کا کام کرنے والے لوگ بھی یہاں پر موجود تھے۔ انھوں نے اپنے مکان بنوانے کے لیے باہر سے ماہرین بھی منگوائے تھے۔

سب ماہرین نے خانہ کعبہ کے کام اور اس کی تعمیری سامان کو دیکھ کر فیصلہ کیا کہ حرم شریف کی کرسی

Marfat.com

پہلے سے اونچی کردی جائے تا کہ سیلاب کا پانی آئے بھی تو خانہ کعبہ کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ پہلے دیواریں نو ہاتھ اونچی تھیں۔ اب اٹھارہ ہاتھ اونچی کردی گئیں اور اب اس پر چھت بھی ڈالنی تھی۔ خانہ کعبہ کے اندر چھ ستون بنائے گئے اور سیڑھی بھی اندر ہی بنائی گئی تا کہ باہر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو۔ چھت میں جگہ چھوڑ کر روشن دان بھی بنایا گیا تا کہ ہوا اور روشنی اندر آسکے۔

جب یہ سارا پلان بن گیا تو مکہ کے سارے قریش اس کام کی تعمیر میں لگ گئے۔ سب لوگ ارد گرد کے پہاڑوں سے پتھر اُٹھا اُٹھا کر لانے لگے' کوئی گارا بنانے لگا کوئی پتھر جمانے میں مصروف ہو گیا۔ کوئی بھی اس کام میں پیچھے نہ رہنا چاہتا تھا۔ جب دیواریں حجر اسود کی اونچائی تک یعنی جس جگہ حجر اسود کو نصب کرنا تھا' پہنچ گئیں تو یہ جھگڑا پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ بنو''عبدالدار''،''بنو اسد'' اور بنو عدی نے مطالبہ کر دیا تھا کہ حجر اسود کو ہم رکھیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ آپ ﷺ پتھر اُٹھا کر لاتے رہے تھے۔

مکہ کے قریش پانچ روز سے آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ قریش کے سارے قبیلے دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ یہ سب مرنے مارنے پر تل گئے تھے، ان کی تلواریں نیاموں سے باہر آ چکی تھیں، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے، لگتا تھا جیسے خانہ جنگی اب ہونے ہی والی ہے۔ ایسے میں ''ابواُمیہ بن مغیرہ'' دونوں گروہوں کے درمیان آگئے۔ وہ قریش میں بزرگ تھے، چھوٹے بڑے سب ان کی عزت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا:

میرے بھائیو! عزت اور سرداری میں تم سب ہم مرتبہ ہو۔ آپس میں لڑنے سے پرہیز کرو۔ باہمی نفرت اور دشمنی کی آگ کو ہوا نہ دو۔ عقل و ہوش سے سب کام لو۔ اور باب بنو شیبہ سے جو پہلا قریش خانہ کعبہ کی حدود میں داخل ہو' اُس پر یہ سارا فیصلہ چھوڑ دو۔ سب نے ان کی تجویز مان لی پھر بھی دھڑکا رہا کہ اگر کوئی ایسا فیصلہ ہو گیا جو اُن کے شایان شان نہ ہوا تو عین ممکن ہے کہ مسئلہ حل ہونے کی بجائے اور زیادہ بگڑ جائے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان سب کو مطمئن کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جاہلیت کا دور تھا' بات بات پر قتل و غارت شروع ہو جاتی اور پھر یہ قتل و غارت ختم ہونے کا نام نہ لیتی۔ پانچ روز سے یہ جھگڑا اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے' اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا۔ ''باب بنو شیبہ'' سے جو پہلا قریش حرم کی چار دیواری میں سے اندر داخل ہوا وہ محمد حضور ﷺ بن عبداللہ ہی تھے۔ اُس وقت آپ ﷺ پینتیس سال کے

Marfat.com

ہو چکے تھے۔ انھوں نے یہ سارا عرصہ مکہ کے لوگوں میں ہی بسر کیا تھا۔ اُن کی نیکی اور شرافت کے چرچے عام تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی سب مطمئن ہو گئے۔ سب نے ایک زبان ہو کر اعلان کر دیا کہ وہ جو بھی فیصلہ کریں گے ہم سب منظور کریں گے۔ کیونکہ وہ ''امین'' ہیں۔ امین کا مطلب ہے حق ادا کرنے والا۔ جس کا جو حق ہے اُسی کو دینے والا۔ ایسا انصاف کرنے والا جس پر سب کو اعتماد ہو۔

تبھی تو آپ ﷺ کو دیکھ کر ایک چلایا

یہ تو امین آ گئے۔

یہ تو محمد ﷺ ہیں دوسرے نے آواز لگائی۔

تیسرے نے کہا اب انصاف سب کو مل جائے پھر سب یکبار پکار اُٹھے۔

''یہ جو فیصلہ کر دیں ہمیں منظور ہے''۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ایک چادر لائی جائے، انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ حضور ﷺ کے کہنے پر چادر زمین پر بچھا دی گئی، جب چادر بچھا دی گئی تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اُٹھایا اور چادر کے درمیان رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے سب سرداروں کو اور باقی لوگوں کو جو وہ اُس وقت موجود تھے۔ چادر پکڑ کر اُٹھانے کا حکم دیا۔ اسی طرح وہ سب چادر اُٹھا کر اس کو خانہ کعبہ کی دیوار کے قریب لے گئے۔ جہاں پر اس کو نصب کرنا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں چادر اوپر اٹھانے کا حکم دیا۔ جب چادر حجر اسود کے لیے مخصوص بلندی تک اوپر اُٹھ گئی تو آپ ﷺ نے حجر اسود اُٹھا کر اس کی مقررہ جگہ پر نصب کر دیا۔ سارے سردار اور اُن کے قبیلے خوش ہو گئے۔ خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت اسی نقشہ کے مطابق ہے اس میں صرف اتنی تبدیلی کی گئی ہے کہ اندر کے چھ ستونوں کی بجائے چھت کے نیچے اب تین ستون ہیں۔ یہ تبدیلی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کی تھی۔

میری جان فدا ہو پیارے رسول اللہ ﷺ پر انھوں نے ایسا نادر فیصلہ کیا۔ جس کی اُس وقت کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ نفسیات انسانی کردار کا مطالعہ کرتی ہے پھر بھی آپ ﷺ اُس وقت کے معاشرے کے لوگوں کو اچھی طرح جانتے تھے اور سمجھتے تھے۔ اُن کے کردار کی شان اور آن تھی کہ وہ جیسے ہی خانہ کعبہ کی حدود میں داخل ہوئے سب لوگوں کے چہرے کھل اُٹھے اور وہ سمجھ گئے کہ اب بات بن جائے گی۔ آپ

Marfat.com

ﷺ نے اُس وقت کے سرداروں اور اُن کے قبیلے کے لوگوں کے کردار کا کتنا اچھا جائزہ لیا ہوا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ غلط فیصلے سے خون خرابہ ہوگا اور یہ خون خرابہ مدتوں جاری رہے گا۔ مگر آپ ﷺ نے انسانی کردار کے مطالعہ سے آپ نے اتنا بڑا مسئلہ چٹکیوں میں حل کر دیا۔ بڑے سے بڑا نفسیات دان نہ اس طرح کی بات کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ اتنا اعلیٰ پائے کا سوچ سکتا ہے۔ اس سے صرف ایک ہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ انسانی کردار کو اور اس کی جزئیات کو احسن طریقے سے جانتے تھے۔ وہ ہر انسان کی بات سنتے تھے۔ سوچتے تھے پھر اُس کو قائل کرتے تھے۔ اُس کے کردار کے مطابق ہی آپ ﷺ بات کرتے تھے اور ہر مسئلے کا حل ایسے نکالتے تھے کہ انسانی عقل و شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ نے اس فیصلہ سے نہ صرف مکہ کے لوگوں میں خانہ جنگی کو ہونے سے بچایا بلکہ سب مطمئن اور مسرور ہو گئے۔ اس سے صرف ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ سے بڑا کوئی ماہر نفسیات ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضور ﷺ کا قوم سے پہلا خطاب اور نفسیاتی برتری

جب پیارے محمد ﷺ چالیس سال کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پہلی وحی نازل کی۔ شروع شروع میں آپ تبلیغ کا کام خاموشی سے ملنے جلنے والوں میں کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اب اپنی نبوت کا اور اسلام کا پرچار کھلے بندوں کیا کریں۔

میں فدا ہو جاؤں اپنے پیارے محمد ﷺ پر کہ آپ نے پہلا کھلا خطاب ایسے طریقے سے کیا کہ لوگوں کے دلوں میں کفر کی دیواروں میں دڑاریں پڑھ گئیں۔

آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر کہا:

"ہائے صبح کی آفت" اُس وقت مکہ میں رواج تھا کہ جب کوئی خبر سنانی ہوتی یا کسی نے کوئی خاص بات کرنی ہوتی جو مکہ کے رہنے والوں کی دلچسپی کا باعث ہوتی تو بات کرنے والا کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز میں یہ ہی پکارتا ہائے صبح کی آفت۔ لوگ کام چھوڑ کر کوہ صفا کے قریب پہنچ جاتے جو خود نہ آسکتے وہ اپنی جگہ کسی نہ کسی کو بھیج دیتے تاکہ وہ خاص خبر سے آگاہ ہو سکیں۔ صفا کی پہاڑی مکہ کے مرکز میں واقعہ ہے آپ کی آواز ہوا کے دوش پر گھر گھر اور گلی گلی پہنچ گئی۔ لوگ صبح سویرے آواز سنتے ہی صفا کی پہاڑی پر جوق در جوق آنے شروع ہو گئے جب مکہ کی آبادی کی کثیر تعداد جمع ہو گئی تو آپ نے اہل مکہ کو مخاطب ہو کر کہا

اے اہل مکہ مجھے آپ نے کیسا پایا ہے سب نے یک زبان ہو کر کہا ہم نے آپ کو صادق اور امین پایا ہے۔ آپ نیک اور صالح انسان ہیں آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

Marfat.com

آپ سے کسی کو کسی قسم کو تکلیف نہیں پہنچی۔ آپ سب کے دوست' ہمدرد اور غمگسار ہیں۔ ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ آپ ﷺ نے اس پر پھر کہا کہ میں کوئی بھی بات کروں تو تم سب اس پر یقین کر لو گے۔ لوگوں نے کہا ضرور کریں گے۔ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ میں اگر کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک بھاری لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم سب یقین کر لو گے اور میری بات کو سچ مان لو گے۔ بالکل سچ مانیں گے۔ کیوں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا وہاں پر آئے ہوئے سب لوگوں نے ایک زبان ہو کر جواب دیا تو پھر میری بات غور سے سنو۔ میں آپ سب کو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ تم سب اپنی جانوں کو اس عذاب سے بچانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا بس اُس روز میرے رشتے دار صرف متقی اور پرہیزگار لوگ ہی ہوں گے ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے پاس تو نیک عمل ہوں اور تم سب دنیا کا وبال سروں پر اُٹھائے ہوئے حاضر ہو۔ اُس وقت تم مجھے آوازیں دو گے اے محمد ﷺ مگر میں مجبور ہوں گا۔ تمہاری طرف سے منہ پھیروں گا۔ میرا اور تمہارا خون کا رشتہ ہے اس لیے اس دنیا میں تمہارے ساتھ میں صلہ رحمی کروں گا۔ اللہ نے مجھے قریبی لوگوں کو عذاب سے خبردار کرنے کا حکم دیا ہے اور تم قریش میرے قریبی ہو۔ اگر تم لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ تو میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی شہادت دوں گا۔ آپ ﷺ کا اہل قریش سے پہلا کھلا خطاب تھا۔ آپ نے بڑی پُر اثر تقریر کی تھی۔ آپ نے ماہر نفسیات کی طرح اُن سے خطاب کیا تھا آپ نے اصل بات اسلام کی تبلیغ کرنے سے پہلے یہ کہی تھی۔ بتاؤ مجھے آپ سب اہل قریش نے کیسا پایا اسلام کی تبلیغ کرنے سے پہلے آپ نے اپنی اہمیت اپنی شرافت اپنی دیانت اور اپنی صداقت پر اہل قریش سے مہر لگوالی تھی۔ اہل قریش نے یک زبان ہو کر کہا تھا کہ آپ صادق و امین ہیں۔ ہمیں آپ کی ہر بات پر اعتبار ہے پیارے محمد ﷺ کی شان دیکھیے۔ آپؐ نے پہلے اپنے سچا ہونے کا اُن سب سے قرار کروالیا اور یہ ثابت کر دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں وہ سب کچھ سچ ہوتا ہے جب سب نے یہ ساری باتیں مان لیں تو پھر ایک زیرک اور دانا کی طرح آپ نے اسلام کی طرف آنے کے لیے سب کو کہا۔ آپ نے اُن کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ دیکھو میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں روز حشر سے ڈرانے والا ہوں آؤ میری طرف اور میرے رب

Marfat.com

کی طرف۔

انسانی فطرت ہے کہ وہ جو کچھ اپنے اردگرد ماحول میں دیکھتا ہے یعنی اُس وقت جو کچھ بھی رہنے سہنے کے طریقے ہوں یا اردگرد کا مذہبی ماحول ہو جو مذہب صدیوں سے ان کے آباؤ اجداد میں سے ہوتا ہوا آتا ہے اکثریت وہی مذہب اختیار کر لیتی ہے بہت کم انسان ایسے ہوتے ہیں جو مذہب کو پرکھ کر اور سوچ سمجھ کر اس کو اختیار کرتے ہیں۔قریش کا مسئلہ بھی یہی تھا وہ سمجھ گئے تھے کہ آپ سچ بولتے ہیں۔آپ کی باتوں میں وزن ہے مگر یہ سب اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑنے پر تیار اس وقت ہو نہ پائے۔یہ بارش کا پہلا قطرہ تھا جو اُن پر گرا تھا اُن کا دل گواہی دیتا تھا کہ آپ سچے ہیں مگر معاشرتی ماحول اور مذہبی ماحول اور اپنی انا کا خیال کرتے ہوئے اہل قریش انکار کر رہے تھے۔آپ ﷺ نے بطور ماہر نفسیات یہ بات منوالی تھی کہ میں سچا ہوں، میں کھرا ہوں۔میں امین ہوں میں صادق ہوں ایک رب کی عبادت کرتا ہوں میں کہتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔آپ ﷺ کے خطاب یعنی بارش کے پہلے قطرے نے ان سب کو باور کروا دیا تھا کہ بارش آنے والی ہے۔سب اس سے فائدہ اُٹھاؤ یعنی سب مسلمان ہو جاؤ۔اس کے بعد آپ کا چرچا گھر گھر گلی گلی اور خانہ کعبہ میں بیٹھنے والے قریش کے سرداروں میں ہونے لگا۔اس خطاب کے بعد وہ آپ سے خوف زدہ ہو گئے اور آپ ﷺ کو نعوذ باللہ جادوگر کہنے لگے، مگر آپ نے اسلام کی دعوت کو جاری رکھا اور نفسیاتی برتری سب پر برقرار رکھی۔

کوئی بھی کسی مجلس میں اپنی بات منوانا چاہتا ہے تو وہ دو طرح سے اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے ایک تو اگر اُس میں قابلیت ہے تو لوگ اس کی بات ماننے کو جلد تیار ہو جاتے ہیں لیکن اگر اُس میں قابلیت نہیں ہے مگر اُس کی بات میں وزن ہے تب بھی لوگ اُس کی بات نہیں مانتے۔لیکن آپ ﷺ کا معاملہ اُلٹا تھا آپ میں قابلیت بھی تھی اور اہلیت بھی تھی آپ کو وہ صادق اور امین بھی مانتے تھے۔صرف اور صرف اپنے سسٹم اور رواج کی وجہ سے ٹال مٹول کر رہے تھے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے چند سالوں میں اہل قریش کی ہی نہیں سارے عرب کی ہی کایا پلٹ دی۔صرف ۲۳ سالوں میں سارے عرب میں اسلامی انقلاب برپا ہو گیا۔یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور آپ ﷺ کی عملی تدابیر سے ہی ممکن ہوا۔یہ ساری تدابیر آپ ﷺ نے

Marfat.com

بطور ماہر نفسیات دان کی تھیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور مدد بھی شامل تھی۔

اس واقعہ سے ایک بات واضح ہوگئی کہ مکہ کے گئے گزرے ماحول میں بھی حضور ﷺ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ پورے شہر میں جو عزت و وقار حضور ﷺ کے حصے میں آیا تھا اُن کے سرداروں میں بھی وہ عزت و وقار نہ تھا۔ ہر فرد کی حضور ﷺ کے لئے دل اور گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ یہ عزت اور وقار دولت و ثروت کے لئے نہ تھا نہ ہی کوئی بزرگی کے لئے تھا بلکہ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق کے وجہ سے ہی تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اُس وقت اہل مکہ کی امانتیں حضور ﷺ کے پاس ہی جمع ہوا کرتی تھیں۔ پورے شہر کو حضور ﷺ پر پورا پورا اعتماد تھا۔ وہ اپنی امانتیں رکھواتے وقت نہ کوئی رسید لیتے تھے اور نہ ہی کوئی اُس وقت پاس بک ہوتی تھی جس میں امانتوں کا اندارج ہو سکے۔ بس یہ سارے کام حضور ﷺ کے امین اور اخلاق کی وجہ سے ہی ہوتا تھا۔ مکہ کی سب سے بڑی مال دار عورت نے جب حضور ﷺ کی اہل مکہ سے تعریف سُنی تو نہ صرف حضور ﷺ سے اپنا کاروبار کروایا بلکہ مال دار عورت کو پہلے سے زیادہ منافع ہوا۔ اُس وقت مال دار عورت بے شک بیوہ تھیں لیکن ہر امیر آدمی پھر بھی ان سے شادی کا خواہش مند ہو سکتا تھا مگر اس پاک باز اور اعلیٰ کردار کی عورت نے آپؐ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر نکاح کا پیغام بھیجا اور پھر شادی ہوگئی۔ یہ اہل بصیرت مالدار نیک وصالح عورت حضرت خدیجہؓ تھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب سے پہلے عورتوں میں مسلمان ہوئیں تھیں اور پھر اس کے بعد ہر وقت ہر لمحے حضور ﷺ کی دل جوئی کرتی رہتی تھیں۔ ایسے میں اہل مکہ نے دیکھا کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی ساری دولت اسلام کی راہ میں دل و جان سے صرف کردی۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی قوم سے پہلے خطاب میں ہی نفسیاتی برتری قائم کرلی اور پھر یہ برتری ہمیشہ کے لئے برقرار رہی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ارکان اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسیاتی تعلق

آج تک جتنے بھی مذہب مختلف علاقوں میں مختلف حالات میں مختلف صورت حالتوں میں مختلف مواقعوں میں معرض وجود میں آئے ہیں ان میں کوئی بھی مکمل ضابطہ حیات کے طور پر اپنا لوہا نہ منوا سکے جس کے نتیجے میں ایک مذہب کا اختتام ہوا تو دوسرا مذہب معرض وجود میں آ گیا لیکن اسلام واحد دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کا کوئی ثانی نہیں اس کی نظیر سارے عالم میں آپ کو نہ ملے گی۔ یہ واحد مذہب ہے جو کسی دوسرے مذہب میں جذب نہیں ہوسکتا اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہوگا۔ آپ دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مذاہب مختلف اوقات میں یا تو ختم ہوگئے یا پھر وہ دوسرے مذاہب میں شامل ہو کر ختم ہوگئے۔

آپ جدید دور کی ہی مثال لے لیں۔ ہندوستان کی تہذیب ہزاروں سال پرانی ہے اس میں مختلف مذاہب آئے اور وہ سب ہندوازم میں مل گئے۔ مگر اسلام ہندوستان کے کسی بھی مذہب میں ضم نہ ہوسکا بلکہ اس نے اپنی حیثیت نہ صرف برقرار رکھی بلکہ اس کی حیثیت میں یہاں بھی چار چاند لگ گئے۔

اسلام کے ارکان اسلام جو اسلام میں ریڑھ کی ہڈی رکھتے ہیں اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا کے اکثر انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب و کامران ثابت ہوئے۔ ارکان اسلام سے عام مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں نے بھی ان سے فائدہ اٹھایا۔

ارکان اسلام کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے بعد دنیا میں کسی اور مذہب کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ارکان اسلام پر عمل کرنے سے عام مسلمان کو سیدھا جنت حاصل کرنے کا نہ صرف

Marfat.com

راستہ مل جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جس بندے نے ارکان اسلام کو دل وجان سے مانا اور اس پر عمل کیا ہے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ ایسے میں فرشتے جوش اور جذبے کے ساتھ اُس بندے کا جنت میں ایسے استقبال کرتے ہیں جیسے دنیا میں کسی بہت بڑے بادشاہ کا استقبال ہوتا ہوا ہم دیکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسلام کی بنیاد ارکان اسلام پر ہے'' اگر آپ کی بنیاد مضبوط ہے تو اس پر آپ خوبصورت اور عالی شان عمارت بنا سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام جو بتائے، وہ یہ ہیں۔

۱۔ توحید

۲۔ نماز

۳۔ روزہ

۴۔ زکوٰۃ

۵۔ حج

ارکانِ اسلام عام انسان کے لیے ایک جامع اور مکمل قانون ہے۔ اس میں ہر بات کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی توحید کی تعلیم میں نہایت غیور ہے اور اللہ کبھی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والا کسی اور چوکھٹ پر جھکے یا اُس کی راہ دیکھے۔ مسلمانوں کے لیے اخلاقی، عملی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی مسائل کے حل کے لیے صرف اللہ کی چوکھٹ ہی کافی ہے۔ اسلام اپنے اندر کامل ترین قانون رکھتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ دنیا کا آخری مذہب نہ ہوتا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اس موضوع پر آپ کو بے شمار کتابیں پڑھنے کو ملیں گی۔ ہم توحید کا سیدھا سادہ مطلب بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ توحید سے مراد یہ ہے کہ " یکتائی وحدت" واحد ہونا، علم الکلام کی اصلاح میں اللہ تعالٰی کی ذات کا ہر طرح کے شرک سے پاک ہونا۔ اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ یعنی اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرقہ معتزلہ کے نزدیک محض توحید ہی بنیادی عقیدہ ہے۔ قرآن مجید میں خدا کے واحد ہونے کا بیان کئی مقامات پر آیا ہے لیکن لفظ توحید کہیں نہیں آیا۔ مثلاً

> "اور لوگو! تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس بڑے مہربان والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" (۲:۱۶۴)

علماء دین اس بات پر متفق ہیں کہ توحید کے معنی اللہ کو ایک ماننا اور اس پر ایمان لانے کے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔ ابن خلدون کے نزدیک توحید کے بارے میں فقط ایمان یا تصدیق کافی نہیں بلکہ دل میں ایک ایسی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہے جس سے انسان بے اختیار اللہ کی ذات، صفات اور افعال کو یکتا مان لے، سب کچھ اللہ کو ہی سمجھے۔

توحید اور ایمان کے پانچ کلمے

۱۔ کلمہ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ

Marfat.com

کے رسول ہیں''۔

۲۔کلمہ شہادت

اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّد عَبدُہُ وَ رَسُوْلُہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں''۔

۳۔کلمہ تمجید

سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ
وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم

''اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کی توفیق نہیں مگر اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو بہت بلند عظمت والا ہے''۔

۴۔کلمہ توحید

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا وَحدَہُ لَا شَرِیکَ لَہُ المُلکُ وَلَہُ الحَمدُ وَ ھُوَ عَلٰی
کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، بڑے جلال اور بزرگی والا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

۵۔کلمہ استغفار

اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ اَذنَبتہ عَمَدً اَوخَطَاءً سِرًّا اَو

Marfat.com

عَلانِيَةً وَ اَتُوبُ اِلَيهِ مِنَ الذَّنبِ الَّذِى اَعلَمُ وَمِنَ الذَّنبِ الَّذِى لَآ اَعلَمُ اِنَّكَ اَنتَ عَلَّامُ الغُيُوبِ وَ سَتَّارُ العُيُوبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوبِ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيمِ

''میں اپنے پروردگار اللہ سے معافی مانگتا ہوں ہر اس گناہ کی جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر، چھپ کر کیا یا ظاہر ہو کر۔ اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس گناہ کی جسے میں جانتا ہوں اور اس گناہ کی بھی جسے میں نہیں جانتا۔ (اے اللہ!) بیشک تو غیبوں کا جاننے والا، عیبوں کا چھپانے والا اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے جو بہت بلند عظمت والا ہے۔''

۶۔ کلمہ ردکفر

اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوذُبِكَ مِن اَن اُشرِكَ بِكَ شَيئًاوَّ اَنَا اَعلَمُ بِهِ وَاَستَغفِرُكَ لِمَا لَآ اَعلَمُ بِه تُبتُ عَنهُ وَتَبَرَّاتُ مِنَ الكُفرِ وَالشِّركِ وَالمَعَاصِى كُلِّهَا وَاَسلَمتُ وَاٰمَنتُ وَاَقُولُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

''میں اپنے پروردگار اللہ سے معافی مانگتا ہوں ہر اس گناہ کی جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر، چھپ کر کیا یا ظاہر ہو کر۔ اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس گناہ کی جسے میں جانتا ہوں اور اس گناہ کی بھی جسے میں نہیں جانتا۔ (اے اللہ!) بیشک تو غیبوں کا جاننے والا، عیبوں کا چھپانے والا اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے جو بہت بلند عظمت والا ہے اور میں اسلام لایا اور میں کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

اس کے بعد آیات کرسی میں اللہ تعالیٰ اپنی صفت یوں بیان فرماتا ہے۔

''اللہ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا

Marfat.com

تھامنے والا ہے، ... نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے اور جو اس کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے، مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے، وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے''۔
(سورۃ البقرۃ: ۲۵۵)

اگر آپ اوپر دیے گئے پانچ کلمے اور آیت الکرسی پڑھ لیں اور اس پر صدقِ دل سے ایمان لا کر عمل زندگی بسر کریں تو ارکانِ اسلام کا پہلا رکن توحید پورا ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے آپ کا مضبوط عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی مبارک ذات ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ دو اسلام کی بنیادی باتیں ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلو۔

آپ ان کلموں کا دل سے زبان سے اقرار کرتے ہوئے آگے کی جانب منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ آپ کے دل میں توحید کی شمع جل اُٹھتی ہے۔ پھر آپ پروانے کی مانند توحید کا پرچم بلند کرتے ہوئے جل مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایسا اعلیٰ نفسیاتی کردار کلمے پر ایمان لانے کے لیے کیا ہے کہ ہر انسان جب تک وہ زندہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر بلند کرتا رہے گا اور اُس کا ایمان تازہ رہے گا۔ وہ ہر آن ہر وقت اللہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیروکار ہونا قابلِ فخر سمجھے گا۔

مختلف اسلامی فرقوں نے علم توحید کی طرح طرح کے دلائل سے توضیح کی ہے۔

پہلی دلیل تو یہ ہے کہ کسی بھی نظام کار کے لیے حاکمیت اعلیٰ کا واحد اور غیر منقسم ہونا ضروری ہے۔ کسی ایسی تنظیم کا تصور بھی محال ہے جہاں دو یا دو سے زیادہ صاحب اقتدار

Marfat.com

ہوں۔ اگرچہ جمہوریت حکومت کا حق بہت سے لوگوں کو سونپ کر دیتی ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ عامل بھی بہت ہوں یقیناً انہیں ایک نہ ایک عامل کی انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ:

''ایک اور اہم پہلو اس کائنات کے مختلف اجزء کا باہمی توافق اور باہمی سازگاری ہے۔ اسی طرح کی موافقت جیسی کہ زوجین میں نظر آتی ہے۔ ٹھیک یہی حال اس کائنات کے تمام اجزائے مختلف کا ہے۔ زمین و آسمان، شب و روز، گرمی و سردی۔ نور و ظلمت، حرارت اور ٹھنڈک سب زوجین کا اختلاف اور سب ان ہی کا سا اتصال رکھتے ہیں۔

توافق کا یہ پہلو صرف زوجین میں ہی نہیں بلکہ اس کائنات کے نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایک ہمہ گیر، توافق اور سازگاری ہے۔ ہر چیز اپنی ہستی کی بقاء اور اپنے وجود کی نشوونما کے لیے اس بات کی محتاج ہے کہ یہ پورا کارخانہ اس کے لیے سرگرم ہے۔ گندم کا ایک پودا وجود میں آ کر اس وقت اپنے کمال تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کائنات کے تمام عناصر، اس کی پرورش و نگہداشت میں اپنا اپنا حصہ پورا نہ کریں۔ زمین اس کے لیے گہوارہ مہیا کرے، ابر اس کے لیے رطوبت فراہم کرے، سورج اس کو گرم رکھے، شبنم اس کو ٹھنڈک پہنچائے، ہوائیں اس کو لوریاں دے اور جب یہ سب کچھ ایک نظم و ضبط کے ساتھ ہو تب گندم کا ایک دانہ کھیت سے خرمن تک پہنچتا ہے یہی حال دنیا کی ایک ایک چیز کا ہے۔

جو انسان اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ زمین و آسمان اس کے لیے ایک طے شدہ طریقہ کار کے ذریعے آپس میں ہم آہنگی کے ساتھ اس کی خدمت میں سرگرم ہیں۔ زمین اس کے لیے بستر کی طرح بچھی ہوئی ہے اور آسمان چھت بن کر اس کی خدمت کر رہا ہے۔ پھر آسمان سے پانی برستا ہے اور پھر زمین اس سے پھل پیدا کرتی ہے اور وہ پھل انسان کے لیے لذت اور اُس کی زندگی کے لیے بقاء کا کام کر رہا ہے۔ ایسے میں انسان کیسے تصور کر سکتا ہے کہ آسمان کے دیوتا الگ ہیں اور زمین کا دیوتا الگ ہیں۔ بارش کوئی لاتا ہے، پھل کوئی لاتا ہے۔ ان سب میں بس

Marfat.com

ایک ہی قوت کارفرما ہے۔ وہ قوت، تدبر، حکمت و رحمت کے ساتھ ایک خاص مقصد کے لیے انسان کی حفاظت کر رہی ہے۔

جب انسان فطرت کے نظاروں کو دیکھے گا وہ یہ کیسے یقین کرے گا کہ یہ تمام یونہی اتفاقی طور پر وجود میں آگئے یا مختلف دیوتاؤں نے باہمی صلاح و مشورے کے ساتھ انہیں پیدا کیا؟

اسلام میں توحید خالص کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

"کہہ اللہ کی ذات واحد ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (اسے کسی کا احتیاج نہیں) نہ تو کوئی اس سے پیدا ہوا اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی ہستی اس کے درجہ اور برابر کی ہے" (۱۱۲: ۱ تا ۴)

قرآن کہتا ہے کہ خدا حسن و خوبی کی ان تمام صفتوں سے جو انسانی فکر میں آسکی ہیں' متصف ہے، وہ زندہ ہے، قدرت والا ہے، پالنے والا ہے، رحمت والا ہے، دیکھنے والا ہے، سننے والا ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔ لیکن یہ بھی صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس سے مشابہہ کوئی چیز نہیں جو تمہارے تصور میں آسکتی ہو۔ اُس کی کوئی مثال نہیں۔ تمہاری نگاہیں اُسے پا ہی نہیں سکتیں۔ اس کی تخیل سے بھی مثالیں نہیں گھڑی جاسکتیں۔ یہ توحید خالص ہے۔ یعنی اللہ ہر چیز سے پاک ہے۔ اس کا کوئی ثانی ہی نہیں ہوسکتا۔

بقول مولانا ابوالکلام آزاد" قرآن کے تصور الٰہی کا فی الحقیقت اس راہ کی تمام درماندگیوں کا حل ایک ہی ہے اور ساری عمر کی سرگردانیوں کے بعد بالآخر اسی منزل پر پہنچ کر دم لینا پڑتا ہے۔ انسانی فکر جتنی بھی کاوشیں کرے اس کے سوا کوئی حل پیدا نہیں کر سکے گا۔ یہاں تک ایک طرف بام حقیقت کی بلندی اور فکر کوتاہ کی نارسائیاں ہوئیں۔ دوسری طرف ہمارے فطرت کا آغاز اضطراب اور ہمارے دل کا تقاضائے دید ہوا۔ بام اتنا بلند کہ نگاہ تصور تھک کر رہ جاتی ہے۔ تقاضائے دید اتنا سخت کہ بغیر کسی کا جلوہ سامنے لائے چین نہیں پا سکتا۔

جہاں تک توحید اور شرک کا تعلق ہے۔ قرآن کا تصور اس حد تک کامل اور بے لچک ہے کہ اس کی کوئی مثال دیگر تصورات میں مل ہی نہیں سکتی۔ اگر خدا اپنی ذات میں واحد ہے تو بقول ابوالکلام آزاد اسے اپنی ذات میں واحد ہونا پڑے گا کیونکہ اگر کوئی دوسری ہستی اس میں شریک نہ ہو۔ پہلی بات کو توحید فی الذات اور دوسری کو توحید فی الصفات قرار دیا گیا ہے۔ قرآن سے پہلے

Marfat.com

اقوام عالم کی استعداد اس درجہ بلند نہ ہوئی تھی کہ توحید فی الصفات کی نزاکتوں اور بندشوں کی متحمل ہوسکتی۔ اس لیے دیگر مذاہب نے زیادہ تر زور توحید فی الذات ہی پر دیا اور کسی نہ کسی صورت میں انسانی شخصیت اور بت پرستی وغیرہ مذاہب میں شامل رہی ہیں‘ لیکن قرآن نے توحید فی الصفات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ اس طرح کی غلطیوں کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ اس نے صرف توحید پر ہی زور نہیں دیا بلکہ شرک کی راہیں بھی ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں جیسی آیت کی تفسیر قرآن مجید میں جابجا ملتی ہے۔

توحید کا فکری اثر:

اللہ کی وحدانیت کا احساس بیدار ہو جاتا ہے اس سے کائنات معاشرہ اور س کی خواہش، آرزوں، تمناؤں میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرا اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان خدا کو اپنے ساتھ محسوس کرنے لگتا ہے۔ انسان کو مایوس ہونے سے بچاتا ہے۔ توحید کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ انسانی فکر سوچ عقل اور تدبر خالصۃً سائنسی اور علمی اسلوب اختیار کر لیتا ہے۔ اور انسان سمجھنے لگتا ہے کہ سارے ارض وسماء میں ایک ہی قانون جاری ہے اور اسی ایک قانون سے ہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے انسان میں اشرف المخلوقات ہونے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس سے انسان میں عزت نفس پیدا ہوتی ہے۔ توحید کے عقیدے سے انسان میں تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے۔ اس سے انسان وسعت نظری کا حامل ہوتا ہے۔ انسان کسی طرح بھی تنگ نظری کا شکار نہیں ہوتا۔ اُسے احساس ہوتا ہے کہ خدا زمین وآسمان اور کائنات کی ہر چیز کا اکیلا وارث ہے۔ وہ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔ اس سے نفس کی پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے دل میں یہ بھی احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا ہے۔ ایسا عدل جو بے لاگ ہے۔ توحید سے انسان میں قناعت اور بے نیازی پیدا ہوتی ہے۔ لالچ ہوس، رشک، حسد کے جذبات انسان کے دل سے نکل جاتے ہیں وہ جان لیتا ہے۔ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہی عزت وطاقت کا مالک ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے، دے دیتا ہے۔ اس سے انسان میں صبر اور توکل پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنی کوشش کا نتیجہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ شاکر ہو جاتا ہے کہ خدا جو بھی اس کے لیے کرتا ہے، بہتر کرتا ہے اور اس طرح انسان ناکامی میں بھی مایوس نہیں ہوتا، ناکامی کو بھی وہ اللہ کی حکمت قرار دیتا ہے اور دلی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس پر اس میں اپنے جان ومال اور ہر چیز کا مالک خدا

Marfat.com

کو ہی سمجھتا ہے اور پھر اس کی خوشنودی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

توحید کا عقیدہ انسان کو خدا کے قانون کا پابند بناتا ہے۔ اس عقیدے کا ماننے والا چاہتا ہے کہ خدا ہی چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی چیز سے باخبر ہے۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ اگر ہم رات کو یا دن کو، تنہائی میں یا چھپ کر کوئی بھی گناہ کریں تو وہ دیکھ رہا ہے۔ اس سے عام انسان برائیوں سے بچ جاتا ہے اور اللہ کا ہو جاتا ہے۔ یہ عقیدہ جتنا انسان کے اندر مضبوط ہوگا۔ اتنا ہی انسان خود کو اللہ کے احکام کے قریب پائے گا۔

اجتماعی طور پر انسان ہر قسم کے تعصبات رنگ و نسل، قوم، وطن، علاقہ، زبان وغیرہ کے بتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے اور پوری بنی نوع انسان کو ایک وحدت سمجھنے لگتا ہے۔ جس سے عالمی ریاست کے تصور کو جلا ملتی ہے۔

حضور ﷺ کے بتائے ہوئے توحید کے راز کو ہم اگر اپنا بنا لیں تو پھر ہماری ساری دنیاوی اور آخرت کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ کے اس توحید کے فلسفے کو ایسے نفسیاتی طور پر کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں، دوستوں اور حتیٰ کہ اولاد سے بھی زیادہ پیار و محبت کرتا ہے۔ ایسے میں وہ اللہ کو مافوق الفطرت ہستی نہیں سمجھتا بلکہ دل سے جان لیتا ہے کہ اللہ ہر وقت ہر جگہ اس کے ساتھ ہے وہ ہی ہر لمحے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ ہی اسے رزق عطا کرتا ہے۔ وہ ہی اسے صحت عطا کرتا ہے، وہ ہی اسے دنیا میں اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ میں اللہ کا نہ صرف محتاج ہوں بلکہ وہ میرا ہے میرے ساتھ ہے، میری باتیں سننے والا جاننے والا اور سمجھنے والا ہے۔ بس وہ دنیا اور آخرت میں توحید کی وجہ سے اللہ کو ہی اپنا والی وارث قرار دیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ ہر کام اللہ ہی اپنی حکمت اور دانائی سے کرتا ہے۔ اس طرح انسان دامے، درمے سخنے، قدمے اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اللہ کی یاد میں محو ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اللہ کی محبت، شفقت، الفت جوش میں آتی ہے۔ انسان کے بگڑے کام اللہ بنا دیتا ہے۔ اللہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور انسان اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ دیکھا آپ نے توحید کا اثر، توحید کا مقام انسان اللہ کے اور نزدیک آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حجاب اٹھ جاتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

نماز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن نماز ہے۔اس کے لغوی معنی فکر اور فرمانبداری کے ہیں۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے ایک نماز نہ پڑھی اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ گیا اور جتنی نمازیں نہ پڑھیں اتنے ہی سیاہ داغ پڑتے جاتے ہیں۔قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر نماز قائم کرنے کا حکم آیا ہے۔یہ تحفہ معراج نبویؐ کی بدولت ہمیں نصیب ہوا ہے۔اس وقت معراج میں پچاس نمازوں کا تحفہ ملا تھا۔جو جلد ہی گھٹ کر پانچ رہ گئیں۔یہ فرضی نمازیں اس کے علاوہ دو نمازیں فجر اور عشاء کے درمیانی عرصے میں پڑھی جاتی ہیں مگر یہ فرض نہیں۔نماز کی سب سے اوّل شرط طہارت کی ہے یعنی اس سے مراد وضو ہے۔نماز سے قبل دل بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیے اور دوران نماز صرف اور صرف اللہ کی طرف میلان اور دھیان ہونا چاہیے۔جس جگہ نماز پڑھیں وہ بھی صاف ستھری ہو۔نماز میں مڑ مڑ کر ادھر، اُدھر دیکھنا' کان یا ناک کھجانا اور اس طرح کے دوسرے افعال سے پرہیز کرنا چاہیے۔لباس بھی پاک صاف ہونا چاہیے اور یہ حلال کی کمائی کا ہونا چاہیے۔نماز پڑھتے وقت رخ قبلہ کی جانب ہو۔

قرآن اور حدیث میں نماز کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔سورۃ عنکبوت میں ارشاد باری ہے۔

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے۔

سورۃ مومن میں ہے۔

ترجمہ: اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔یہی لوگ ہیں جو

Marfat.com

اپنے باپ آدم کے وارث ہیں۔ جنت الفردوس کو میراث میں لیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مسلم شریف کی روایت ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: پانچوں نمازیں اور جمعہ۔ جمعہ تک اور رمضان اور رمضان تک اُن کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جو اُن کے درمیان ہوں بشرطیکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے۔ (ج ا۔ ص ۱۲۲)

دوسری روایت میں ہے

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر کوئی نہر جاری ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل رہ جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ خطاؤں کو معاف کر دیتا اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ جاڑے کے زمانے میں باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے خزاں سے گر رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑیں۔ پتے اور زیادہ گرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ! میں نے عرض کیا، میں حاضر ہوں۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے اور محض اللہ کی رضا کے لیے پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔ (مسند احمد

Marfat.com

ج،ص۱۷۹، مشکوۃ ج۱،ص۵۸)

حضور ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معمول تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے "اُٹھو، جو آگ (گناہوں کی) تم نے دہکائی ہے۔ نماز پڑھ کر اسے بجھاؤ۔

قرآن میں درج ذیل آیات سے نماز کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

پس نماز قائم کرو۔ بے شک نماز مومنین پر فرض کی گئی ہے۔ وقت مقررہ کے ساتھ (نساء:۱۰۳)

نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو (روم:۳۱)

نماز قائم کرو اور زکوۃ دو (بقرہ:۴۳)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر قائم رہیے (طہٰ:۱۳۲)

ترجمہ: تلاوت کیجیے جو آپ کی جانب وحی کی گئی ہے کتاب سے اور نماز قائم کیجیے (عنکبوت:۴۵)

اس کے علاوہ اور بھی کئی جگہ قرآن میں نماز کے بارے میں بتایا گیا ہے مگر اختصار کے پیش نظر ان ہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

فرضیت نماز حدیث سے

اس سلسلے میں حضور ﷺ کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کی گواہی دیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ پس جب وہ کرنے لگیں گے تو ان کے مال و جان مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے، سوائے حق اسلام کے۔ اور ان کا حساب اللہ پر ہوگا۔ (بخاری)

Marfat.com

حضرت ابودرداؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''کسی فرض نماز کو جان بوجھ کر مت چھوڑنا۔ جس نے کوئی فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑی، اللہ کا ذمہ اس سے بری ہو گیا۔ (ابن ماجہ)

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے:

''جس نے ہماری نماز پڑھی۔ ہمارے قبلہ کا استقبال کیا (یعنی کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی) اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے۔ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہے۔

حضرت مالک حویرثؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی اذان دے پھر تم میں سے جو بڑا ہو تمہاری امامت کرے۔

بڑے تو بڑے بچوں کو نماز پڑھنے کا عادی بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو (نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو اور ان کا بستر الگ الگ کردو)

پانچ نمازوں کا ذکر قرآن میں

قرآن مجید میں نماز پنجگانہ کا تذکرہ درج ذیل آیات میں آیا ہے۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہوتا ہے۔

اور نماز قائم کرو۔ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصہ میں۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کے لیے۔ (ہود: ۱۱۴)

Marfat.com

مفسرین کے بیان کے مطابق ''دن کے دو کناروں'' میں نماز فجر، ظہر اور عصر کا وقت بیان کیا گیا ہے اور ''رات کے کچھ حصے'' میں مغرب اور عشاء کے اوقات کار بیان کیے گئے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہے:

> پس پاکی بیان کرو۔ اللہ کی جس وقت کہ شام کرتے ہو اور جس وقت صبح کرتے ہو۔ اللہ کے لیے ہی تمام تعریف ہے۔
>
> آسمانوں اور زمین میں اور پاکی بیان کرو اس کے تیسرے پہر اور جبکہ ظہر کا وقت پاؤ۔ (روم: ۱۷۔۱۸)

اس آیت میں چار الفاظ مذکور ہیں۔ مساء صبح (عشی) ظہر۔ صبح اور ظہر سے نماز فجر اور ظہر کا مراد ہونا بالکل واضح ہے۔ اور عشی دن کے آخری حصے کو کہتے ہیں کہ جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو، ظاہر ہے اس سے مراد نماز عصر ہی مراد ہے اور مساء مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو شامل کیا گیا ہے (دیکھیے جلالین جلد ۲، صفحہ ۳۴۲۔ روح المعانی جلد ۲۱، صفحہ ۲۸)

قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہے:

> ''اے نبی ﷺ پس صبر کیجیے کفار کی باتوں پر اور اپنے رب کی پاکی بیان کیجیے، تعریف کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے کچھ حصے میں پاکی بیان کیجیے۔ اس کی اور سجدوں کے بعد۔

طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر ہوتی ہے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر اور رات کی نماز سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے۔ اس طرح کل چار نمازوں کا وقت بیان ہوا ہے لیکن بعض مفسرین کے نزدیک قبل غروب کا لفظ نماز عصر اور نماز ظہر دونوں کا شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح پانچوں نمازوں کا وقت آ گیا۔

نماز اور حضور ﷺ

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

ترجمہ: نماز قائم کیجئے، آفتاب کے ڈھلنے کے وقت سے تاریکی شب تک اور لازم کیجئے۔ فجر کا پڑھنا بے شک فجر کا پڑھنا ہے۔ گواہی دیا ہوا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

اس آیت میں پانچوں نمازوں کا اشارہ کرتے ہوئے نماز فجر کی خاص اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ وقت رات و دن کے فرشتوں کے موجود رہنے کا ہے (ابن ماجہ)

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: حفاظت کرو نمازوں کی خاص طور پر صلوٰۃ وسطیٰ (بیچ والی نماز) کی اور کھڑے ہو اللہ کے سامنے ادب کے ساتھ (بقرہ: ۲۳۸)

اس آیت میں نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور نماز وسطیٰ پر خاص زور دیا گیا ہے۔ نماز وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے۔ اس میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔ راجح قول کے مطابق اس سے مراد عصر ہے (مسلم جلد ا، ص ۲۲۶) اور اس پر خصوصی طور پر توجہ دینے کی وجہ یہ بھی ہے کہ نماز فجر کی طرح اعمال لکھنے والے فرشتے جو دن اور رات کے اعمال لکھتے ہیں۔ اس وقت اکٹھے ہوتے ہیں۔

پانچوں نمازوں کا تذکرہ احادیث میں

ہمیں پانچوں نمازوں کا ذکر بڑی کثرت کے ساتھ احادیث میں جا بجا ملتا ہے۔ سفر معراج کی روایتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُمت محمدیہ پر پہلے ۵۰ نمازیں فرض ہوئیں تھیں۔ حضرت موسیٰ کے کہنے پر حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس واپس گئے اور اس طرح نمازیں کم ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے واپس مل کر آئے تو صرف پانچ نمازیں رہ گئیں مگر ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی رہا اور تا قیامت پانچ نمازوں کا ثواب مسلمان اُمت کو پچاس نمازوں کا ثواب ہی ملتا رہے گا۔

بخاری میں ہے کہ یہ نمازیں ادائیگی میں پانچ ہیں، ثواب میں پچاس ہیں۔ ایک مرتبہ

Marfat.com

ایک شخص نے حضور ﷺ سے فرائض اسلام کے بارے میں پوچھا۔ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں جو سب سے پہلے کلمات ادا کیے وہ یہ تھے:

''دن اور رات پانچ نمازیں'' (مسلم)

عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ پانچ نمازیں ہیں جنہیں فرض قرار دیا ہے۔ ابوامامہؓ کی روایت میں ہے

''اپنی نماز پنجگانہ ادا کرو''

اچھی طرح نماز پڑھنے کا حکم قرآن سے

قرآن میں کئی جگہ نماز کو خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو لوگ نماز میں سستی یا لاپرواہی کرتے ہیں۔ اُن کے بارے میں سورہ نساء آیت نمبر ۱۴۲ میں یوں فرمایا گیا ہے۔ ''اور جب (منافقین) نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں''۔ اسی طرح سورہ توبہ آیت نمبر ۵۴ میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''اور نماز کو نہیں آتے مگر کاہلی کرتے ہوئے ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے ''پس ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرنے والے ہیں۔ سورہ مریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''پھر اُن کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہش نفس کی پیروی کی بس عنقریب وہ ملیں گے غی (جہنم کی ایک وادی) سے''۔

نماز ضائع کرنے کے بہت سے درجے ہیں مثلاً دل لگا کر نماز نہ پڑھنا۔ خشوع خضوع کے ساتھ نماز نہ پڑھنا۔ اوّل وقت میں نماز نہ پڑھنا۔ جماعت کی پابندی نہ کرنا۔ مسجد میں جا کر نماز نہ پڑھنا، نماز کے اوقات کار میں نماز پڑھنے کی بجائے ادھر اُدھر دوسرے کاموں میں وقت ضائع کرنا وغیرہ۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے ''اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (سورہ انعام: ۹۲)

سورہ بقرہ میں یوں ہے ''اور مدد مانگو اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے بے شک نماز

Marfat.com

بھاری ہے مگر اُن ڈرنے والوں پر بھاری نہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں (آیت ۴۵۔۴۶)

اچھی طرح نماز پڑھنے کا ذکر حدیث سے:

حضرت عثمان غنیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی مسلمان نماز کا وقت آنے پر اچھی طرح وضو اور خشوع، خضوع کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کا یہ کرنا اس کے پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جب تک کہ کسی کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ ہمیشہ کے لیے ہے (مسلم)

ایک جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص نماز پنجگانہ کو اچھی طرح وضو کر کے ان کے اوقات میں ادا کرے اور رکوع اور سجدہ بھی ٹھیک کرے۔ اللہ کا اس کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اللہ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں۔ اگر چاہے گا بخش دے گا اور یا چاہے گا عذاب دے گا۔

مسند احمد میں ہے: حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اپنی نماز سے کیسے چوری کرے گا۔ فرمایا نماز کا رکوع و سجود مکمل نہ کرے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی خلاد بن رافعؓ نے رکوع و سجدہ میں بہت زیادہ جلد بازی کی۔ حضور ﷺ نے اُن کو بار بار نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ آخر کار انھوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کہ رسولؐ۔ آپ ہی مجھے نماز کا طریقہ بتا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

> "جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لو پھر تمہیں قرآن سے جو آسان معلوم ہو پڑھو۔ تم رکوع کرو، یہاں تک کہ رکوع میں پورا اطمینان ہو جائے پھر اپنا سر اٹھاؤ اور بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ میں جاؤ، یہاں تک کہ سجدہ میں پورا اطمینان ہو جائے۔ پھر سجدے سے سر اٹھاؤ، یہاں تک کہ اطمینان

Marfat.com

سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کو مکمل کرنے کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پوری نماز (اسی اطمینان کے ساتھ ادا کرو"۔

اس طرح ثابت ہوا کہ نماز میں جلدی نہ کرنی چاہیے بلکہ رکوع و سجود اور نماز کے دوسرے ارکان پورے خلوص پورے اطمینان پوری یکسوئی کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔

نماز سے پہلے وضو لازمی ہے۔اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔وضو کے سنن و مستحبات درج ذیل ہیں۔

۱۔ نیت کرنا

۲۔ شروع میں بسم اللہ پڑھنا

۳۔ تین بار گٹوں تک ہاتھ دھونا

۴۔ مسواک کرنا

۵۔ تین بار کلی کرنا

۶۔ تین بار ناک میں پانی ڈالنا

۷۔ داڑھی اور انگلیوں میں خلال کرنا

۸۔ دھونے والے عضاء کو تین تین بار دھونا

۹۔ پورے سر کا ایک بار مسح کرنا

۱۰۔ سر کے ساتھ گردن کا مسح کرنا

۱۱۔ اعضاء کو ترتیب وار دھونا

۱۲۔ لگاتار دھونا ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھوئے

۱۳۔ دائیں جانب سے دھونا یعنی پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں

اسلام میں نماز کا ایسے ہی مقام ہے جیسے انسان کا چہرہ انسان کی پہچان ہے۔ارکان اسلام میں نماز دوسرا بڑا رکن ہے پہلے توحید پھر نماز۔

Marfat.com

نماز کے لیے وضو کرنا بہت ضروری ہے۔ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ وضو کے بارے میں بہت زیادہ کتابیں اور کتابچے آپ کو مل جائیں گے۔ وہاں سے آپ وضو کے بارے میں تفصیل کے ساتھ پڑھ لیں۔ یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نماز کے لیے وضو اتنا ہی ضروری ہے جتنا انسان کی بھوک میں کھانا ضروری ہے۔

نماز ایک ایسی چیز ہے جو ہمیں بے شمار برائیوں سے بچاتی ہے یہ بے حیائی سے بچاتی ہے۔ یہ دکھ درد کی ساتھی ہے۔ دکھ درد میں نماز پڑھنے سے انسان کو دلی سکون میسر آتا ہے۔

نماز اسلام کے فرائض میں سب سے پہلے فرض ہوئی اور یوں آخرت میں بھی سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا، لیکن اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آخرت کی کامیابی و کامرانی کا دار و مدار نماز کے ہی ٹھیک ہونے میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیان میں ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں، جب کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ (مسلم، ترمذی)

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کے تمام فرائض کا حکم زمین پر دیا گیا، جب کہ نماز کا تحفہ رسول اکرم ﷺ کو معراج پر بلا کے عالم بالا میں دیا گیا۔ نماز کے لئے حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''نماز مومن کا نور ہے''، جب کہ آج کل کساد بازاری اور سرمایہ دارانہ نظام کی نحوست کی وجہ سے ساری دنیا پر بے روزگاری کا عذاب آیا ہوا ہے۔ بیماریاں عام ہیں، رزق میں برکت نہیں، دعائیں قبول نہیں ہوتیں، معرفت کا نور ہمیں نصیب نہیں ہوتا، دشمن ہم پر حاوی ہوتا جا رہا ہے، موت سے ہمیں ڈر لگنے لگا ہے، قیامت سے متعلق ساری باتیں ہمارے اوسان خطا کرنے کے لئے کافی ہیں، یہ سب کچھ صرف اور صرف سرمایہ دارانہ نظام اور اللہ کے نظام سے دوری یا بغاوت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ ''تنبیہ الغافلین'' میں حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''نماز اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل، معرفت کا نور، ایمان کی اصل بنیاد، دعا کی قبولیت کا ذریعہ، دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار اور شیطان کی ناراضی کا سامان ہے''۔ اعمال کے مقبول ہونے اور رزق میں برکت کا ذریعہ ہے۔ جسم کی راحت کا سبب

Marfat.com

ہے۔ بہر حال نماز بہت بڑا اعلیٰ وارفع عمل ہے۔ اس کے علاوہ نماز سے متعلق بہت سی احادیث ملتی ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس کے ادا کرنے میں ۱۰ عمدہ باتیں حاصل ہوتی ہیں

☆ دنیا اور عقبیٰ میں عزت وآبرو حاصل ہوتی ہے

☆ علم ونیکی میں قلبی نور حاصل ہوتا ہے

☆ بدن تمام بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے

☆ پروردگار عالم کی رحمت کا نزول ہوتا ہے

☆ عبادات الٰہی دعا کے قبول ہونے میں چابی کی مانند ہے یعنی نمازی کی دعا قبول ہوتی ہے

☆ نماز قبر کی تاریکی میں تنہائی کی رفیق ہوتی ہے

☆ یہ نیکیوں کے پلڑے کو جھکا لیتی ہے

☆ حوروں کے ساتھ طرح طرح کے میوہ جات کھانے کو ملیں گے

☆ نمازی سے روزِ محشر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا

☆ جنت کی دل پسند نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی کہ اے اللہ کے پیارے نبی میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے، مگر میں نے توبہ کرلی ہے، لہٰذا آپ بھی میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ آخر تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے بدکاری کی، بچہ جنا اور اس بچے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کو غصے میں آکر کہا۔ اے بدکار، یہاں سے نکل جا کہیں آسمان سے آگ نہ برس پڑے اور تیری بدبختی کی وجہ سے ہمیں بھی نہ جلادے اور یوں وہ عورت شکستہ دل وہاں سے نکلی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اے موسیٰ، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے توبہ کرنے والی کو کیوں رد کر دیا؟ اے موسیٰ کیا میں تمہیں اس سے بھی برا شخص نہ بتاؤں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ اے جبرائیل علیہ السلام اس سے بھی برا شخص کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ

Marfat.com

شخص جو نماز چھوڑ دے، قصداً جان بوجھ کر۔

یہ تو تھی نماز کی اہمیت، فضیلت، انعامات اور وعید۔ نماز کا آج کی جدید سائنس سے کیا تعلق ہے، کیوں کہ نماز کی اہمیت و فضیلت اور وعیدوں سے متعلق تو ہم کثرت سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں، مگر نماز کی سائنسی تشریح کرتے ہوئے ''اسلامی عبادات اور جدید سائنس'' کے مصنف لکھتے ہیں: نماز ایک ایسا دینی فریضہ ہے کہ اس میں بے شمار روحانی، جسمانی اور نفسیاتی فوائد بھی پنہاں ہیں اور اس کے علاوہ طبی فوائد بھی نماز سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذرا غور کریں مسلمان ۲۴ گھنٹوں میں پانچ نمازوں کی ادائیگی میں فرض، سنت اور نفل ملا کر کل ۴۸ رکعت ادا کرتے ہیں، جب کہ ایک رکعت میں کل ۷ شکلیں اختیار کی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر مسلمان مرد، عورت، بچہ، بوڑھا یا جوان ایک دن کی پانچ نمازوں میں (۷x۴۸=۳۳۶) یعنی سات مختلف وضعتوں کو ۳۳۶ بار دہراتا ہے، جب کہ ایک نماز کی ادائیگی میں اوسطاً ۱۰ سے ۱۵ منٹ درکار ہوتے ہیں اور اگر صرف فرض ہوں تو پانچ نمازوں میں کل ۱۷ فرض ہوتے ہیں۔ اس طرح کم از کم (۷x۱۷=119) ایک سو انیس (119) وضعتیں اختیار کی جاتی ہیں۔ ایک وضع سے دوسری وضع میں تبدیلی آہستہ آہستہ اصول شریعت کے عین مطابق (خشوع و خضوع) ہو تو ہر عضو کو تازگی بخشتی ہے۔ یوں نماز میں جدید سائنسی طریقے پر جو فائدہ مضمر ہے، ان سے بے خبر ہو کر بھی اگر نماز کا عمل مسلسل جاری رہے، تب بھی وہ مجموعی طور پر انسانی زندگی کے بہتر بنانے کی طرف اپنا عمل جاری رکھتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ نماز کو مسلسل قائم رکھا جائے تو اس سے دوررس نتائج نہ صرف روحانی لحاظ سے بلکہ طبی اور سائنسی لحاظ سے بھی حاصل ہوتے رہیں گے۔ مزید یہ کہ ماہرین نے نماز کو سائنس کی مشق کا بالکل آسان طریقہ قرار دیا ہے۔ اس میں تمام مقام خاص طور پر بیان کرتے ہیں ایک قیام اور اس میں سجدے کی جگہ نگاہ کا ارتکاز۔ دوسرا رکوع میں پاؤں کی جگہ نگاہ کا ارتکاز اور سجدے میں سانس کی مشق اور سانس کا ارتکاز۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ نماز اصول شریعت (خشوع و خضوع) کے عین مطابق پڑھنی چاہیے اور شریعت میں اسی وجہ سے خشوع و خضوع پر بہت زور دیا گیا ہے۔ خشوع و خضوع اخلاص اور یقین کی قوت حاصل کرنے کے لئے بار بار مشق کی ضرورت ہے۔ یاد رہے کہ خشوع اندر کے

Marfat.com

سکون، دھیان اور توجہ کا نام ہے، جب کہ خضوع باہر کی ترتیب اور توجہ کا نام ہے۔ بس یہی دو چیزیں مطلوب ہیں بہترین نماز کے لئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سستی اور کاہلی اور بے عملی کے اس دور میں نماز نہ صرف افضل ترین عبادت ہے، بلکہ یہ ایک ایسی بے مثال ورزش بھی ہے کہ اگر اسے صحیح طریقے سے پڑھا جائے تو دنیا کے تمام دکھوں کا مداوا بن سکتی ہے جو جسمانی اعتبار سے نہ صرف بیرونی اعضاء کی خوش نمائی کا ذریعہ ہے، بلکہ طبی نقطہ نظر سے اندرونی مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے غدود کی نشو ونما بھی کرتی ہے اور جسم کو سڈول اور خوب صورت بھی بناتی ہے۔ روحانی طور پر ہماری روح کو بالیدگی عطا کر کے اسے قوت بخشتی ہے، یہ ذہنی ونفسیاتی بیماریوں کا بہترین علاج ہے۔ نیز ظاہری اعتبار سے قیام میں عاجزی وانکساری پائی جاتی ہے، مگر رکوع میں قیام کی نسبت زیادہ عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اور سجدے میں رکوع سے بھی زیادہ عجز وانکسار پایا جاتا ہے، کیوں کہ اب انسان اپنی جبین نیاز کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے خاک آلود کر رہا ہے۔ اسی طرح آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ قیام کے طبی وروحانی فوائد اپنی جگہ، مگر رکوع میں قیام کی نسبت زیادہ حکمتیں محسوس ہوتی ہیں اور سجدہ، رکوع سے بھی زیادہ روحانی وجسمانی فوائد کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز دنیا اور آخرت کے مصالح حاصل کرنے اور دنیا وآخرت کے مفاسد دور کرنے میں سب سے زیادہ معاون ہے۔ نماز گناہوں کو روکتی ہے، دل کے روگ کو دور کرتی ہے، جسم سے امراض کا ازالہ کرتی ہے، دل کو روشن اور چہرے کو چمک دار بناتی ہے، دل اور اعضائے جسم میں نشاط پیدا کرتی ہے۔ رزق کو بڑھاتی ہے، ظلم دفع کرتی ہے، مظلوم کی مدد کرتی ہے، شہوات نفس کا قلع قمع کرتی ہے، نعمت کی حفاظت کرتی اور بلاؤں کو دور کرتی ہے، رحمت نازل کرتی ہے، رنج والم کو ختم کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز روحانی ہی نہیں بے شمار دنیوی، طبی اور سائنسی فوائد بھی عطا کرتی ہے۔

ذرا آپ تصور کریں کہ جب آپ بیمار ہوں یا کوئی گھریلو پریشانی میں مبتلا ہوں یا آپ کو کسی کام کو پورا کرنے کے لیے مال و دولت درکار ہو تو آپ اپنی بیماری کا ذکر، پریشانی کا ذکر اور مالی معاملات کا ذکر اپنے کسی دوست، ساتھی، رشتے دار، یا بزرگ سے کرتے ہیں تو ایسے میں اگر آپ کا دوست، رشتے دار یا بزرگ آپ کو نماز پڑھنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کا کہتا ہے

Marfat.com

اس سلسلے میں وہ آپ کو نماز کی اہمیت کے بارے میں اور وظیفہ کے بارے میں اور ان کے فوائد کے بارے میں آپ کو بتاتا ہے کہ اس طرح آپ اپنی مشکل سے نکل سکتے ہیں۔

آپ دوست، رشتہ دار یا بزرگ کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے ہیں۔ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر نماز پڑھتے ہیں، مختلف ذکر و اذکار کرتے ہیں اور ایسے میں رحمت خداوندی جوش میں آجاتی ہے۔آپ کی مراد بھر آتی ہے۔آپ کو جو کچھ چاہیے وہ مل جاتا ہے، اللہ آپ کو عطا کر دیتا ہے ایسے میں آپ اُس دوست، رشتے دار یا بزرگ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔آپ اُٹھتے بیٹھتے اس کی ہر جگہ تعریف کرتے ہیں۔آپ اس کو اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔آپ سمجھتے ہیں کہ میرا دنیا میں اس سے بڑا محسن، غمگسار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اب ہم بات کو آگے بڑھاتے ہوئے چلتے ہیں یہ سب کام ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے کئی صدیاں پہلے ہمیں بتا دیئے تھے۔وہ دنیا کے سب سے بڑے ماہر نفسیات تھے۔ان کو معلوم تھا کہ نماز کی حقیقت کیا ہے۔ذکر و اذکار کی اہمیت کیا ہے۔اس لیے تو آپ نے ساری زندگی بُرے سے بُرے وقت اور حالات میں نماز نہ چھوڑی تھی۔آپؐ نے بطور ماہر نفسیات ہمیں بتایا تھا کہ نماز پڑھو اس سے سکون حاصل کرو، نماز پڑھو اس سے اپنے دل کی مرادیں پاؤ۔آپ کی نماز میں اگر اللہ تعالیٰ نے بات سن لی اور مان لی تو آپ اللہ کے ساتھ ساتھ جس نے آپ کو اس طرف لگایا تھا۔اس کا زندگی بھر احسان نہیں بھولتے۔

ایسے میں ایک عام مسلمان کو پیارے نبیؐ نے نماز کی طرف لگایا ہے۔وہ کیسے اپنے نبیؐ کا احسان بھول سکتا ہے۔آپ ذرا تصور کریں اس وقت اربوں مسلمان ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر اپنی مرادیں، اپنی خواہشات اور اپنی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں وہ بھلا کیسے اپنے محبوب، اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ماہر نفسیات نماز کے بارے میں ہمیں بتایا کہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔نماز پڑھنے سے آپ کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔نماز سے آپ کی روح کو تسکین ملتی ہے۔نماز سے آپ کے بگڑے کام بنتے، سنورتے ہیں۔نماز سے جنت ملتی ہے۔نماز جنت کی کنجی ہے۔جس نے نماز پڑھ لی گویا اس نے جنت کی کنجی حاصل کر لی اور پھر کیا ہے۔کامیابی اس کے

Marfat.com

قدم چومنے لگتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ توحید پر عمل کرنے کے بعد اسلام کے اس دوسرے رکن پر دل وجان سے عمل کریں۔ پنجگانہ نماز ادا کریں اگر ہو سکے تو تہجد بھی ادا کریں۔ جو لوگ تہجد پڑھتے ہیں۔ ان سے ذرا مل کر تو دیکھیں ان سے ذرا تہجد کی نماز کی روحانیت کا تو پوچھیں۔ وہ آپ کو ایسے ایسے واقعات سنائیں گے کہ آپ کی عقل سلیم بھی آپ کے کام نہ آئے گی۔

حضور ﷺ نے نماز کے بارے میں اپنی اُمت کو بتا کر اُمت پر بڑا احسان کیا ہے۔ نماز بیماریوں، پریشانیوں، مصیبتوں، مشکلوں سے ہمیں بچاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے پانچ وقت نماز ادا کریں۔ ایسے میں ہمیں دنیا بھی ملے گی اور انشاء اللہ جنت بھی ملے گی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

روزہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

روزہ ارکان اسلام میں تیسرا رکن ہے اور یہ بہت اہم رکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروں کاروں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔ چند مقررہ دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں اور (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ اور جو کوئی اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے لیکن اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراپا ہدایت ہے۔ اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ لہذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گذار بنو (البقرہ: ۱۸۳ تا ۱۸۵)

اسلام کے اکثر حکام کی طرح روزے کی فرضیت بھی بتدریج عائد کی گئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتدا میں مسلمانوں کو ہر مہینے صرف تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کا یہ حکم قرآن میں نازل ہوا مگر اس

Marfat.com

میں اتنی رعایت رکھی گئی کہ جو لوگ روزے کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر روزہ نہ رکھیں وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں' بعد میں دوسرا حکم نازل ہوا اور یہ رعایت منسوخ ہوگئی لیکن مریض، مسافر، حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت اور ایسے بوڑھے لوگوں کے لیے جن میں روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو اس رعایت کو بدستور باقی رہنے دیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ جب عذر باقی نہ رہے تو قضا کے اتنے روزے رکھ لیں جتنے رمضان میں ان سے چھوٹ گئے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے کہ تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے۔

اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔ مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگذر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو نیز راتوں کو کھاؤ، پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب سے سپیدہ صبح کی دھاریاں نمایاں نظر آجائیں تب یہ کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم سجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو[البقرہ: ۱۸۷)

شریعت نے سحری اور افطار دونوں اوقات کی کوئی ایسی حد بندی نہیں کی جس سے چند سکینڈ یا چند منٹ ادھر اُدھر ہو جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہو۔ حدیث نبویؐ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آجائے تو وہ فوراً چھوڑ نہ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔ اسی طرح افطار کے وقت میں بھی غروب آفتاب کے بعد خواہ مخواہ دن کی روشنی ختم ہونے کا انتظار ضروری نہیں۔

حضور ﷺ سورج ڈوبتے ہی حضرت بلالؓ کو آواز دیتے تھے کہ لاؤ ہمارا شربت۔ بلالؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہؐ ابھی تو دن چمک رہا ہے۔ آپؐ فرماتے کہ جب رات کی سیاہی مشرق سے اُٹھنے لگے تو روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی دعا جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے

Marfat.com

اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے (ترمذی، ابن حبان)۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزے کو افطار کر دے غیر رمضان کے روزے چاہے تمام عمر رکھے، اس کا بدل نہیں ہو سکتا (ترمذی ابوداود، ابن ماجہ، بخاری)

حضور ﷺ نے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرے میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے۔ سر باہر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرے کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا۔ پھر اس کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر مجھے کسی بتلانے والے نے بتایا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے۔ لہٰذا میرے ساتھ جو لوگ اعتکاف کر رہے ہیں وہ آخری عشرہ میں بھی اعتکاف کریں (متفق علیہ)

روزے کی چھ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت، نفل، مکروہ اور حرام

سال بھر میں رمضان المبارک کے تیس روزے مسلمانوں پر فرض ہیں۔ رمضان کے روزوں کا فرض ہونا قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ جو شخص روزہ رمضان کے فرض ہونے کا انکار کرے، وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص بغیر کسی عذر کے روزہ ترک کر دے وہ فاسق اور سخت گناہ گار ہے۔ رمضان کے روزے اگر کسی عذر سے یا محض غفلت سے رہ جائیں تو اس کی قضا ادا کرنا فرض ہے۔ نذر اور کفارے کے روزے واجب ہیں۔ اگر کسی متعین دن کے روزے کی نذر مانی جائے تو اس دن رکھنا ضروری ہے۔ اگر دن متعین نہیں کیا ہے تو پھر جب چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ لیکن بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو روزے حضور ﷺ نے خود رکھے نہ جن کے رکھنے کی آپؐ نے ترغیب دی ہے وہ روزے سنت ہیں۔ اور ان کے رکھنے کا بڑا اجر اور ثواب ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی روزہ سنت مؤکدہ نہیں، مسنون ہیں۔

۱۔ عاشورہ کے روزے یعنی محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کے دو روزے

۲۔ یوم عرفہ کا روزہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ

Marfat.com

۳۔ ایام بیض کے روزے یعنی ہر مہینے کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کے روزے، نفلی روزوں میں ماہ شوال کے چھ روزے۔ پیر اور جمعرات کا روزہ۔ ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے آٹھ روزے شامل ہیں۔

مکروہ روزوں میں سنیچر یا اتوار کے دن کا روزہ رکھنا۔ صرف یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا، شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا، اور درمیان میں ناغہ کیے بغیر مسلسل روزے رکھنا شامل ہے۔

سال بھر میں چھ روزے رکھنا حرام ہے۔ عیدالفطر کے دن کا روزہ۔ عیدالاضحیٰ کے دن کا روزہ۔ ایام تشریق۔ ۱۱ ذوالحجہ اور ۱۳ ذوالحجہ کا روزہ شامل ہے۔

روزوں میں صبح صادق نمودار ہونے سے غروب آفتاب تک تین باتوں سے رکا رہنا چاہیے۔

۱۔ کچھ نہ کھانا

۲۔ کچھ نہ پینا

۳۔ جنسی لذت سے پرہیز شامل ہے۔

سحری کا اہتمام کرنا سنت ہے، چاہے چند گھونٹ پانی ہی ہو۔ سحری آخری وقت میں کھانا مستحب ہے۔ جب صبح صادق ہونے میں کچھ دیر باقی ہو روزے کی نیت رات ہی سے کر لینا مستحب ہے۔ افطار جلد مستحب ہے یعنی غروب آفتاب کے بعد خواہ مخواہ دیر نہ کرنی چاہیے۔ چھوہارے، کھجور یا پانی سے افطار کرنا مستحب ہے۔ غیبت، چغلی، غلط بیانی، شور و ہنگامہ، غصہ اور زیادتی سے بچنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔ یہ کام ویسے بھی ناجائز ہیں لیکن روزوں میں ان کاموں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے جو کفارہ اور قضا میں اصولی باتیں شامل ہیں۔

۱۔ اگر کوئی چیز قصداً پیٹ میں پہنچ جائے اور اس کے نفع بخش ہونے کا خیال بھی ہو جائے یا کوئی ایسا فعل کیا جائے جس کی لذت جنسی فعل جیسی نہ ہو تو صرف روزے کی قضا واجب ہوگی۔ کفارہ لازم نہ

Marfat.com

آئے گا۔

۲۔ کفارہ صرف رمضان کا روزہ فاسد ہونے سے واجب ہوتا ہے۔

۳۔ رمضان کا قضا روزہ فاسد ہو جانے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ جیسے مسافر کا روزہ، نابالغ کا روزہ، حیض اور نفاس والی خواتین کا روزہ۔

۵۔ ہر وہ فعل جس میں اپنے قصد اور ارادے کو دخل نہ ہو تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

۶۔ جنسی دخل میں فاعل اور مفعول دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں ۔ دونوں میں سے جو عاقل ہو اور قصداً یہ فعل کرے اس پر کفارہ لازم آئے گا۔

۷۔ رمضان میں روزے کی نیت کے بغیر کوئی کھائے پیئے تو اس پر کفارہ واجب نہیں۔ صرف قضا واجب ہے، کفارہ اسی صورت میں واجب ہوگا جب روزے کی نیت کر لینے کے بعد روزہ توڑے۔

۸۔ کسی شبہ کی بنیاد پر روزہ فاسد کر دے تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۹۔ کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ سمجھ کر کھالیا کہ ابھی سحری وقت وقت باقی ہے پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی ہے تو اس روزے کی قضا رکھنا واجب ہے۔

۱۰۔ کسی نے غروب آفتاب سے قبل یہ سمجھ کر افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو چکا ہے تو قضا واجب ہے۔

۱۱۔ کسی نے روزہ دار کو زبردستی کچھ کھلا دیا تو صرف قضا واجب ہے۔

Marfat.com

۱۲۔ کسی نے روزے کی نیت ہی نہیں کی لیکن کھانے پینے سے رکا رہا تو قضا لازم ہوگی۔

۱۳۔ روزہ دار نے ارادتاً منہ بھر قے کی تو قضا واجب ہے۔

۱۴۔ کسی نے روزے سے بھولے سے کھا پی لیا اور پھر یہ سمجھ لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور پھر ارادتاً کچھ کھا پی لیا تو قضا واجب ہے۔

۱۵۔ کسی خاتون نے اپنی شرمگاہ میں انگلی یا روئی وغیرہ داخل کی تو قضا لازم ہوگی۔

۱۶۔ جماع اور لواطت کے علاوہ جنسی لذت کا کوئی ایسا فعل کیا جس سے انزال ہوگیا تو قضا لازم ہوگی۔

درج ذیل امور سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا

۱۔ کسی چیز کا ذائقہ چکھنا۔ اگر کوئی عورت بد مزاج اور سخت گیر شوہر کے خوف سے چیزوں کا ذائقہ پکاتے وقت چکھ لے تو مکروہ نہیں ہے۔

۲۔ منہ میں کوئی چیز ڈالے رکھنا یا چبانا، کسی کا بچہ بھوکا ہے اور صرف وہ ہی چیز کھاتا ہے جو منہ میں چبا کر دی جائے تو اس صورت میں چبا کر کھلانا مکروہ نہیں بشرطیکہ کوئی بے روزہ آدمی بھی موجود نہیں۔

۳۔ روزے میں ایسا کام کرنا مکروہ ہے جس سے روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔

۴۔ کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں ضرورت سے زیادہ اہتمام کرنا۔

۵۔ بلاوجہ منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا۔

۶۔ غسل کی حاجت ہو اور بلاوجہ غسل نہ کرنا۔

Marfat.com

۷۔ منجن، پیسٹ یا کوئلہ چبا کر دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔ دن میں سرمہ لگانا، سر میں تیل ڈالنا یا بدن پر مالش کرنا، خوشبو سونگھنا، مسواک کرنا سب درست ہے۔ اس سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔ خواب میں انزال ہو جائے یا کسی جسمانی اتصال کے بغیر انزال ہو جائے تو روزہ مکروہ نہیں ہوگا۔ کان میں پانی چلا جائے یا قصداً پانی ڈال لے تو اس سے روزہ مکروہ نہیں ہوگا۔ دانتوں کے درمیان غذا یا بوٹی یا ریشہ یا چھالیہ کا کوئی ٹکڑا رہ گیا ہو اور روزہ دار اسے نگل لے۔ اگر اس کی مقدار چنے کی مقدار سے کم ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ بے اختیار قے ہونے سے روزہ نہیں مکروہ ہوگا۔

رمضان میں روزے فرض ہیں۔ پورے اس مہینے میں ہر مسلمان پر ایک ماہ کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ یہ بڑا برکتوں والا اور رحمتوں والا مہینہ ہے۔ اللہ کی شان کہ قرآن مجید بھی رمضان المبارک میں اتارا گیا۔ اس مہینے میں ایک رات جسے قرآن میں (لیلۃ القدر) کہا گیا ہے، کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ رات عبادت کرنے کے ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کرنے سے ستر گناہ فرضوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس مہینے مومن کا رزق اللہ تعالیٰ بڑھا دیتے ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ بھی جتنی آسمانی کتابیں ہیں۔ وہ اسی مہینے نازل ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے یکم تا تین رمضان، حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور ۱۲ یا ۱۵ رمضان کو، موسیٰ علیہ السلام کی تورات ۶ رمضان کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ تا ۱۳ رمضان کو عطا ہوئیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف حضور ﷺ کو سناتے تھے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خاص طور پر عطا کی گئیں ہیں، جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔

۱۔ ان کے (روزہ دار) کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے

Marfat.com

زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔

۳۔ ہر روز جنت ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔

۴۔ اس میں سرکش شیاطین قید کردیے جاتے ہیں۔

۵۔ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا یہ شب مغفرت شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم کرتے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔(ابن حبان) روزہ باطن منور کرتا ہے، روزہ عبادت میں لذت پیدا کرتا ہے۔روزہ عبادت ہے، جس کو حضور ﷺ اور دوسرے انبیاء کرامؑ نے بھی بے حد محبوب رکھا۔

روزہ بدن کی شفاء اور صحت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہترین ضمانت ہے۔بھوک اور پیاس ایسی عبادت ہے کہ نماز کے بعد سب سے زیادہ اس کا ثواب ہے۔روزہ رکھنے سے مسلمان حسد اور رشک میں مبتلا نہیں ہوتا۔اس میں حلال کھانے کی چیزوں پر فوقیت ہوتی ہے۔اس سے لڑائی جھگڑے سے انسان کی جان چھوٹ جاتی ہے۔اس سے حیوانی شیطانی اور جنسی صفات میں کمی آتی ہے۔اللہ کی طرف دھیان لگ جاتا ہے۔صبر شکر، رضائے الٰہی، تقویٰ، اخلاص، احسان اور دوسرے ایمانی ثمرات میں روزے دار کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔اس سے اللہ روزہ دار میں عبادت کی لگن اور شوق کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔انسان اس میں اپنے نفس کو کنٹرول کرنے کی بے انتہا کوشش کرتا ہے اور کسی حد تک وہ اس میں کامیاب بھی رہتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"یعنی توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، سجدہ کرنے والے، اچھے کاموں کے کرنے والے، بُری باتوں سے روکنے والے، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے مومنین کو

Marfat.com

خوشخبری سنادو یعنی جنت کی"

حدیث میں ہے جس کو امام احمد حنبلؒ نے نقل فرمایا ہے کہ:

"ہر نیک عمل کفارہ ہے سوائے روزہ کے، روزہ میرا ہے، اس کی جزا بھی دوں گا۔

روزے میں انسان کھاتا پیتا نہیں یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ روزہ تو درحقیقت میرا ہے۔ ہم نے پہلے روزے کے بارے میں تفصیل کے ساتھ آپ کو بتایا کہ روزہ کیا ہے؟ اس کی کتنی قسمیں ہیں، روزہ کیوں رکھا جاتا ہے، روزے سے کیا مسلمان کو فوائد حاصل ہوتے ہیں، روزہ اسلام کا تیسرا بڑا رکن ہے۔

ہمارے حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کے طور پر ہمیں بتایا کہ دیکھو پہلے اللہ پر ایمان لاؤ یعنی توحید پر پھر فرمایا کہ نماز پڑھو، پھر تیسرے رکن کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

ہر انسان میں اچھائی بھی ہوتی ہے، برائی بھی ہوتی ہے اگر وہ پہلے اللہ کی وحدانیت کا سچے دل سے اقرار کرے پھر نماز جس طرح ہمارے پیارے رسول ﷺ نے پڑھی ہے اور ہمیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے نماز پنجگانہ ادا کرے اور پھر رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھے تو گویا سارے سال کے روزے رکھ لیے۔ روزے میں بھوک پیاس، کمزوری، ناتوائی، گرمی، دھوپ، سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ روزہ ہر مسلمان کے لیے فرض ہے وہ امیر ہو یا غریب، غریب کو روزہ کھولتے وقت احساس ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی کیسی کیسی ہزاروں نعمتیں عطا کیں ہیں۔ ان نعمتوں میں غریب کے سامنے ایک دو سے زائد روزہ افطار کرتے وقت رکھی ہوں تو وہ بے اختیار اللہ کا شکر ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ ایسے میں بعض اوقات اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلتے ہیں اور وہ صبر شکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے سر بسجود ہو جاتا ہے۔

امیر آدمی جب روزہ رکھتا ہے۔ وہ جب روزہ رکھنے کی کیفیت سے گذرتا ہے تو اسے

Marfat.com

احساس ہوتا ہے کہ بھوک کیا ہے، پیاس کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں کیا درجہ رکھتی ہیں۔ ایسے میں مومن جو امیر ہے بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اللہ تیرا شکر ہے' تو نے مجھے ہزاروں نعمتوں سے نوازا ہے۔ مجھے مختلف قسم کے مشروب پلائے ہیں، مجھے کھانے کی کئی نعمتیں عطا کیں ہیں۔ اسے احساس ہونے لگتا ہے کہ یہ امارت، یہ دھن و دولت سب عارضی ہیں۔ ان سب نے آخرت سے پہلے موت کے وقت ساتھ چھوڑ جانا ہے۔ ایسے میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، روزہ رکھتا ہے، اپنا مال و دولت سب کچھ اللہ کی امانت سمجھ کر خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات انسان کو سمجھایا کہ دیکھو اللہ کی عبادت کرو، نماز ادا کرو، روزے رکھو، یہ ہی راستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے۔ اگر عام مسلمان پہلے تین ارکان اسلام کو جان کر دل و جان سے حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے اصولوں کو تھام کر، حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر ان کے بتائے ہوئے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے عمل کریں تو یوں سمجھ لیں کہ جنت کے راستے کی طرف آپ گامزن ہو جاتے ہیں۔ آپ کی ایک سیدھی راہ متعین ہو جاتی ہے۔ ایسی راہ متعین ہو جاتی ہے جو سیدھا آپ کو جنت کے دروازوں کی طرف لے کر رواں ہو جاتی ہے۔ پھر کامیابی چند فاصلوں پر رہ جاتی ہے۔ آپ نے جب تین منزلیں طے کر لیں تو سمجھ لیں باقی کی دو منزلیں آپ طے کر لیں گے اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر آپ پکار اٹھیں گے کہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے ہمیں حضور ﷺ جیسا ماہر نفسیات عطا کیا، جس کی بدولت ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے جا رہے ہیں۔ ہم اُن راستوں پر چلے جا رہے ہیں جن میں روحانیت، صبر اور خوشی کی روشنی ہی روشنی ہے۔ آپ کے دل میں خیال آتا ہے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں توحید کی دولت سے مالا مال کیا۔ حضور ﷺ جیسے آخری نبی کو ہمارا راہبر بنایا۔ پھر ہمیں نماز پڑھائی پھر ہمیں روزے کے فائدے بتائے۔ اے اللہ ہم تجھ سے راضی ہیں، اگر تو ہم سے راضی ہو جائے گا تو ہماری سوئی ہوئی قسمت جاگ جائے گی اور یہ سب کچھ ہمارے پیارے حضور ﷺ کے طفیل ہوگا۔ دیکھا ہمیں کیسے رہبر و راہ نما ملے جو ہمیں ہر پل ہر گھڑی بلکہ ساری زندگی ہماری رہبری کرتے رہتے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

زکوٰۃ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید میں بیس جگہ نماز کا ذکر آیا ہے۔نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا بھی ذکر آیا ہے۔یہ ارکان اسلام کا بہت اہم رکن ہے۔جب تک مالدار آدمی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ مسلمان کہلوانے کا حق نہیں رکھتا۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں طہارت و برکت اور بڑھنا اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں۔اپنے مال کی مقدار متعین کر کے اس حصہ کو جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی دونوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ لیجیے کہ یہ فعل یعنی اپنے مال کی مقدار متعین کے ایک حصہ کا کسی مستحق کو مالک بنا دینا) مال کے باقی ماندہ حصے کو پاک کر دیتا ہے۔ اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت کی عنایت فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف یہ کہ دنیا میں بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اخروی طور پر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بری خصلتوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک وصاف کرتا ہے۔اس لیے اس فعل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔زکوٰۃ کو صدقہ بھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والے کے دعویٰ ایمان کی صحت صداقت پر دلیل ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟

صدقہ فطر ۲ ہجری میں واجب کیا گیا تھا۔زکوٰۃ کی فرضیت کے بارہ میں اگرچہ علماء کے یہاں اختلافی اقوال ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو گیا تھا مگر اس حکم کا نفاذ مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی پہلی تاریخ کو ہوا ہے گویا زکوٰۃ یکم رمضان ۲ ہجری میں فرض قرار دی گئی اور اس کا اعلان کیا گیا۔

Marfat.com

زکوٰۃ تمام امتوں پر فرض تھی:

اجتماعی طور پر یہ مسئلہ ہے کہ زکوٰۃ انبیاء کرام پر فرض و واجب نہیں ہے البتہ جس طرح سابقہ تمام امتوں پر نماز فرض تھی اسی طرح امت محمدی سے پہلے ہر امت پر زکوٰۃ فرض تھی' ہاں زکوٰۃ کی مقدار اور مال کی تحدید میں اختلاف ضرور رہا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں اسلامی شریعت کے احکام بہت آسان اور سہل ہیں جب کہ سابقہ انبیاء کی شریعتوں میں اتنی آسانی نہیں تھی۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کی تاکید:

قرآن مجید میں ۳۲ جگہ زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ فرمایا گیا ہے جس سے نہ صرف یہ کہ نماز روزہ اور زکوٰۃ دونوں کے کمال اتصال کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ زکوٰۃ کی فضیلت و تاکید کی دلیل بھی ہے' پھر یہ کہ قرآن کریم میں بہت سی جگہ زکوٰۃ کا علیحدہ بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ خداوند قدوس نے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو دنیاوی و اخروی اجر و ثواب اور سعادت و نیک بختی کے دل کش و سچے وعدوں سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی ادائیگی سے باز رہنے والوں کو جیسے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ اہل ایمان کے قلوب ان کے تصور سے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔ کیسے بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے باز رہتے ہیں اور ان عذابوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

چونکہ زکوٰۃ اسلام کا ایک بڑا رکن ہے اور اس کی فرضیت قطعی ہے اس لیے زکوٰۃ کا انکار کرنے والا کافر اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا فاسق اور شدید ترین گناہ گار ہوتا ہے بلکہ علماء لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ نہ دینے والا اس قابل ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے (محیط السرخسی)

مال پر ایک سال کامل گزر جانے کے بعد صاحب نصاب پر فی الفور زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر گناہ گار بناتی ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ سال پورا ہو جانے پر فی الفور زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ ترتیب وار واجب ہوتی ہے یہاں تک کہ موت کے وقت گناہ گار ہوتا ہے۔

Marfat.com

زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے:

ہر اس آزاد عاقل اور بالغ مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہے جو نصاب (یعنی مال کی وہ خاص مقدار جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے) کا مالک ہو اور مال کامل ایک سال تک اس کی ملکیت میں رہا ہو نیز وہ مال دین یعنی قرض اور ضرورت اصلیت سے فارغ ہو اور نامی (یعنی بڑھنے والا ہو) خواہ حقیقتاً خواہ تقدیراً اسی طرح مال میں اس کی ملکیت پوری طرح اور کامل ہو۔

کافر، غلام دیوانے اور نابالغ لڑکے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور نہ اس مالک نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے جس کے نصاب پر پورا ایک سال نہ گزرا ہو، ہاں اگر کوئی شخص سال کی ابتدائی اور آخری حصوں میں مالک نصاب رہے اور درمیان مالک نصاب نہ رہے تو اسے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی کیونکہ یہ بھی پورے ایک سال ہی کے حکم میں ہوگا۔

قرض دار پر اس کے بقدر قرض مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہاں جو مال قرض سے زائد ہو اور وہ حد نصاب کو پہنچتا ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ قرض زکوٰۃ کے لیے مانع وجوب ہے جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو، چنانچہ نذر، کفارات فطرہ اور ان جیسے دوسرے مطالبات جن کا تعلق صرف اللہ جل شانہ کی ذات سے ہے اور کسی بندے کو ان کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں پہنچتا زکوٰۃ کے لیے مانع وجوب نہیں ہیں۔ ہاں ایسے قرض جن کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مگر ان کے مطالبہ وصول کرنے کا حق بندوں کو پہنچتا ہے جیسے زکوٰۃ عشر، خراج وغیرہ کہ امام وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کا مطالبہ کر سکتا ہے تو یہ بھی زکوٰۃ کے لیے مانع وجوب ہیں مگر امام وقت اور عام مال ظاہر میں مطالبہ کر سکتا ہے مثلاً مویشی وہ مال تجارت جو شہر میں لایا جائے یا شہر سے باہر لے جایا جائے اور نقدی لیکن وہ مال جس کی تجارت صرف شہر کے اندر اندر ہی محدود ہو اس میں حاکم کا مطالبہ اور اگر بیوی مہر کا تقاضا کرتی ہو تو اس کے مہر کے بقدر مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

بحرالرائق میں ہے کہ معتمد مسلک یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے لیے مانع وجوب ہے نیز مطلقاً قرض مانع ہے خواہ معجل ہو یا مؤجل، اگرچہ بیوی کا مہر مؤجل ہی کیوں نہ ہو جس کی مدت تاجیل طلاق یا موت پر ختم ہو جاتی ہے لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مہر مؤجل

Marfat.com

زکوٰۃ کے لیے مانع وجوب نہیں ہے، کیوں کہ عام طور پر اس کا مطالبہ نہیں ہوا کرتا بخلاف مہر معجّل کے کہ اس کا مطالبہ ہوتا ہے مگر بعض علماء نے اس بارہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر خاوند ادائیگی مہر کا ارادہ رکھتا ہو تو مہر مؤجل زکوٰۃ کے لیے مانع وجوب ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس کا شمار قرض میں نہیں ہوتا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے درمیان اس بارہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند تونگر یعنی مالدار ہو تو وہ اپنے مہر کی وجہ سے (کہ جو اس کے خاوند کے ذمہ باقی ہے) غنیۃ سمجھی جائے گی یا نہیں؟ صاحبین کا مسلک تو یہ ہے کہ ایسی عورت غنیۃ معتبر ہوگی یعنی مستحق زکوٰۃ نہیں ہوگی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا آخری قول یہ ہے کہ وہ غنیۃ معتبر نہیں ہوگی، لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ اختلاف صرف مہر معجّل کے بارہ میں ہے مہر مؤجل کی صورت میں تینوں حضرات کا متفقہ مسلک یہ ہے کہ ایسی عورت غنیۃ معتبر نہیں ہوگی۔

اموال زکوٰۃ:

تین طرح کے ہیں جو مال نامی میں ذکر کیے گئے ہیں۔

(۱) مال نقد (سونا، چاندی)

(۲) مال تجارت

(۳) سائمہ وہ جانور ہیں جو سال کے اکثر حصہ جنگل میں چر کر بسر کرتے ہوں اور جو دودھ کی غرض سے یا نسل کی زیادتی یا فربہ ہونے کے لئے رکھے گئے ہوں۔ یہاں پر صرف دو قسموں کو بیان کیا جائیگا کیونکہ تیسری قسم اکثر پیش نہیں آتی۔

(۱) سونا، چاندی کی زکوٰۃ کے احکام: سونا، چاندی میں مطلق زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ کیسی ہی حالت میں ہو یعنی زیور، روپے، برتن وغیرہ۔ سونا کا نصاب بیس مثقال ہے (ایک وزن کا نام ہے)۔ چاندی کا نصاب دوسو درم ہے۔ بیس مثقال اس زمانے کے تول میں ۴۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام سونا ہے اور دوسو درم ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام چاندی ہے (فتاوٰی نظامیہ)۔ علماء مشرق کے پاس بیس مثقال کا وزن ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور دوسو درم کا وزن ساڑھے باون تولہ چاندی ہے۔ اگر کوئی اوپر بیان کردہ وزن سونا یا چاندی کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو تو اس کا چالیسواں حصہ یعنی ایک گرام ۵۱۹ ملی گرام سونا اور چاندی کا چالیسواں حصہ دس گرام ۶۳۲ ملی گرام

Marfat.com

دینا واجب ہے (فتاویٰ نظامیہ) اور علماء مشرق کے پاس ساڑھے دو ماشہ سونا اور ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی چاندی ہے۔ نوٹ: صاحب نصاب کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ہی مقرر کردہ مال کو یا اس کی قیمت کو زکوٰۃ کے مستحق کو دیدے۔ اگر سونے یا چاندی نصاب سے زیادہ ہے اور یہ زیادتی نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہے۔ اس زیادہ مال پر بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر وہ زیادتی پانچویں حصہ سے کم ہے تو اس پر زکوٰۃ معاف ہے۔ اسی طرح ہر پانچویں حصہ کی زیادتی پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

نوٹ: سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا نہیں۔

اگر کسی کے پاس سونا تھوڑا اور چاندی تھوڑی ہو اور دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملانے سے کسی ایک کا نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس صورت میں دونوں کو ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا چاہیے۔ اگر ملانے پر بھی نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی، چاندی میں ملائے تو نصاب پورا ہو جاتا ہے۔ اور چاندی کی قیمت کا سونا، سونے میں ملائے تو نصاب پورا نہیں ہوتا یا بالعکس (اس کا الٹا) ہے تو زکوٰۃ واجب ہے یعنی جس میں نصاب پورا ہو وہ ادا کریں اور اگر دونوں صورتوں میں نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اختیار ہے جو چاہے ادا کریں مگر جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ پڑ جائے تو وہی ادا کرنا واجب ہے۔

اگر چاندی اور سونے کو ملا کر بھی نصاب پورا نہ ہو اور مال تجارت بھی موجود ہو اور اس کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کو بھی ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر نصاب پورا نہ ہو تو واجب نہیں۔ اور اگر کسی کے پاس سونا چاندی نہ ہو بلکہ پیسے ہوں اور ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو تو ان میں بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یعنی ہر سو روپے (۱۰۰) پر ۵۰۔۲ روپے۔

(۲) مال تجارت کی زکوٰۃ کے احکام:

ہر قسم کے تجارتی سامان جو نصاب کو پورا کرتی ہو اور اس پر سال گزر گیا ہو تو اسی کی قیمت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ مال تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اسی کا اعتبار ہے مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اس کی قیمت دو سو درم (نصاب چاندی) سے کم نہ ہو لیکن

Marfat.com

بعد میں اس کی قیمت اتنی زیادہ ہو جائے کہ دو سو درم کے برابر ہو تو جس وقت سے قیمت بڑھی اسی وقت سے اس کے سال کی شروعات ہوگی۔

مسئلہ: قیمت اسی جگہ کی ہونی چاہیے جہاں مال تجارت ہے اور اصل کی زکوٰۃ کے ساتھ نفع کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی چاہیے اگرچہ نفع پر پورا سال نہ گزرا ہو۔ مسئلہ: کرایہ پر چلانے کی دیگوں اور گھروں پر زکوٰۃ نہیں البتہ انکے کرایوں پر ہے۔

کھیتی پر زکوٰۃ:

جس زمین کو بارش یا چشموں یا نہروں نے پانی دیا اس پر عشر زکوٰۃ واجب ہے یعنی پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرنا واجب ہے۔ اور جس زمین کو جانوروں کے ذریعہ یا کنوئیں سے پانی دیا گیا ہو تو اس پر نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔

مسئلہ: عشر میں سال گزرنا شرط نہیں ہے بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں کھیتی ہوئی ہو تو ہر بار عشر یا نصف عشر واجب ہوگا۔

مصارف زکوٰۃ:

زکوٰۃ سات لوگوں کو دینی چاہیے

(۱) فقیر (جس کے پاس مال و اسباب بقدر نصاب نہ ہو)

(۲) مسکین (جس کے پاس ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو)

(۳) عامل (حاکم اسلام کی طرف سے زکوٰۃ حصول کرنے والا)

(۴) مکاتب (آقا کو اس کے مقررہ پیسے دے کر آزاد ہونے والا غلام)

(۵) قرضدار (جو اپنا قرض ادا کرنے کے بعد مالک نصاب نہ ہو)

(۶) فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں)

(۷) مسافر (جو وطن سے باہر ہو اور سفر کا سامان نہ رکھتا ہو اگرچہ اپنے گھر میں مال موجود ہو)۔ مسئلہ: زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مال زکوٰۃ کا مالک اور قابض بنا دیا چاہیئے۔ مسئلہ: زکوٰۃ پورے سات اشخاص میں سے کسی

Marfat.com

ایک کو یا ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا دیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں افضل یہ ہے کہ قرابت دار کو دیں۔

قرآن مجید میں بیس جگہ نماز کا ذکر آیا ہے اور نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ ارکان اسلام میں بہت اہم رکن ہے۔ جب تک مالدار آدمی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ مسلمان کہلوانے کا حق نہیں رکھتا۔

زکوٰۃ مخصوص شرائط کے ساتھ کسی مستحق آدمی کو اپنے مال کے ایک مقررہ کردہ حصے کا مالک بنا دیتا ہے۔ امام راغب نے فرمایا تھا وہ حصہ جو اپنے مال سے حق الٰہی کے طور نکال کر غریبوں، مسکینوں اور مستحق یتیموں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقہ مال دار آدمی کو دیے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ اس مال دار آدمی کا اس وقت تک ایمان اکامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ایک مخصوص حد جو اسلام نے ہمیں بتائی ہے اپنی دولت سے حکومت کو یا غریبوں کو نہ دے دے۔

اس اہم رکن کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے الفاظ میں ”زکوٰۃ کا مفہوم دو معنوں سے مرکب ہے۔ ایک پاکیزگی اور دوسرے نشوونما“ کسی چیز کی ترقی میں جو چیزیں مانع ہوں ان کو دور کرنا۔ اور ان کے اصل جوہر کو پروان چڑھانا ہے۔

یہ دو تصورات مل کر زکوٰۃ کا پورا تصور بناتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اس کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔ ایک وہ مال جو مقصد تزکیہ کے لیے نکال جائے۔ دوسرے زکوٰۃ بجائے خود تزکیہ کا فعل ہے۔ زکوٰۃ لفظ عام صدقات کے معنوں میں اسلام کے شروع ہی میں رائج ہو گیا تھا اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو مستحق امداد کا ٹھہرایا ہے جو اپنی ضرورت کے مطابق ذرائع نہ رکھتے ہوں اور سخت تنگ حال ہوں۔ مگر نہ تو ان کی خودداری کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہو اور نہ ہی ان کی ظاہری پوزیشن ایسی ہو کہ کوئی انہیں حاجت مند سمجھ کر ان کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ وہ لوگ جو صدقات موصول کرنے اور موصول شدہ مال کی حفاظت کرنے یا ان کا حساب کتاب رکھتے اور ان کو تقسیم کرنے میں حکومت کی طرح سے استعمال کیے جائیں اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ

Marfat.com

حضور ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لوگ اگر صاحب نصاب ہوں تو زکوٰۃ ان پر فرض ہے لیکن اگر وہ غریب محتاج یا قرض دار یا مسافر ہوں تو زکوٰۃ لینا ان کے لیے حرام ہے البتہ اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ خود بنی ہاشم کی زکوٰۃ بھی بنی ہاشم لے سکتے ہیں یا نہیں ۔امام ابویوسف کی اس مسئلہ پر رائے یہ ہے کہ لے سکتے ہیں لیکن اکثر فقہا اس کو بھی جائز خیال نہیں کرتے ۔تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دینے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں اور مال دے کر ان کے جوش عداوت کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہو۔جو لوگ کفار کے کیمپ میں ایسے ہوں کہ اگر انہیں مال سے توڑا جائے تو ٹوٹ کر مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہیں یا جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں اور ان کی سابقہ عداوت یا ان کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہو کہ اگر مال سے ان کی دل جوئی نہ کی گئی تو پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے ۔ایسے لوگوں کو مستقل وظائف یا وقتی عطیے دے کر اسلام کا حامی و مددگار یا مطیع و فرماں بردار یا کم از کم بے ضرر دشمن بنالیا جائے ۔ایسے لوگوں کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ہے کہ وہ فقیر و مسکین یا مسافر ہوں تب ہی ان کی مدد زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے ۔بلکہ وہ مالدار اور رئیس ہونے پر بھی زکوٰۃ دیئے جانے کے مستحق ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے سے یہ بات ساقط ہو گئی ہے ۔اب تالیف قلب کے لیے کچھ دینا جائز نہیں ہے ۔اس سلسلہ میں امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ فاسق مسلمان کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ کی مد سے دیا جا سکتا ہے مگر کفار کو نہیں۔

اس سلسلے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں رقم طراز ہیں کہ مؤلفتہ القلوب کا حصہ قیامت تک کے لیے ساقط ہو جانے کی دلیل نہیں ہے بلاشبہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا وہ بالکل صحیح تھا ۔اگر اسلامی حکومت تالیف قلب کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہو تو کسی نے ان پر فرض نہیں کیا کہ ضرور ہی اس مد میں کچھ نہ کچھ صرف کرے لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو گنجائش رکھی ہے اسے باقی رہنا چاہیے ۔حضرت عمرؓ اور صحابہ کا اجماع اس امر پر ہوا تھا وہ یہ تھا کہ ان کے زمانے میں جو حالات تھے ۔ان میں تالیف قلب کے لیے کسی کو کچھ دینے کی وہ حضرات ضرورت محسوس نہ کرتے تھے ۔اس سے یہ نتیجہ نکالنے

Marfat.com

کی کوئی معقول وجہ نہیں کہ صحابہ کا اجماع نے اس مد کو قیامت تک کے لیے ساقط کر دیا ہے جو قرآن میں بعض اہم دینی مصالح کے لیے رکھی گئی تھی۔

زکوٰۃ کا ذکر قرآن مجید میں نماز کے ساتھ بیس مقامات پر آیا ہے یہ ہم شروع میں بھی عرض کر چکے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کی بشارت ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے سزا اور عذاب کی وعید ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ''اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہ ہی لوگ ہیں جنہیں ہم اجر عظیم دیں گے'' (النساء:۱۶۲)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لیے اچھا ہے۔ بخل تو ان کے حق میں برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کا مال ان کے لیے وبال جان بن جائے گا''۔ (آل عمران:۱۸۰)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔ جس دن کہ سونا اور چاندی دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر ان سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ ہی سونا چاندی ہے جس کو تم نے جمع کر رکھا تھا۔ سو اب تم اس چیز کا مزا چکھو جو تم جمع کرتے رہے ہو'' (التوبہ:۳۴۔۳۵)

نیکی کچھ یہ ہی تھوڑی ہے کہ (نماز میں) اپنے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو خدا اور روز آخرت اور فرشتوں اور (خدا کی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی الفت میں اپنا مال قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پردیسوں اور مانگنے والوں اور (لونڈی غلام) کے گلو خلاصی میں صرف کرے اور پابندی سے نماز پڑھے اور زکوٰۃ دیتا رہے اور جب کوئی عہد کیا اپنے قول کے پورے ہیں اور فقر و فاقے۔ رنج سختی اور کھٹن کے وقت ثابت قدم رہے۔

یہ ہی وہ لوگ ہیں جو (دعویٰ ایمان میں) سچے نکلے اور یہ ہی لوگ پرہیز گار ہیں (البقرۃ:۱۷۷)

Marfat.com

اے ایمان دارو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس دن کے آنے سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو جس میں نہ تو (خرید و) فروخت ہوگی اور نہ ہی یاری (آشنائی) اور نہ سفارش ہی کام آئے گی اور کفر کرنے والے ہی تو ظلم ڈھاتے ہیں اور جو لوگ خدا کی خوشنودی کے لیے اپنے دلی اعتماد سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس (ہرے بھرے) باغ کی سی ہے جو کسی ٹیلے یا ٹیکرے پر لگا ہو اور اس پر زور و شور سے پانی برسا تو اپنے دو گنے پھل لایا اور اگر اس پر لڑے دھڑے کا پانی نہ بھی برسے تو اس کے لیے پھوار (ہی کافی) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کی دیکھ بھال کرتا ہے (البقرۃ:۲۶۵)

اور جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کرنے کے بعد کسی طرح کا احسان نہیں جتاتے اور نہ (جن پر احسان کیا گیا ہے) ان کو ستاتے ہیں ان کا اجر (ثواب) ان کے اللہ کے پاس ہے اور نہ (آخرت میں) ان کو کوئی خوب ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

نماز جس طرح پنجگانہ فرض کی گئی ہے اسی طرح مالدار مسلمان پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا کے بہت سے جھگڑے مال کی غیر متوازی تقسیم کی بنا پر ہیں۔ اگر زکوٰۃ کا اچھے طریقے سے نفاذ ہو جائے تو امیری اور غریبی میں کافی حد تک فرق کم ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے زکوٰۃ کے ذریعہ ایک نہایت ہی حکیمانہ اور متوازن حل پیش کیا ہے۔ زکوٰۃ سے انسانوں میں آپس میں محبت اور یگانگت کے علاوہ ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کا پورا نظام بنایا گیا ہے۔ زکوٰۃ روز روز ادا کرنی نہیں ہوتی بلکہ سال میں ایک بار اس دولت پر دینی ہوتی ہے جو آپ کے پاس جمع ہوئی ہوتی ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کو فرض کیا گیا ہے۔ صرف ان لوگوں پر جو زکوٰۃ دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ نماز میں حقوق اللہ ادا کیے جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں حقوق العباد۔ اسلام نے ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ان دونوں کو فرض قرار دے کر اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن میں بھیجا کہ آپؐ نے فرمایا کہ پہلے یمن والوں کو توحید کی دعوت دیں۔ جب وہ اسے قبول کر لیں تو ان کی دن اور رات میں پانچ نمازوں کی تلقین

Marfat.com

کریں۔ جب وہ یہ بات بھی مان لیں تو ان کی توجہ زکوٰۃ کی طرف دلائیں جو کہ ان کے امراء سے لی جائے گی اور غرباء میں تقسیم کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کے منکرین سے جب لڑائی کا فیصلہ کرلیا تو حضرت عمر رضی تعالیٰ عنہ نے اعتراض کیا۔ فرمایا کہ توحید کے قاتل کا خون روا نہیں اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے لڑوں گا (مشکوٰۃ)

زکوٰۃ انفرادی یا اجتماعی طور پر اکٹھی کی جاسکتی ہے جیسے کوئی انفرادی طور پر کسی مستحق کو دینا چاہے تو وہ دے سکتا ہے لیکن اگر حکومت یہ کام خود کرنا چاہے تو جن پر زکوٰۃ لاگو ہوتی ہے وہ حکومت کو بھی دے سکتے ہیں اس طرح حکومت اجتماعی طور پر زکوٰۃ اکٹھی کرسکتی ہے۔

زکوٰۃ اگر چھپا کر دی جائے تو اس طرح ادا کرنے والے میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس طریقے کو بھی پسند فرمایا ہے۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والے کو شرم اور غیرت محسوس نہیں ہوتی اور اس کی عزت نفس بحال رہتی ہے۔ اور زکوٰۃ دینے والا بھی ذاتی نمائش اور شہرت طلبی کی آلائشوں سے پاک رہتا ہے "اگر تم چھپا کر فقراء کو دو تو یہ بہت بہتر ہے" (البقرہ)

زکوٰۃ کے بارے میں حضور ﷺ کی نفسیات کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں فیاضی اور سخاوت آگئی اور وہ سب دین کے لیے اپنا مال لٹانے کے لیے تیار رہنے لگے۔

حضور ﷺ ہی وہ پیغمبر ہیں جنہوں نے ماہر نفسیات بن کر غرباء کی مدد کے لیے عملی قدم اٹھایا۔ غریبوں کی تکالیف اور مصائب کو کم کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی غریبوں کی طرح گذاری اور ماہر نفسیات کی طرح ساری زندگی غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیوہ عورتوں کو ان کو معاشرہ میں اعلیٰ مقام دلانے کی کوشش کرتے رہے اور اپنے آپ کو ان کے لیے ڈھال بنالیا۔ پھر یہ ڈھال ایسی بنی کہ آج تک کسی انسان میں یہ خوبی پیدا نہ ہوسکی آپ کے پاس جو کچھ مال و دولت آتا وہ رات تک سب محتاج اور بے کس لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کے طور پر ایسا کارنامہ سرانجام دے کر امیر اور غریب کی جنگ کو کم

Marfat.com

کرنے کی دل وجان سے کوشش کی اور وہ اس وقت اس میں کامیاب بھی رہے بعد میں مسلمانوں نے زکوٰۃ کے مسلے پر وہ جوش اور ولولہ نہ دکھایا جو ان کو دکھانا چاہتے تھے جس کا نتیجہ نکلا کہ آج پھر مسلمان جو غریب ہیں وہ غریب تر ہو رہے ہیں اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی زکوٰۃ کے بارے میں بنائے ہوئے فلسفہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔ جس کا خمیازہ آج ساری قوم غربت کی شکل میں بھگت رہی ہے۔ اگر آج بھی خلوصِ دل سے حضور ﷺ کی زکوٰۃ کے فلسفے کو اپنا بنالیں تو کہا جا سکتا ہے کہ ہماری معاشی حالت ٹھیک ہو سکتی ہے۔ ہمیں پھر جا بجا غلط قسم کے ٹیکس بھی لگانے نہ پڑیں گے۔ اور نہ ہی آئی ایم ایف والوں کا محتاج ہونا پڑے گا۔

موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ تمام ممالک کے لیے اقتصادی مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ پورے زور سے جاری ہے حالانکہ سوشلزم اور کیموزم اپنی انتہا کی بلندیوں پر جا کر صرف ایک خواب بن کر رہ گئے ہیں۔ حالانکہ یہ نظام مساوات کی دعوت دیتے تھے مگر ان کی دائمی کامیابی مشکوک ہو کر رہ گئی۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات دنیا کی مشکلات کا اندازہ فرمایا اور اس مشکل کے حل کے لیے اصول مقرر فرمائے۔

۱۔ حضور ﷺ نے ذاتی شخصی ملکیت، جس کی فطرت انسانی متقاضی ہے کو قبول فرمایا۔

۲۔ زکوٰۃ اور خیرات سے دولت اور سرمایہ کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکا اس پر پہلے خود عمل کر کے سب کو دکھایا۔

۱۔ سود کو حرام قرار دیا۔

۲۔ متروکہ جائیداد کو ایک ہی شخص کی ملکیت قرار نہیں دیا بلکہ وارثت کو تقسیم فرمایا۔

۳۔ لوگوں کو بھوک، غربت اور تنگ دستی سے بچانے کے لیے تمام لوگوں میں سرمایہ برابر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ہر سرمایہ دار پر جس کے پاس اخراجات کے بعد مقررہ رقم بچ جاتی ہے۔ زکوٰۃ کو فرض قرار دیا تا کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی امداد کے لیے ایک سالانہ رقم ادا کرے۔ اس رقم کو تعین زکوٰۃ کے نصاب کی صورت میں فرمائی اور جماعت کا فرض

Marfat.com

قرار دیا کہ وہ اس رقم سے قابل اعانت لوگوں کی امداد کرے۔ یہ ہی وہ راز ہے جس کی بنا پر اسلام کے تمدن کا دور اقتصادی بدحالیوں سے محفوظ رہا۔

بات پھر وہ ہی ہے کہ آج بھی مسلمان اگر زکوٰۃ کو اپنا لیں اور اس کی روح کے مطابق زکوٰۃ ادا کریں تو عام مسلمان سے لے کر اسلامی حکومت تک کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات زکوٰۃ کو ادا کرنے کا کئی بار حکم فرمایا ہے۔ ایک جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا "جس کو اللہ مال دے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا۔ اور سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو اپنے منہ میں لے لے گا یعنی اسے کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں (بخاری)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے دو عورتوں کے ہاتھوں میں کنگن دیکھے تو ان سے پوچھا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں؟ انھوں نے عرض کی نہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟ انھوں نے عرض کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی)

بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی شفاعت سے انکار کر دیں گے۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات نصاب زکوٰۃ بھی بڑی دانش مندی اور تمدنی بنیادوں پر قائم کیا ہے اور اس سے خاص طور پر انسانی ضرورتوں اور مجبوریوں کا خاص خیال رکھا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلام اور جدید معاشی نظریات میں اسے "اجتماعی سوشل سکیورٹی" کا نظام قرار دیا ہے۔ جس سے معاشرہ کے نادار لوگوں کے لیے کفالت عمومی کا بندوبست کیا گیا ہے۔ یہ ہی خیال سید قطب شہید نے اپنی کتاب "اسلام کا عدل اجتماعی" میں ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جدید اسلامی ریاست میں کفالت عمومی کے اس خدائی قانون سے اخلاص اور ناداری کا تشفی بخش حل ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے زکوٰۃ کا نظام ایسے اچھے طریقے سے پیش کیا ہے کہ اس سے پہلے زکوٰۃ کا نظام کا ہونا تو دوسرے مختلف آسمانی مذاہب میں ملتا ہے مگر وہ اتنا مربوط، ٹھوس، واضح اور

Marfat.com

انفرادی طور پر نہ بنایا گیا تھا مگر ہمارے حضور ﷺ نے اس نظام کو سائنسی بنیادوں پر اس کی دیوار کھڑی کی اور اس کو آسان بنا دیا جس کی سمجھ عام مسلمان کو بھی آجاتی ہے۔ اس نظام میں کوئی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ حضور ﷺ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے ارکان اسلام کے اس اہم رکن پر نہ صرف خود عمل کیا بلکہ اس کی تعلیم پورے زور و شور سے دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نظام کی بدولت غریبی اور امیری میں فرق کم ہو کر سامنے آگیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اسلام میں ایک ایسا سنہری دور بھی آیا کہ دور دور تک کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ خدا کرے کہ آج بھی کوئی بندہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اس رکن کو اسی روح سے اسلامی ملک میں رائج کرنے کی کوشش کرے۔ پھر دیکھیں اقتصادی ترقی میں کیسے اسلامی انقلاب آتا ہے اور پھر ہم ہی نہیں یورپ اور امریکہ بھی ہمارے اس زکوٰۃ کے نظام کو دیکھ کر عش عش کر اٹھیں گے اور حضور ﷺ کے بطور ماہر نفسیات ہونے کے گن گائیں گے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حج اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

حج کے معنی قصد کے ہیں کسی جگہ ارادے سے جانا۔ اسلامی شریعت کی اصطلاح میں مکہ مکرمہ میں جا کر خانہ کعبہ، عرفات، مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ کا قصد کرنے اور طواف اور دیگر مناسکِ حج ادا کرنے اور مقررہ آداب واعمال بجالانے کا نام حج بیت اللہ ہے۔

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے اہم اور آخری رکن ہے۔

"حج کے لیے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو مرکز اجتماع قرار دیا۔ یہ خدا کا پہلا گھر ہے جو نوع انسانی کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا۔ قرآن مجید کی رو سے اس کا محل وقوع مکہ مکرمہ میں ہے اور اس خدا کے گھر کو انسانوں کے لیے باعث برکت و ہدایت ٹھہرایا گیا ہے" (آل عمران:۹۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس کی بنیادیں اٹھائیں (البقرہ:۱۲۷)

اور دعا کہ "یعنی اے میرے رب اس شہر کو پُر امن بنا اور اس شہر کے جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ انہیں پھلوں سے رزق عطا کر" نیز یہ التجا کی: "اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس ایسی وادی میں آباد کیا ہے۔ جہاں کوئی زرعی پیداوار نہیں ہوتی۔ یہاں بسانے کا مقصد اقامت صلوٰۃ ہے۔ لہٰذا تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل عطا کر کہ وہ تیرا شکر ادا کرتے رہیں (ابراہیم:۳۷)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی یہ دعا اور دیگر دعائیں قبول فرمائیں اور اعلان فرما دیا کہ اللہ

Marfat.com

نے کعبہ کو حرمت والا گھر اور لوگوں کے لیے قیام کا باعث بنایا (المائدہ:۹۷)

نیز فرمایا کہ ہم نے بیت اللہ لوگوں کے مرکز اور جائے امن بنایا اور ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ میرے گھر کا طواف کریں۔ اعتکاف کریں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھیں (البقرہ:۱۲۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو حج کی دعوت دیں (الحج:۲۷)

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے آخری رکن ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے'' لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور وہ اس کا حج کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ کے لیے حج کرے پس اس میں شہوت کی بات کرے نہ گناہ کرے وہ (گناہوں) سے اس دن کی طرح (پاک صاف) ہو جاتا ہے جبکہ اس کی ماں نے جنا تھا (مشکوٰۃ)

حج کی حقیقت یہ ہے کہ توحید کا پرچم تھام کر خدا کی رحمتوں اور حقیقتوں، برکتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے بیت اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے قربانی کی روح کو زندہ کرنا ہے یعنی دو برگزیدہ بندوں کی پیروی میں اللہ کے حکم کے سامنے تسلیم ورضا اور فرمابرداری اور اطاعت کے ساتھ اپنی گردن جھکا دینا ہے۔

اس معاہدہ کو اور عبودیت کے اظہار کو اسی طرح بجالانا جس طرح وہ ہزاروں سال پہلے بجالائے اور خدا کی نوازشوں اور بخششوں سے مالا مال ہوئے۔ یہی ملت ابراہیمی اور یہی حقیقی اسلام ہے۔ یہی روح اور یہ ہی باطنی اور جذبہ ہے جس کی حاجی ان بزرگوں کے مقدس اعمال اور قدیم دستوروں کے مطابق حج میں اپنے عمل اور کیفیت سے مجسم کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ تمدن کے اس ابتدائی دور کی وہ ان دنوں بغیر سلے اور سادہ کپڑے پہنتے ہیں۔ وہ خود اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح خدا کے حضور میں نذر کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اتنے دنوں تک (یعنی احرام کے زمانے میں) سر کے بال منڈواتے ہیں، نہ ہی ترشواتے ہیں۔ دنیا کے عیش ونشاط اور مختلف کی زندگی سے پرہیز کرتے ہیں۔ یعنی نہ خوشبو لگاتے ہیں نہ سلے کپڑے پہنتے ہیں۔ نہ سر

Marfat.com

ڈھانپتے ہیں۔ نہ خوشبو دار کھانا کھاتے ہیں، نہ شکار کرتے ہیں نہ کسی کی جان لے سکتے ہیں۔ نہ بیوی سے ہم بستر ہو سکتے ہیں، اور نہ اسی والہانہ انداز سے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام تین دن کے سفر کے گرد وغبار میں اٹے ہوئے دوڑتے ہوئے خدا کے گھر میں آئے تھے، آتے ہیں اور جس طرح ابراہیمؑ نے خدا کی پکار پر لبیک کہا تھا۔ وہ ہی تین ہزار سال پہلے کا ترانہ ان کے لبوں پر ہوتا۔

''میں حاضر ہوں'' میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سب خوبیاں اور سب نعمتیں تیری ہی ہیں اور سلطنت تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں''۔

یہ خدمت کی آمادگی کا ترانہ یہ توحید کی صدا ان تمام مقامات اور حدود میں بلند کرتے پھرتے ہیں۔ جہاں جہاں ان دونوں بزرگوں کے نقش قدم پڑے تھے اور چونکہ وہ اپنے آپ کو روحانی طور پر خدا کی قربان گاہ پر نذر کرنے چلے تھے اس لیے اپنے آپ کو سات دفعہ اس بیت اللہ کے چاروں طرف پھرا کر تصدیق کرتے ہیں پھر جہاں سے جہاں تک (صفا مروہ تک) حضرت ہاجرہؓ دوڑی تھیں، اللہ کو یہ دوڑ اتنی پسند آئی کہ اب تا قیامت حج وعمرہ کے موقع پر وہاں سب مسلمان دوڑتے رہیں گے اور دعا کرتے ہیں اور گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور عرفات کے سب سے بڑے میدان میں جمع ہو کر اپنی گذشتہ عمر کے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے ہیں۔ خدا کے حضور میں گڑگڑاتے ہیں۔ قصور معاف کراتے روتے اور آیندہ زندگی کے لیے خدا کے ساتھ اس کی عبودیت بندگی اور اطاعت کا نیا عہد و پیمان باندھتے ہیں اور یہ ہی دراصل حج کا صحیح رکن ہے۔

یہ تاریخی میدان ان تاریخی عہد کی یاد ان بزرگوں کے نقش قدم اور ان کے دعا کے مقامات اور تجلیات ربانی کے مناظر دور دراز سفر اور ہر قسم کی محنت کے بعد اور اکثر کو عمر میں ایک بار اس مقام پر آسکنے کا موقع ملتا ہے اور لاکھوں بندگان کا ایک ہی وحدت کے رنگ میں ایک ہی لباس اور شکل و صورت۔ ایک ہی حالت اور جذبہ میں سرشار ایک بے آب و گیاہ اور خشک میدان اور جلے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں اکٹھے ہو کر دعا مغفرت کی پکار گذشتہ عمر کی کوتاہیوں اور بربادیوں کا ماتم اپنی بدکاریوں کا اقرار اور پھر احساس کے ساتھ کہ یہی وہ مقام ہے جہاں ابراہیم خلیل اللہ سے لے کر محمدؐ رسول اللہ تک بہت سے انبیاء اسی حالت اور اسی صورت میں اور یہیں کھڑے ہوئے تھے ایسا

Marfat.com

روحانی منظر ایسا پُر کیف اثر ایسا گداز ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ جس کی لذت تمام عمر فراموش نہیں ہوتی۔ پھر نذر کے دن پورے کر کے اپنی طرف سے ایک جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اور اپنی روحانی قربانی کی تمثیل میں جسمانی طور پر ذبح کرتے ہیں اور اس وقت اسی اطاعت اسی فدویت اسی سرفروشی اور اسی قربانی کا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں جو کبھی اس میدان میں اس موقع پر اور اسی حالت میں اسی شکل میں دنیا کے سب سے پہلے داعی توحید نے اپنے عمل اور اپنی زبان سے کی تھی اور وہی جذبات اس وقت حاجیوں کے دل میں موجزن ہوتے ہیں اور ان کی زبانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبات الفاظ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اسلام سے پہلے یعنی زمانہ جاہلیت میں یہ صرف ایک میلہ تھا۔ جو سال کے سال لگتا تھا۔ بڑے بڑے قبیلے اپنے جتھوں کے ساتھ یہاں پر آتے اور اپنے پڑاؤ الگ الگ ڈالتے۔ پھر ہر قبیلے کا شاعر اپنے قبیلے والوں کی بہادری، ناموری عزت، طاقت اور سخاوت کی تعریف زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اور پھر ہر ایک ڈینگی مارنے میں دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا۔ ہر قبیلے کے سردار اپنی بڑائی جتانے کے لیے دیگیں چڑھاتے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے اونٹ پر اونٹ کاٹتے چلے جاتے۔ اس فضول خرچی سے ان کا منشاء صرف یہ ہوتا کہ اس میلے کے موقعہ پر ان کا نام سب سے اونچا ہو جائے اور یہ چرچے ہوں کہ فلاں سردار نے اتنے اونٹ کاٹے اور فلاں سردار نے اتنے لوگوں کو کھانا کھلایا۔ ان مجلسوں میں شراب خوری، زنا اور ہر قسم کی فحش کاری خوب دھڑلے سے ہوتی تھی، اور خدا کا خیال مشکل ہی سے کسی کو آتا تھا۔ کعبہ کے گرد طواف ہوتا تھا مگر اس طرح کہ سب عورتیں مرد ننگے ہو کر گھومتے اور کہتے کہ ہم اس حالت میں خدا کے سامنے جائیں گے جس میں ہماری ماؤں نے ہمیں جنا ہے۔ مسجد ابراہیم علیہ السلام میں جو عبادت ہوتی تھی وہ یہ تھی کہ تالیاں بجتی تھیں، سیٹیاں بجائی جاتی تھیں اور سنکھ پھونکے جاتے تھے۔ خدا کا نام بھی پکارا جاتا تھا۔ مگر کس شان سے؟ کہتے تھے میں حاضر ہوں۔ میرے اللہ! میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر وہ جو تیرا ہونے کی وجہ سے تیرا شریک ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس ملکیت کا بھی مالک ہے۔ خدا کے نام پر قربانیاں کرتے تھے۔ مگر کس بدتمیزی کے ساتھ؟ قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں پر لتھڑا جاتا تھا اور گوشت دروازے پر لٹکایا جاتا تھا کہ اس خیال

Marfat.com

سے کہ نعوذ باللہ یہ خون اور گوشت خدا کو مطلوب ہے۔

اسلام نے ان تمام جاہلیت کے دور کے طریقوں کی اصلاح کی اور انبیاء کے طریقوں پر چلتے ہوئے ان کے طریقوں پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ حج پر اس مسلمان پر فرض ہے جو

۱۔ عاقل ہو، پاگل نہ ہو۔

۲۔ بالغ ہو بچوں کے لیے ضروری نہیں۔

۳۔ اس کے پاس اتنے اخراجات ہوں جو نہ صرف اس کے حج کے لیے کافی ہوں بلکہ ان تمام افراد کے لیے کافی ہوں۔ جن کے معاش کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر عائد ہوتی ہو۔

۴۔ تندرست اور صحت مند ہو۔ اس کے بدن میں اتنی طاقت ہو کہ حج کا سفر کر سکے اور حج کے احکامات بجا لا سکے۔

۵۔ اس کے لیے راستہ پُر امن ہو۔

۶۔ سفر کا ذریعہ میسر ہو، خواہ بری، خواہ بحری، ہوائی ہو۔

شریعت میں عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ حج فرض ہے۔ اگر کوئی شخص ایک سے زائد مرتبہ حج ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لیے نفلی حج ہو گا۔

حج کے متعین دن چھ ہیں۔ یعنی آٹھ ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک بلکہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری ہو تو گیارہ ذوالحجہ تک بھی جائز ہے۔

شریعت نے اطراف عالم کے لیے چند مقامات متعین کر دیئے ہیں کہ جو شخص حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ جانا چاہے وہ ان مقامات سے بغیر احرام باندھے نہ گذرے ان مقامات کو مواقیت کہتے ہیں وہ مقام درج ذیل ہیں۔

۱۔ یلملم ۲۔ جحفہ ۳۔ ذات عرق

۴۔ قرن المنازل ۵: ذوالحلیفہ

Marfat.com

ارکان حج:

۱۔ احرام باندھنا

۲۔ طواف کرنا

۳۔ حجر اسود کا استلام:

اس سے مراد اس کو بوسہ دینا ہے مگر اگر زیادہ ہجوم ہو تو صرف اشارہ پر ہی قناعت کر سکتے ہیں۔

۴۔ سعی کرنا:

صفا اور مروہ کعبہ کی دو پہاڑیوں ہیں۔

۵۔ وقوف عرفہ:

عرفات میں نویں ذی الحجہ کو تمام حاجیوں کے لیے ٹھہرنا اور زوال کے بعد غروب تک یہاں دعا اور حمد میں مصروف رہنا لازم ہے اور اصل حج اسی کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص اس دن عرفات میں نہ پہنچ سکے تو اس کا حج نہیں ہوتا۔

۶۔ قیام مزدلفہ:

رات بھر یہاں قیام کرنا اور طلوع فجر کے بعد تھوڑی دیر عبادت کرنا ضروری ہے۔

۷۔ منیٰ کا قیام:

یہاں پر تمام حاجی دو تین دن تک قیام کرتے ہیں۔

۸۔ قربانی:

یہاں پر منیٰ میں قربانی کی جاتی ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے سے یہاں مل سکتے ہیں۔

۹۔ حلق راس:

منیٰ میں قربانی کے بعد حاجی سر کے بال منڈواتے یا تراشوتے ہیں۔

۱۰۔ رمی جمار:

یہاں پر شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ کنکریوں کی تعداد سات ہوتی ہے۔

Marfat.com

حج کے لیے ضروری ہے کہ احرام باندھنے اور احرام اتارنے تک ہر حاجی نیکی و پاکبازی اور امن کی پوری تصویر ہو۔ وہ لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد نہ کرے۔ کسی کو تکلیف نہ دے یہاں تک کہ کسی چیونٹی کو بھی نہ مارے۔ شکار بھی اس دوران نہ کرے۔ مناسک حج ادا کرتے وقت کسی کو دھکیلا نہ جائے، گرایا نہ جائے اور کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور وہ منظر سامنے رکھا جائے جب حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ نے تسلیم و رضا کی مثالیں پیش کیں تھیں۔ اسلام کی آواز اسی سرزمین سے سربلند ہوئی تھی اور صحابہ کرامؓ نے کمال صبر واطاعت کا نمونہ دنیا کو پیش کیا تھا۔

حج کی تین قسمیں ہیں۔ یہاں پر صرف ان کے نام پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اگر آپ نے تفصیل جاننی ہو تو کوئی بھی حج کی کتاب پڑھ لیں۔ آپ کو با آسانی ان اقسام کی تفصیل مل جائے گی۔

۱۔ حج قران
۲۔ حج تمتع
۳۔ حج منفرد

طبرانی کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد کیف میں ستر انبیاء نے نماز پڑھی ہے۔ حضرت موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا حج ستر انبیاء نے کیا۔ اس قسم کی اور دوسری روایات جن کا یہ مضمون متحمل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ سے روحانی وابستگی تاریخ کا ایک قدیم واقعہ ہے۔

حجتہ الوداع کے موقع پر رسول خدا محمد ﷺ کی پرزور تقریر

اس سال حج کے زمانہ میں پیغمبرؐ نے عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ پڑھا اور اس کے دوسرے دن منیٰ میں آپؐ کی تقریر کچھ اس طرح تھی۔

خداوند عالم اس بندہ کے چہرہ کو منور اور شاداب رکھے جو میری بات کو سنے اور یاد رکھے اور ان کی حفاظت کرے پھر ان کو ان لوگوں تک پہنچائے جنہوں نے نہیں سنی ہے۔ بہت سے فقہ کے حامل ایسے ہیں جو خود فقیہہ نہیں ہیں اور بہت سے فقہ کے پہنچانے والے ایسے ہیں کہ جو ایسے

Marfat.com

شخص تک پہنچاتے ہیں جوان سے زیادہ عقلمند ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے مرد مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ عمل کو خالص خدا کے لیے انجام دینا، رہبروں کے لیے بھلائی چاہنا اور ایک رنگی اختیار کرنا اور مومنین کی جماعت سے جدا نہ ہونا اس لیے کہ ان کی دعا ہر ایک کو گھیرے رہتی ہے۔

پھر فرمایا:

''اے لوگو تم شاید اب اس کے بعد مجھے نہ دیکھو۔ آیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر، کون سا مہینہ اور کون سا دن ہے؟''

لوگوں نے کہا:

''ہاں یہ حرمت کا شہر، حرمت کا مہینہ اور حرمت کا دن ہے''۔

آپؐ نے فرمایا:

''خدا نے تمہارے خون تمہارے مال کی حرمت کو اس شہر، اس مہینہ اور اس دن کی حرمت کی طرح قرار دیا ہے۔ کیا میں نے (پیغام) پہنچا دیا''۔ مجمع نے کہا ''ہاں'' آپؐ نے فرمایا: ''خدایا تو گواہ رہنا''۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''تم خدا سے ڈرتے رہو اور کم (تول کر) نہ بیچنا، زمین میں تباہی نہ مچاؤ اور ہر وہ شخص جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ اسے (اس کے مالک تک) پہنچائے۔ اسلام میں سارے لوگ برابر ہیں اس لیے کہ سب آدم وحوا کی اولاد ہیں۔ عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر سوائے پرہیزگاری کے اور کوئی برتری حاصل نہیں''

کیا میں نے (پیغام) پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا:

''ہاں''

آپؐ نے فرمایا:

''خدایا گواہ رہنا''۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''اپنے نسب کو میرے پاس نہ لانا بلکہ اپنے عمل کو میرے پاس لانا، جو میں لوگوں سے کہتا ہوں تم بھی یہی کہو، کیا میں نے (پیغام) پہنچادیا؟

لوگوں نے کہا:

''ہاں''

فرمایا:

''خدایا تو گواہ رہنا۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

وہ خون جو جاہلیت میں ہوا ہے میرے پیر کے نیچے ہے اور پہلا خون جس کو میں اپنے پیر کے نیچے رکھتا ہوں وہ آدم ابن ربیعہ ابن حارث (رسول خدا کے وابستگان میں ایک شیرخوار بچہ تھا اور بنی سعد ابن بکر نے اس کو مارڈالا تھا) کا خون ہے۔ کیا میں نے (پیغام) پہنچادیا؟

لوگوں نے کہا:

''جی ہاں''

فرمایا:

''خدایا گواہ رہنا''۔

پھر فرمانے لگے:

''ہر وہ ربا جو جاہلیت کے زمانہ میں تھا میرے پیروں کے نیچے ہے۔ پہلا ربا جو میں اپنے پیروں کے نیچے رکھتا ہوں وہ عباس ابن عبدالمطلب کا ربا ہے۔''

کیا میں نے (پیغام پہنچادیا؟''

مجمع نے کہا:

''ہاں''

فرمایا:

خدا تو گواہ رہنا۔

پھر فرمایا:

Marfat.com

''بے شک ماہ حرام میں تاخیر کفریں زیادتی ہے اور کافرین اس سے گمراہ ہوں گے ایک سال کو حلال اور ایک سال کو حرام شمار کرتے ہیں تا کہ اس کو شمار کر کے جس کو خدا نے حرام کیا ہے موافق بنالیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ زمانہ گزشتہ لوگوں کی وضع کی طرف پلٹ گیا۔ جس دن خدا نے آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا، بیشک خداوند عالم کے نزدیک اس کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں۔ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے اور اس کو ''رجب مضر'' کہتے ہیں اور پھر پے در پے تین مہینے ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ بتاؤ میں نے تمہیں خبردار کر دیا؟

لوگوں نے جواب دیا ''ہاں'' آپؐ نے کہا:

''خدایا تو گواہ رہنا''

پھر فرمایا:

''میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے لیے کہتا ہوں اس لیے کہ ان کو تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ اپنے امر میں سے کوئی چیز اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتیں تم نے ان کو خدا کی امانت میں لیا ہے۔ خدا کے حکم کے مطابق تم نے ان سے قربت کی ہے تمہارا ان پر کچھ حق ہے، ان کی متعارف غذا اور لباس تم پر لازم ہے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ کسی کا پیر تمہارے بستر تک نہ پہنچنے دیں۔ تمہاری اطلاع اور اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں کسی کو داخل نہ ہونے دیں۔ پس اگر ان میں سے کوئی چیز انجام دیں تو ان کی خواب گاہ سے دوری اختیار کرو نہایت اطمینان سے ان کو تنبیہ کرو۔

کیا میں نے تبلیغ کر دی؟

لوگوں نے کہا:

''ہاں''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

خدایا گواہ رہنا۔

پھر آپؐ گویا ہوئے

Marfat.com

''اب میں تم سے غلاموں کے بارے میں کچھ کہتا ہوں جو کھانا تم کھاتے ہو وہی ان کو بھی کھلاؤ جو تم پیو وہی ان کو بھی پلانا اگر یہ کوئی خطا کریں تو ان کی سزا کو معاف کر دینا۔ آیا میں نے تبلیغ کر دی؟

سب لوگ بولے:

''ہاں''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''خدایا تو گواہ رہنا''۔

پھر فرمانے لگے:

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، ان کے ساتھ حیلہ اور خیانت نہ کرو۔ ان کی پیٹھ پیچھے بدگوئی نہ کرو۔ ان کا خون حلال ہے اور نہ مال۔ مگر ان کی رضا سے، کیا میں نے تبلیغ کر دی؟''

لوگوں نے کہا:

''ہاں''

فرمایا:

''خدایا تو گواہ رہنا''۔

پھر آپؐ نے کہا:

''شیطان آج کے بعد اس بات سے ناامید ہو گیا کہ اس کی پرستش ہو گی لیکن پرستش کے علاوہ جن کاموں کو تم چھوٹا سمجھتے ہو ان پر عمل ہو گا اور وہ (شیطان) اسی پر راضی اور خوش ہے۔ کیا میں نے بتا دیا؟

لوگوں نے کہا:

''ہاں''

آپؐ نے فرمایا:

''خدایا تو گواہ رہنا''

پھر آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com

''دشمن خدا میں سب سے زیادہ گستاخ وہ ہے جو اپنے قتل کرنے والے کے علاوہ کسی کو قتل کرے اور اپنے مارنے والے کے علاوہ کسی کو مارے۔ جو اپنے آقا کی نافرمانی کرے اس نے اس چیز کا انکار کر دیا۔ جو خدا نے محمد پر نازل کی ہے اور جو کوئی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت دے اس پر خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ کیا میں نے بتا دیا؟

مجمع بولا

''ہاں''

فرمایا:

''خدایا تو گواہ رہنا''۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''میں مامور ہوں کہ جہاد کروں تاکہ لوگ خدا کی یکتائی اور میری رسالت کے معتقد ہو جائیں جب اس کا اقرار کر چکیں گے تو سوائے میرے حق کے انھوں نے اپنے مال اور خون کو محفوظ کر لیا اور ان کا حساب خدا پر ہے'' کیا میں نے بتا دیا؟''

لوگوں نے کہا:

''ہاں''

فرمایا:

''خدایا تو گواہ رہنا''۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

''کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم گمراہ کرنے والے کافر ہو جاؤ کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن کا مالک (مالک الرقاب) ہو جائے۔ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے''۔

کتاب خدا اور میری عترت و خاندان۔ کیا میں نے تبلیغ کر دی۔

لوگوں نے کہا: ''ہاں''

فرمایا: ''خدایا تو گواہ رہنا''۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا:

البتہ تم سے سوال ہوگا لہٰذا تم میں جو حاضر ہے وہ غائب تک (یہ پیغامات) پہنچائے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۶۰۳)

غدیر خم میں

یکشنبہ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری

یکشنبہ ۱۱ ذی الحجہ کو جب پیغمبر "جحفہ" سے غدیر خم کے پاس پہنچے تو امین وحی خدا کی جانب سے یہ پیغام لائے کہ "اے پیغمبر جو خدا کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو، اور اگر آپؐ نے نہیں پہنچایا تو اس کی رسالت کو آپؐ نے مکمل نہیں کیا۔ خدا آپؐ کو لوگوں سے بچائے گا۔ (۳) مائدہ: ۶۸)

اس طرح خدا کی جانب سے پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ آپ علی علیہ السلام کو لوگوں کے درمیان کھلم کھلا پہنچوائیں ولایت اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے کے سلسلے میں جو مسلمانوں کی تکلیف ہے آپؐ اسے پہنچا دیں۔ حجاج کا کارواں جحفہ پہنچا، پیغمبر نے حکم دیا کہ تمام وہ لوگ جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ لوٹ آئیں اور باقی ٹھہر جائیں تمام مسلمان جمع ہوگئے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ تھی۔ اس روز سخت گرمی کے عالم میں لوگ اپنے پیروں کے نیچے اپنی عبا بچھائے اور اپنے دامن کو سائبان بنا کر سروں پر رکھ رہے تھے۔ نماز ہوئی پیغمبر نماز کے بعد اس بلند جگہ پر جلوہ افروز ہوئے جو پالان شتر سے بنائی گئی تھی (منبر) اور آپؐ نے ایک تقریر فرمائی۔

مختصر صحیح بخاری باب: حجتہ الوداع کے بیان میں۔

حدیث نمبر: ۱۶۹۴

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع میں خطبہ پڑھتے وقت یہ فرمایا: "وقت پھر گھوم کر اپنی اسی حالت پر آ گیا جس حالت پر اس دن تھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جس میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں ان میں سے تین تو لگاتار (۱) ذی قعدہ۔ (۲)۔ ذی الحجہ۔ (۳)۔ محرم ہیں اور چوتھا

Marfat.com

مہینہ مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی ثانیہ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: ''یہ کون سا مہینہ ہے؟'' ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ کچھ دیر خاموش ہو گئے (جس سے) ہم نے خیال کیا کہ شاید اس کے نام کے علاوہ کوئی اور نام بیان کریں گے۔ پھر فرمایا: ''کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ بیشک یہ ذی الحجہ ہی کا مہینہ ہے۔ پھر فرمایا: ''یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش ہو گئے جس سے ہمیں یہی خیال گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے علاوہ اور کوئی نام بیان فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: ''کیا یہ شہر بلدۂ امین یعنی مکہ نہیں ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ بیشک یہ مکہ کا شہر ہے۔ پھر فرمایا: ''آج کون سا دن ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر کچھ دیر خاموش ہو گئے، اس سے ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہ یوم نحر نہیں ہے؟'' ہم نے عرض کی بیشک یہ یوم نحر (قربانی کا دن) ہی ہے۔ پھر فرمایا: ''تو اب سن لو کہ تمہارے آپس کے (مسلمانوں کے) خون اور تمہارے مال اور راوی کہتا ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) یہ بھی کہا کہ تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے، وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ دیکھو! ذرا خبردار ہو جاؤ! میرے بعد تم پھر گمراہ نہ ہو جانا (اس طرح) کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔ جو یہاں موجود ہے اس کو چاہیے کہ وہ (ان باتوں کو) اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھتا ہے۔'' (پھر فرمایا): ''خبردار ہو جاؤ! کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچا نہیں دیے؟'' دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ (امام بخاری رحمہ اللہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے کہ اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے)۔

حدیث نمبر: ۱۶۹۵

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبہ میں نماز پڑھنے

Marfat.com

کے بارے میں پہلے گزر چکی ہے (دیکھیے کتاب: نماز کا بیان ۔۔۔ باب: کعبہ اور مسجدوں میں دروازے اور زنجیر (تالے) رکھنا)، اس روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:" اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اس کے پاس ہی سرخ سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔"

حدیث نمبر:۱۶۹۴

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انیس لڑائیاں لڑیں اور ہجرت کے بعد ایک حج حجۃ الوداع کیا اس کے بعد کوئی حج ادا نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر:۱۶۹۷

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈوایا اور بعض اصحاب نے قصر کیا (یعنی سر نہیں منڈوایا بلکہ کچھ بال کٹوائے)۔

آپ نے حضور ﷺ کا خطبہ پڑھ لیا۔ خطبہ کیا ہے، دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ آپؐ نے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اس خطبہ میں ارشاد فرما دیا ہے اور یہ ارشاد قیامت تک مسلمانوں کے لیے مشعل راہ کے طور پر کام آتا رہے گا۔ آپؐ نے بطور ماہر نفسیات ہمیں بتا دیا کہ اللہ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی گورے کو کالے پر فوقیت نہیں اگر فوقیت ہے تو تقویٰ کی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: امانت میں خیانت نہ کرو اور سود خوری آج سے ختم کی جاتی ہے، مزید ارشاد فرمایا: حرام کاری نہ کرو یعنی زنا کاری سے پرہیز کرو نہیں تو اس کی سزا سنگ ساری ہے اور پھر اپنے حسب نسب کو نہ بدلو، آپس میں پیار و محبت کے لیے تحفہ تحائف دو پھر حضور ﷺ نے عورتوں کے حقوق کو واضح اور صاف الفاظ میں بیان کیا۔

خطبہ میں فرمایا گیا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو یعنی قرآن پر عمل کرو۔ آخری الفاظ میں آپؐ نے ارکان اسلام پر بے حد زور دیا ہے۔ نمازیں پانچ وقت کی پڑھو روزے رکھو۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور حج ادا کرو۔ اگر ان باتوں پر کوئی بھی عام مسلمان عمل کرے گا تو سیدھا جنت کا حق

Marfat.com

دار ہوگا۔ حضور ﷺ نے خطبہ میں خوشخبری سنا دی ہے کہ دیکھو جو میں کہتا ہوں اس پر صدق دل سے عمل کرو تو راہ حق تلاش کر لو گے اور پھر اللہ تمہارا اور تم اللہ کے بن جاؤ گے۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا کہ:

۱۔ خانہ کعبہ اہل توحید کا مرکز اور ملت ابراہیمی کا موطن و مسکن ہے۔

۲۔ حج کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو اللہ کے گھر کی خدمت گزاری ہوتی رہے دوسرا یہاں پر خدا کی عبادت ہوتی رہے۔

۳۔ حج سے مسلمانوں میں آپس میں بھائی چارہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو ملتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خوشی غم کا مداوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴۔ یہاں آ کر سب ایک ہو جاتے ہیں۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ لباس میں نماز میں یوں کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسے آپس میں رشتہ دار ہوں اور بھائی بھائی ہوں۔

۵۔ اس سے ایک قوم ہونے کا جوش و جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے کام آنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

۶۔ تجارت کو فروغ ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کے لوگ جوق در جوق آ کر یہاں پر خرید و فروخت کرتے ہیں۔

۷۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ یہاں آ کر عبادت کرتے ہیں اور حج کی نیت سے آتے ہیں اللہ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے۔

۸۔ اس سے حوصلہ، صبر، تعاون اور آپس میں شفقت کا جذبہ، الفت کا جذبہ، محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۹۔ روحانی و جسمانی تربیت ملتی ہے جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے۔

۱۰۔ پچاس لاکھ کے قریب لوگ حج کرتے ہیں تو ایسا روح پرور منظر ہوتا ہے جو صرف دیکھنے

Marfat.com

کے قابل ہوتا ہے۔ سب کی منشاء ایک ہی ہوتی ہے کہ اللہ راضی ہو جائے۔

دنیا میں جتنے بھی آج تک مذاہب معرض وجود میں آئے ہیں۔ ان میں ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ایک زیارت یا ایک سے زیادہ زیارات ہوتی ہیں۔ وہاں سب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔

مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مقدس مقامات میں عام طور پر روحانیت کی بجائے ناچ گانے' ڈھول کی تاپ' رنگ برنگے لباس اور مختلف قسم کی خرافات مذہب کے نام پر ہوتی ہیں اور وہاں کے لوگ خوش ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر ان میں شامل ہو کر سوائے شور شرابے کے کوئی روحانیت نہیں ہوتی صرف ہلا گلا ہوتا ہے۔

مگر صرف اسلام ایسا مذہب ہے، جس میں روحانیت اپنے جوبن پر ہوتی ہے وہ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ ہمیں معاف کر دے۔ ہمیں بخش دے۔ مرد اور عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب سب کی آواز ایک ہی ہوتی ہے کہ میں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب خوبیاں اور نعتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں تیرا اسلامی ترانہ کعبہ مین گونج رہا ہوتا ہے۔ اکثر کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی ان کے رخساروں پر گر کر اسے خراج تحسین پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے میں پھر خدائی رحمت جوش اور محبت ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ پھر انسان حج کے بعد ایسے ہو جاتا ہے جیسے ماں کے بطن سے پیدا ہوا بچہ ہو جس نے ابھی ابھی جنم لیا ہو۔ اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ ارکان اسلام بتائے ہیں۔ اگرچہ ارکان کا نام استعمال نہیں ہوا تاہم مندرجہ ذیل امور کو دین اسلام کے بنیادی ارکان ہی سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ کلمہ (توحید) ۲۔ نماز ۳۔ روزہ ۴۔ زکوٰۃ ۵۔ حج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ماہر نفسیات یہ فرمایا کہ دین پانچ باتوں کا نام ہے۔ ان میں سے کوئی بھی کسی ایک کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔ پہلے ایمان لائے ان کے فرشتوں پر، کتابوں پر،

Marfat.com

رسولوں پر اور جنت و دوزخ اور حیات بعد از موت پر دوسرا نماز دین کا ستون ہے۔ تیسرا رمضان کے روزے رکھنا چوتھے زکوٰۃ ادا کرنا، پانچویں حج ادا کرنا۔ یہ شہادت کہ اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جنت اور دوزخ اور حیات بعد از موت پر۔ یہ ایک بات ہوئی۔ نماز پانچ وقت کی دین کا ستون ہے۔ یہ دوسری بات ہوئی۔ زکوٰۃ گناہوں سے پاکیزگی کا دوسرا نام ہے۔ جس سے ان پر عمل کیا اور تیسری بات پھر رمضان کے روزے آگئے اور جس نے ان کو جان بوجھ کر ترک کی تو اللہ نہ ان کا ایمان قبول کرے گا اور نہ ہی نماز اور زکوٰۃ قبول کرے گا اور جس نے ان چاروں پر عمل کیا پھر حج اس پر فرض ہو جاتا ہے لیکن جس صاحب استطاعت نے حج نہ کیا اور نہ اپنے حج پر ایمان لایا اور نہ اس کے اہل میں سے کسی نے حج کیا تو اللہ نہ ایمان قبول کرے گا نہ نماز نہ زکوٰۃ اور نہ ہی روزہ قبول کرے گا۔ حج کے لیے مال دار ہونا شرط ہے صرف مال دار آدمی پر حج فرض ہے تو جو مالی طور پر حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہے غریب اگر اپنی مرضی سے خوشی سے چاہے تو حج کر سکتا ہے مگر اس پر فرض نہیں ہے' فرض صرف مال دار اور غنی پر ہی ہے۔ یہ پانچ ارکان موتی ہیں پھر ان سب کو ملا کر ہار بن جاتا ہے ایسا ہار جو آخرت کی کنجی ہے یعنی جنت کی کنجی ہے اس کنجی کو حاصل کرنے کے لیے ان سب پر عمل پیرا ہونا شرط ہے۔

اگر ہم ان پانچ ارکان اسلام کو قبول کر کے اس پر عمل کریں گے گویا ہم نے سارے اسلام کے فلسفہ کو قبول کر لیا پھر ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہو جائیں گے۔ اسی بات میں ہماری دنیاوی کامیابی بھی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے اور اگر انسان کامیاب ہو گیا تو پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کا ٹکٹ مل گیا پھر جس کو ٹکٹ مل گیا اس کو سب کچھ ہی مل گیا۔ دیکھا آپ نے حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات ہمیں کتنا آسان سبق دیا ہے۔ اگر ہم اس سبق کو یاد کر کے اس پر دل سے عمل کریں گے تو قیامت والے دن حضور ﷺ کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہو گی۔ ہم اللہ اور حضور ﷺ کا ترانہ گاتے ہوئے جنت میں داخل ہونگے۔ (انشاءاللہ)

☆......☆......☆

Marfat.com

شعب ابی طالب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام اپنے پورے وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ مکہ کی وادی میں پھیل رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اس طرح اہل قریش کے سرداروں کی شکست بالکل صاف روز روشن کی طرح عیاں ہونے لگی تھی۔ حضور ﷺ نے ایک سال پہلے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اب قریش کے سردار اس صورت حال میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ اُس وقت جو مسلمان اسلام لا رہے تھے۔ وہ اپنے خونی اور خاندانی رشتے توڑنے میں کسی بھی قسم کا عار محسوس نہیں کر رہے تھے۔ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

اہل قریش گھبرا گئے تھے کہ اس طرح اُن کا ہر قبیلہ ہر خاندان منقسم ہو کر رہ جائے گا اور شہر میں خانہ جنگی ہونے کا اندیشہ اُنہیں لاحق ہونے لگا تھا۔ اُن کا رعب ختم ہو جائے گا۔ اُن کی تجارت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو چکا تھا۔ ابو طالب کو دھمکیاں مل چکی تھیں کہ محمد ﷺ کو چھوڑ دو مگر ابو طالب نے دھمکیوں کو خاطر میں نہ لانے کا پکا فیصلہ کر لیا ہوا تھا۔ ابو طالب نے حضور ﷺ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔

ایسے میں حضور ﷺ دن رات اسلام کی تبلیغ کے لئے دل و جان سے اپنا کام کر رہے تھے اور اپنا پیغام حرم کعبہ میں، کعبہ کی گلیوں میں، بازاروں میں، گھاٹیوں میں، ڈیروں میں اور باہر سے آنے والے زائرین اور حج کرنے والوں میں احسن طریقے سے پہنچا رہے تھے۔

اس صورت حال سے اہل قریش نے پریشان ہو کر سوچا کہ اگر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو کسی طرح لڑائی کے بغیر حضور ﷺ کی حمایت سے علیحدہ کر دیا جائے تو کیا ہوگا۔ انھوں نے اس بات پر بھی سوچا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے علاوہ جو لوگ اب تک مسلمان ہو چکے ہیں تو اُن کو اُن کے قبیلوں کے مشورے سے علیحدہ کر کے اُن کا سوشل بائیکاٹ کروایا جائے۔

اس دور میں مکہ کی طرز زندگی ایسی تھی کہ وہ صبح و شام حرم کعبہ کے اردگرد محفلیں جما کر بیٹھ جاتے اور پھر اپنی اپنی خاندانی برتری کے قصے ایک دوسرے سے بڑھ کر جتاتے تھے۔ شعر و شاعری ہوتی تھی۔ محفلیں منعقد ہوتیں

Marfat.com

تھیں۔ انھوں نے سوچا کہ اگر ان محفلوں میں سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے علاوہ دوسرے قبیلوں کے ہونے والے مسلمانوں کو نکال دیا جائے تو وہ سماجی طور پر شہر اور ریاست میں اُن کا کوئی مقام نہ رہ جائے گا اور وہ اس طرح شہری ریاست کے تمام معاملات میں الگ تھلگ ہو کر رہ جائیں گے۔ اُن کا کوئی پریشان حال نہ ہوگا۔

انھوں نے سوچا جب تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے قبیلے کے سارے لوگ حضور ﷺ کی حمایت سے دست بردار نہیں ہو جاتے اور انہیں ان کے حوالے نہیں کر دیتے تا کہ ہم ان کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں یا پھر محمد حضور ﷺ خود اس دین سے علیحدہ نہیں ہو جاتے۔ جس کا وہ پرچار کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک معاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

پھر انھوں نے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے درج ذیل نکات پر مبنی ایک حکم نامہ (عہد نامہ) تیار کیا۔

۱۔ کوئی بھی شخص ان سے کاروبار اور لین دین نہیں کرے گا اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرے گا اور نہ ان سے کوئی چیز خریدے گا۔

۲۔ ان کے ہاں کوئی بھی رشتے ناطے نہ کرے گا۔

۳۔ ان کے ساتھ کوئی بھی محفل میں نہ بیٹھے گا۔

۴۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ میل جول رکھے گا۔

۵۔ ان کے ساتھ کوئی نرمی اور مہربانی روا نہیں رکھی جائے گی۔

۶۔ جو کوئی کسی مسلمان کا مقروض ہے۔ وہ قرض ادا نہ کرے گا۔

محرم ۷ بعثت میں تمام اہل مکہ نے جن میں بنوامیہ اور بنونوفل دو خاندان بنوعبدامنان کے بھی شریک تھے۔ ایک طرف تمام اہل قریش اور دوسری طرف بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے علاوہ وہ مسلمان جو زیادہ تر مفلوک الحال تھے۔ ان سب کو شعب ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا اور پھر عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں اس کو لٹکا دیا گیا۔

شعب ابی طالب کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ جب مکہ کے شہر کی آبادی بڑھنے لگی اور خانہ کعبہ اور اس کے اردگرد کی آبادی زیادہ ہوگئی تو حضور ﷺ کے جدامجد قصی نے سارے اہل قریش کو مکہ میں جمع کر کے مکہ سے دور اپنے مکانات تعمیر کرنے کیلئے کہا تھا۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے مکہ سے ایک کلومیٹر کے اردگرد مختلف پہاڑوں کے درمیان گھر بنا لئے تھے۔ اس کی وجہ دوسری یہ بھی تھی کہ مہمانوں کو ٹھہرانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔ شعب کے

Marfat.com

معنی گھاٹی کے ہیں۔شعب ابی طالب بھی ایک گھاٹی تھی جو پہاڑوں کے تنگ راستوں میں تھی۔ یہ مکہ سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ یہاں پر مہمانوں کے علاوہ مختلف سماجی اور سیاسی محفلیں بھی بعض اوقات منعقد ہوتی تھیں۔جس محلے میں یہ حویلی واقعہ تھی اُس کو شعب ابی طالب کہتے تھے۔

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے سارے لوگ اس محلہ میں جس کو گھاٹی کہتے ہیں منتقل ہو گئے تھے۔ان کے بعض حامی قبیلے اور وہ نادار اور غریب مسلمان جن کا تعلق کسی قریشی خاندان سے نہ تھا وہ بھی اسی محلہ میں آ گئے اور نہ آیا تو ابولہب نہ آیا۔ وہ اپنی بیوی جو ابوسفیان کی بہن تھی سے بہت ڈرتا تھا اور ڈرپوک ہونے کے ناطے وہ ان میں شامل نہ تھا۔

میں سمجھتا ہوں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ تھی۔اسی طرح جو مسلمان مکہ شہر کے مختلف مقامات پر رہ رہے تھے۔اُن کو اکٹھا رہنا نصیب ہو گیا۔اگر وہ اہل شہر کے ساتھ ہی رہتے تو اُن کا زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا کیوں کہ وہاں اُن کے ساتھ ملنے جلنے والا اور بولنے چالنے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ وہ نہ آپس میں ایک دوسرے کے خوشی غم میں شریک ہو سکتے۔نہ اپنے مصیبت کے وقت کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کر سکتے تھے۔

اس طرح میرے خیال میں مکہ کی ساری آبادی دو حصوں میں بٹ گئی۔ایک توحید کے ماننے والے اور اُس کے حمایتی دوسرے وہ جو اُس وقت توحید کا انکار کر رہے تھے۔جس کو ہم کافر کہتے ہیں وہ تھے۔

تیسری بات یہ تھی کہ اگر ان دونوں گروپوں کے درمیان کوئی تصادم ہو جاتا تو سارے مسلمان اپنی جماعت میں اتحاد اور استحکام قائم رکھنے میں کامیاب ہو جائیں اور ابوطالب نے بھی سوچا ہو گا کہ وہ سب ایک ساتھ ایک جگہ اکٹھے رہیں۔لیکن جو متمول اور کھاتے پیتے مسلمان تھے۔وہ اپنے گھروں اور خاندانوں میں ہی رہے۔

یہ بائیکاٹ یکم محرم 7 بعثت کو شروع ہوا اور محرم ۱۰ بعثت تک رہا اور یہ عرصہ تین سال تک رہا۔اس میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ حضور ﷺ کی امت جو اُس وقت موجود تھی۔آپ کے ساتھ دیوار بن کر کھڑی رہی، ان میں سے کسی کے ارادوں میں ذرا بھی کمی نہ آئی بلکہ یہ سب یک جان ہو کر اس مصیبت کی گھڑی کو صبر کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کر کے گذارتے رہے۔

Marfat.com

۲۔ بنو ہاشم اور بنو اعبد المطلب کے لوگ جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ پھر کچھ تو شعب ابی طالب کے واقعہ کے بعد ہی مسلمان ہو گئے اور کچھ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے لیکن اُن کی سوچ میں مثبت تبدیلی اسی وقت آ چکی تھی جب یہ واقعہ رونما ہوا تھا۔

۳۔ مکہ کے کچھ بزرگوں نے قریش سے مصالحت کی کوشش کی تو اہل قریش کے سرداروں نے جواب دیا اگر محمد حضور ﷺ اپنے دین سے دست بردار ہو جائیں تو ہم پابندیاں ختم کرنے کو تیار ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اپنی موت کا انتظار کریں۔ لیکن اس سخت ماحول میں بھی حضور ﷺ نے اپنی پوری صلاحیتوں اور قوت کے ساتھ دعوت اسلام کو جاری وساری رکھا۔

۴۔ حج وعمرہ کے لیے آنے والوں میں حضور ﷺ بڑے اطمینان اور دل جمعی سے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ حضور ﷺ حج کے مواقع پر اُن کے کیمپوں اور خیموں میں جا کر توحید کا پیغام پہنچاتے اور قرآن سناتے رہے۔

۵۔ اس بڑی مصیبت کے باوجود اسلام پھیلتا رہا۔

۶۔ حج کے بعد اور حضور ﷺ سے ملاقاتوں کے بعد جب لوگ اپنے قبیلوں اور علاقوں میں واپس جاتے تو حضور ﷺ کی استقامت اور قریش کے ظلم کی داستانیں ساتھ لے کر جاتے۔ اس طرح جگہ جگہ مسلمانوں کی حقانیت اور مظلومیت ثابت ہونے لگی اور لوگ اُس کا چرچا ہر سو کرنے لگے۔

۷۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو بھوکا مارنے کی ناکام کوشش کی بلکہ اس کوشش کے نتیجے میں مسلمان حضور ﷺ کے زیرِ سایہ اور متحد اور مضبوط ہونے لگے۔

۸۔ آپ ذرا تصور کریں کہ اگر کوئی بچہ بھوکا ہو اور وہ رو رہا ہو۔ اُس کی ماں کا ایسے میں کیا حال ہوگا۔ جب اُس بے چاری کے پاس بچے کو کھلانے کے لئے اور خود کو کھانے کے لئے کچھ بھی میسر نہ آ رہا ہو اور وہ بچے کو لوریاں دلاسے دے کر آنکھوں میں آنسو ضبط

Marfat.com

کر کے صبر شکر کے ساتھ وقت گزار رہی ہوگی کیا حال ہوگا مگر حضور ﷺ کے زیر سایہ رہ کر انھوں نے اُن کی تعلیم اور حکمت پر خوشی سے ایسے ہزاروں لمحے اپنے نفس پر جھیل لیے مگر کسی نے بھی اُف تک نہ کی اور ثابت قدمی کی ایسی مثال آپ کو تاریخ میں کہیں اور نہ ملے گی۔

۹۔ آپ ذرا تصور کریں کہ ایک آدمی کے پاس کھانے پینے کے لئے تجارت کے لئے پیسے بھی ہیں مگر دشمن اُن کو نہ تجارت کرنے دیتے تھے نہ کھانے پینے کی چیزیں خرید نے دیتے تھے۔ ایسے میں حج کے موقعہ پر شعب ابی طالب کے محصور مظلومین اگر تجارت یا کھانے پینے کی چیزیں خریدنا بھی چاہتے تو اہل قریش بڑھ کر اُس کھانے پینے کی اشیاء اور دوسری روزمرہ اشیاء کی قیمتیں دوگنی ادا کر کے خرید لیتے تھے مگر آفرین ہے شعب ابی طالب کے محصورین کہ انھوں نے اس دوران نہ کوئی لڑائی جھگڑا کیا اور نہ ہی چیخے چلائے بلکہ صبر اور شکر کے ساتھ یہ وقت گزار دیا۔ یہ سب صرف حضور ﷺ کی حکمت دانش اور تعلیم و تربیت کی وجہ سے ہی ظہور پذیر ہوا اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر تین سال کا طویل عرصہ لبیک اللھم لبیک اور یا رسول اللہ لبیک کہتے ہوئے ثابت قدم رہے۔

۱۰۔ شعب ابی طالب کے محصورین جو چار ماہ میں حج کے مواقعوں پر غلہ یا دوسری اشیاء خرید لیتے تھے۔ اُن پر ہی باقی آٹھ ماہ بڑی تنگ دستی سے گزارہ کرتے تھے کیونکہ باقی مہینوں میں بیرونی قافلوں کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔

۱۱۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا سب مال و دولت اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا تھا وہ بھی اس مظلومیت کے دور میں ثابت قدم رہیں اور اس جلیل القدر بی بی نے حضور ﷺ کے ساتھ اور اپنی اولاد کے ساتھ شعب ابی طالب میں رہ کر دامے درمے سخنے قدمے ساتھ دیا اور روشنی کا مینار بنیں رہیں اور آخر میں حضرت خدیجہؓ کے گھر صرف ایک ہانڈی اور مٹی کا پیالہ رہ گئے تھے۔

۱۲۔ مکہ میں سنگلاخ اور خشک پہاڑ اور وادیوں میں درخت اور سبزہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

Marfat.com

بارش بہت ہی کم ہوتی تھی اس لئے گھاس اور سبزہ بھی نایاب تھا۔ خوراک کی قلت کا اندازہ اس بات سے آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ ایک رات انہیں چمڑے کا ایک سوکھا ہوا ٹکڑا مل گیا۔ انھوں نے اس کو اچھی طرح دھویا اور پیس کر اس میں پانی ملا کر لئی سی بنالی۔ تین روز تک وہ اس پر گزارہ کرتے رہے دیکھا آپ نے حضور ﷺ کی تعلیم کا اثر کہ چمڑے کے پرانے ٹکڑے کو من وسلویٰ سمجھ کر صبر شکر کر کے توحید کا پرچم بلند کرتے رہے۔

۱۳۔ شعب ابی طالب میں محصور رہنے سے نئے دین کے حامیوں کی مظلومیت اور استقامت کی داستانیں ادھر سے گزرنے والے قافلوں کے ساتھ ساتھ جزیرۃ العرب کے تمام اطراف وجوانب میں پھیل گئیں۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اہل عرب کے لوگ اسلام کے بارے میں نرم گوشہ اور حضور ﷺ کے بارے میں مزید جاننے کے لئے بے چین رہنے لگے۔

۱۴۔ شعب ابی طالب کے محصورین کو عبادت کی ادائیگی کے لئے ایسی آزادی میسر ہوگئی جس کا پہلے تصور کرنا بھی محال محسوس ہوتا تھا۔ یہ آزادی اُن کو مکہ کے گلی کوچوں میں میسر نہ تھی۔ قریش نے تو اپنی طرف سے ان کو سزا دی تھی مگر اللہ کو اس سزا میں ایک ایسا موقع دینا مقصود تھا جس سے مسلمانوں میں دین کی سمجھ بوجھ میں پختگی آجائے اور مستقبل کے لئے وہ اپنا لائحہ عمل احسن طریقے سے سرانجام دیں سکیں۔

۱۵۔ تفکرات اور مجبوریوں کے اس سائے نے بھی رحمت کا کام کیا۔ حضور ﷺ کو جب بھی موقعہ ملتا وہ قافلوں سے ملتے اُن کو قرآن سناتے اسلام کا پیغام پہنچاتے وہ اس کام کو پورے لگن اور پورے وقار کے ساتھ سرانجام دیتے جس سے لوگ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ اتنے بُرے حالات میں بھی حضور ﷺ نے توحید کا پیغام دینے میں ذرہ بھر بھی سُستی نہیں کی۔ وہ اس بات سے اسلام کی حقانیت کے قائل ہونے شروع ہوگئے۔

۱۶۔ شعب ابی طالب میں ایک ایسا فلاحی معاشرہ تشکیل پانے لگا جس کا مقصد صرف اور

Marfat.com

صرف توحید کا پرچار کرنا تھا۔ پھر اس ننھے سے معاشرے نے آگے چل کر بین الاقوامی معاشرے کا روپ دھار لیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شعب ابی طالب میں مملکت اسلامیہ کا دیباچہ تحریر کیا گیا۔ جس نے صدیوں سے مروجہ قبائلی ونسلی قوانین کی نفی کر کے توحید، رسالت اور آخرت کے تصور کی بنیاد تعمیر ہونے والے ایک نئے معاشرے کی داغ بیل ڈال دی۔

پھر قدرت کا کرشمہ سب نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ دیمک نے اس عہد نامے کو چاٹ لیا تھا مگر اس پر لکھا ''اے اللہ تیرے نام کے ساتھ'' ہی صرف باقی بچا تھا۔ حضور ﷺ نے ابوطالب کو اس سے آگاہ فرمایا تو انھوں نے پوچھا۔ ''کیا تمہارے رب نے تمہیں یہ خبر دی ہے؟''

جی ہاں میرے رب نے مجھے یہ وحی بھیجی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس پر ابوطالب نے اپنے بھائیوں اور عزیزوں کو جمع کیا اور اُنہیں وہ کچھ بتایا جو حضور ﷺ نے اُنہیں بتایا تھا۔

آپ کا اپنا اس بارے میں کیا خیال ہے انھوں نے وضاحت چاہی،

واللہ محمد ﷺ نے مجھ سے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کی۔ حضرت ابوطالب نے جواب دیا اور ان سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

حضور ﷺ نے فرمایا میرے رائے یہ ہے کہ آپ بہترین لباس پہن کر قریش کے پاس جائیں اور اُنہیں بتائیں کہ اُن کی دستاویز (عہد نامہ) دیمک نے چاٹ لیا ہے۔

پھر ابوطالب نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوطالب نے اُن کے پاس جا کر کہا۔ ہم ایک بات لے کر آئے ہیں۔ اسے سنو اور تمہارے سامنے جو فیصلہ درست ہو وہ کرو۔

خوش آمدید فرمائیں۔ آپ کیا تجویز لے کر آئے ہیں؟

قریش کے سرداروں نے خیال کیا ہوگا کہ حضور ﷺ مصالحت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔

ابوطالب نے کہا کہ مجھے میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ تمہارے عہد نامے کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ صرف اس پر لکھا ہے۔ ''اے اللہ تیرے نام کے ساتھ'' باقی بچا ہے خدا کی قسم! حضور ﷺ نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا اور وہ دستاویز منگوا کر دیکھو۔ اگر حضور ﷺ کی بات سچ ہے تو تم ہمارے ساتھ ظلم سے باز آجاؤ۔ اگر جو کچھ اس نے کہا ہے سچ نہ نکلا تو میں اس کی حمایت نہ کروں گا جو سلوک چاہو اس کے ساتھ کرنا۔

Marfat.com

وہ سب خوش ہو گئے اور بولے آپ نے تو بڑے انصاف کی بات کی ہے۔

جب دستاویز منگوا کر دیکھی گئی تو حضور ﷺ نے جو کچھ بتایا تھا سچ نکلا۔

یہ سب کچھ قریش کی توقع کے خلاف تھا وہ سب اپنی بات سے مکر گئے اور مقاطعہ ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ ابو طالب نے اس پر کہا اب تم سب کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ظلم قطع رحمی اور بدسلوکی کے تم ہی مرتکب ہوئے ہو اور ہمارا کوئی قصور نہیں سب سرداروں کو کوئی جواب نہ بن پڑا۔

ابو طالب وہاں سے اُٹھے وہ دستاویز پھاڑ دی اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کعبہ میں گئے۔ وہاں دیواروں کو تھام کر اللہ سے دعا مانگی "اے اللہ ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ جنہوں نے ہم پر ظلم کیا۔ ہم سے قطع رحمی کی اور وہ کچھ اپنے لیے حلال کر لیا جو ہمارے معاملے میں ان پر حرام تھا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں سمیت اپنی شعب ابی طالب کی طرف چلے گئے۔

مکہ کے سرداروں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ابو جہل جھوٹا ثابت ہو گیا سب کے سامنے دستاویز لا کر پھاڑ ڈالی گئی تو کسی نے بھی اس کی حمایت نہ کی۔

اللہ تعالیٰ نے ابو جہل اور اُس کے ساتھیوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے اسباب پیدا کر دیے تھے۔ دستاویز پھاڑنے کے بعد زہیر، ہشام، مطعم، ابوالبختری اور زمعہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر شعب ابی طالب گئے اور گھاٹی میں محصورین کو کہا کہ وہ اپنے گھروں میں واپس آ جائیں۔

اس واقعہ سے حضور ﷺ سچے ثابت ہو گئے۔ اُن کے دین کو سچا ہونے کا موقعہ میسر آ گیا۔ رحمت خداوندی جوش میں آ گئی۔ تین سال کے سیاہ دن اور راتیں اختتام پذیر ہو گئیں۔ مکہ کے دوسرے لوگوں کو حضور ﷺ کے سچا نبی ہونے پر یقین آنے لگا۔ آزمائش کے اس لمبے عرصے میں مسلمان کندن بن کر باہر آئے اور آئندہ آنے والے مصائب کے مقابلے کے لئے ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور سب کو معلوم ہو گیا کہ جو کوئی بھی توحید پر ایمان لائے گا۔ اُسے سچ کی خاطر ہر قسم کی مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ محمد رفیق ڈوگر نے اپنی کتاب الامین ﷺ میں اس بارے میں کیا خوبصورت جملہ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔ "اس طرح بلند حوصلہ اور بلند کردار افراد کی وہ جماعت وجود میں آئی جو بعد میں آنے والوں کے لئے انسپائریشن کا سبب بنی۔ تین سال کی یہ مدت مسلمانوں کے لئے ایک تربیتی کورس تھا"۔

میرے خیال میں یہ ایک تربیتی کورس مکمل کورس تھا۔ ایسا کورس تھا جس نے آگے چل کر حضور ﷺ کے کام کو قدرے آسان کر دیا اور آپ نے صبر، شکر، غربت، بھوک افلاس، کی بطور ماہر نفسیات کے ایسی جماعت کی ٹریننگ کی کہ آگے چل کر مسلمانوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر قربانیاں دینے کا جذبہ پیدا ہوا اور ہزاروں

Marfat.com

قربانیوں کی داستانیں اسلام کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جا چکیں ہیں۔ جن کو پڑھ کر آج بھی عام مسلمان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کے اور قریب پاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی منزل اُس کے قریب آ گئی اور واقعی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب مسلمان کی سوچ حضور ﷺ کی زندگی کے اردگرد گھومنے لگتی ہے تو اُسے اپنی کامیابی کا یقین ہونے لگتا ہے۔ ایسے میں وہ اپنے آپ کو تنہا نہیں پاتا بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو وہ اپنے ساتھ پاتا ہے یوں وہ منزل کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ پھر ہر مسلمان اللہ اور حضور ﷺ کو ہی اپنا سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

بیت عقبہ اولیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سن گیارہ نبوت کا تھا ان دنوں حج ہو رہا تھا حضور ﷺ سے رات کی تاریکی میں مکہ شہر سے چند میل دور عقبہ کے مقام پر حضور ﷺ سے چھ آدمی ملے۔ وہ مدینہ سے آئے تھے۔ اس وقت مدینہ یثرب کہلاتا تھا۔ ان کے سامنے حضور ﷺ نے اسلام کے بارے میں خطاب فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے وہ یہودیوں سے اس بات کا ذکر سنتے رہتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ یہ چھ کے چھ لوگ حضور ﷺ کی تبلیغ پر لبیک کہتے ہوئے اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے یثرب جا کر منادی کی وہ نبی جس کا تمام عالم کو انتظار ہے آ گیا ہے ہمارے کانوں نے ان کا کلام سنا ہے ہمارے آنکھوں نے خود ان کو دیکھا ہے اور اس نے ہمیں ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ سے ملا دیا ہے۔ اب ہمارے سامنے زندگی اور موت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں چیزیں حقیر ہیں۔ ان چھ لوگوں کی باتوں کا چرچا یثرب میں گھر گھر ہونے لگا۔ پھر نبوت کے بارہویں سال یعنی اگلے ہی سال بارہ باشندے جو کہ یثرب سے تعلق رکھتے تھے۔ مسلمان ہو گئے ان لوگوں نے درج ذیل باتوں پر حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔

۱۔ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں گے جو واحد ہے اور اس کا کسی کو شریک ہرگز نہ بنائیں گے۔

۲۔ ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔

۳۔ اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔

۴۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کریں گے۔

۵۔ ہم حضور ﷺ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کریں گے۔

حضور ﷺ نے بیعت اولیٰ یثرب کے بارہ لوگوں سے لے ایک قندیل روشن کر دی اس قندیل نے پھر آگے چل کر ہزار قندیلوں کا روپ دھار لیا۔ حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات اس وقت جب کہ چاروں طرف تاریکی کا دور دورہ تھا شمع جلا کر سارے دھر میں اجالا کر دیا۔ اس وقت لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ہر گھر میں بت

Marfat.com

ہوتا تھا اور اس کی پوجا کی جاتی تھی چوری اور زنا کاری باعث فخر سمجھی جاتی تھی۔لڑکیوں کا قتل پیدا ہوتے ہی کر دیا جاتا تھا۔ان معصوم لڑکیوں کا صرف ایک قصور ہوتا تھا کہ وہ لڑکی پیدا ہوئی ہے،الزام تراشیاں ان کا وطیرہ تھیں۔ بات بات پر ایک دوسرے کی چغلی کر کے ہنستے تھے اور دوسروں کا تمسخر اڑاتے تھے۔آپ ﷺ نے اس وقت کے غلیظ رواج کو ٹھوکر ماردی تھی اور ان بری باتوں کی نہ کرنے کا ان بارہ لوگوں سے حلف لے لیا تھا۔آپ ﷺ نے پہلی ملاقات میں ہی اپنا تاثر بطور معلم ان پر واضح کر دیا تھا۔پھر انھوں نے بھی حضور ﷺ کی ان باتوں کی لاج رکھی اور وہ اپنے عہد پر قائم رہے اس سے ایک چراغ کیا جلا سینکڑوں چراغ جل اٹھے۔یہ صرف حضور ﷺ کی کرشماتی اور نفسیاتی برتری کا اعلیٰ نمونہ ہی تو تھا جس نے آگے چل کر ندی سے دریا پھر سمندر جیسی وسعت پیدا کر لی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

بیعت عقبہ ثانیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا مصعب بن عمیر نے اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ یثرب میں گھر گھر جا کر اسلام کا پرچار کھلے عام بلا دھڑک کرنے لگے۔ سیدنا مصعبؓ کے وعظ سے متاثر ہو کر سعد بن معاذ مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ ایسے اللہ والے ہوئے کہ سبحان اللہ ایمان لاتے ہی کہنے لگے سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ ان کی اس بات کا یہ نفسیاتی اثر ہوا بنی عبدالاشہل کا سارا قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا چراغ سے چراغ جلنا شروع ہو گئے اور ہر طرف یثرب میں اسلام کی روشنی پھیلنے لگی تاریکی دور ہونے لگی۔ چار سو اجالا پھیلنے لگا۔ اس کے نتیجے کے طور پر نبوت کے تیرہویں سال حج کے موقعہ پر ۷۳ مرد اور چھ عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئیں۔ ان کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لیے بھیجا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں آنے کی دعوت دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منظوری حاصل کریں۔ پھر یہ راست بازوں اور پرہیزگاروں کا گروہ رات کی تاریکی میں جب سارا جگ سو رہا تھا ایمان کی حرارت سے ان کو جگ رتا بنا دیا تھا۔ یہ دیوانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہنے والے دل کی بات کرنے کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی بات سننے کے لیے عقبہ کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا دل سے دل مل گئے سب ملاقات میں ایک ہو گئے سب پر نیکی کا نشہ چھانے لگا۔ اللہ کے سب سے لاڈلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا سیدنا عباسؓ کو اپنے ساتھ لیے خراماں خراماں تشریف لے لائے۔ اس وقت تک حضرت عباسؓ مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن خونی رشتہ کے ناطے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں حفاظت کے لیے اور بات چیت کے لیے ساتھ آئے تھے یہاں پر انھوں نے ایک بڑی اہم بات کی۔ انھوں نے کہا لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو تو پہلے یہ سمجھ لینا کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کرنا سرخ اور سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو ورنہ بہتر ہے کچھ بھی نہ کرو۔ ان شمع کے پروانوں نے حضرت

Marfat.com

عباسؓ کو کچھ بھی جواب نہ دیا ہاں البتہ حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کچھ ارشاد فرمائیں۔

اس پر حضور ﷺ نے پہلے ان کو اللہ کا جو کلام پیغام انسان کی طرف تھا پڑھ کر سنایا جس کے سننے سے ان کے جسم اور دل و جان ایمان کے نور سے منور ہو گئے اللہ کا کلام سنتے ہی ان سب لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ہمارے شہر میں آ کر رہیں تا کہ ہمیں آپ ﷺ کی رہنمائی مل سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔ اس پر حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کی طرح فرمایا۔

۱۔ کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری مدد کرو گے؟

۲۔ اور جب میں آپ کے شہر میں رہنے لگوں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی طرح کرو گے؟

پروانوں نے اس پر حضور ﷺ سے پوچھا ایسے کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جنت (جو نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا محل ہے)۔ شمع کے پروانوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ تو ہماری تسلی فرما دیجئے کہ آپ ﷺ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں (چھوڑوں گا) میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ تمام دیوانے تمام پروانے تمام فرزندان رسول ﷺ سے پیار کرنے والے سچے عاشقان جان نثاری میں بے مثال دل کی گہرائیوں کے ساتھ خوش ہو کر بیعت اسلام کرنے لگے۔ سب سے پہلے جس پروانے نے بیعت کی وہ بزرگ ہستی براء بن معرورؓ تھے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بارہ آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور فرمایا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بارہ آدمیوں کو چنا تھا۔ اسی طرح میں نے تمہیں منتخب کیا ہے۔ تم یثرب جا کر دین کی اشاعت کرو، مکہ میں خود کروں گا ان بارہ نقیبوں میں قبیلہ خزرج کے نو آدمی اور قبیلہ اوس کے تین آدمی تھے ان کے نام آپ کو سینکڑوں کتابوں میں مل جائیں گے۔ میں نے طوالت کی خاطر یہ تمام نام یہاں نہیں لکھے۔ اہل قریش کو دن نکلنے کے بعد سب کچھ معلوم ہوا اور وہ گھبرا کر قافلے کی تلاش میں نکلے لیکن قافلہ آگے نکل چکا تھا۔ سعد بن عبادہؓ جو بارہ نقیبوں میں اسے ایک تھے کو پکڑ کر مارنے لگے لیکن ان کو چھڑا لیا گیا اور قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یثرب کا دروازہ مسلمانوں کے لیے کھول دیا۔ پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ یثرب کا نام بدل کر مدینہ ہو گیا اور پھر مدینہ میں حضور ﷺ کے آنے سے

Marfat.com

بہار آ گئی۔ ایسے میں اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی اور مسجد نبوی میں ایسا ٹکڑا عطا فرما دیا جس کو ہم سارے مسلمان ریاض الجنہ کہتے ہیں جنت ہمیں تو انشاء اللہ وقت پر ہی ملے گی لیکن ایک زمین کے ٹکڑے کو جنت کا ٹکڑا بنا کر مسلمانوں پر احسان کیا ہے کوئی بھی مسلمان عمرے یا حج پر جاتا ہے تو مسجد میں اس جنت کے ٹکڑے پر دو نفل پڑھنے کے لیے ایسے بیتاب ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی کے لیے بیتاب ہوتی ہے۔ در اصل دونوں بیعتیں مسلمانوں کے لیے اسلام کی سربلندی کے لیے سنگ میل سے بھی زیادہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کو اپنی شناخت کروانے میں آسانی پیدا ہو گئی مسلمان ایک قوم بن گئے اب کھلے بندوں مسلمانوں کی اپنی حیثیت پیدا ہونے لگی۔ پھر سارے عالم نے دیکھا کہ مدینہ کے لوگوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ اسلام پر سچ مچ عملی طور پر نچھاور کر کے رہتی دنیا میں ایسی مثال قائم کی کہ اس کی کبھی کوئی نظیر آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ بیعت عقبہ ثانی سے ایک نئی راہ متعین ہو گئی۔ ایک منزل طے ہو گئی۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے جلا بخشی اسلام کو اسے بیعت سے چار چاند لگ گئے۔ مسلمان ایک ایسی راہ پر چل پڑے جو سیدھی راہ ہے اور اس راہ پر چلنے سے انعام و اکرام کے علاوہ ہمیشہ کی کامیابی یقینی ہے۔ اس بیعت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب منزل طے ہو جائے تو پھر راستے کی دشواریاں مشکلات مصیبتیں صعوبتیں کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ بھوک پیاس کی آزمائش اولاد کی آزمائش قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش کوئی معنی نہیں رکھتی اس کی مثال چند گھنٹوں کے اندر ہی سعد بن عبادہؓ نے دے دی تھی جب ان کو گرفتار کیا گیا تھا تو ان کی مشکیں باندھ دی گئیں تھیں ان کو مارا پیٹا گیا تھا ان کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچا گیا تھا۔ اس بیعت نے آگے چل کر بھائی چارے کی ایسی بنیاد رکھی کہ اس کی ساری دنیا میں مثال نہیں ملتی اس بیعت کی بدولت حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کی مانند مسلمانوں کو ترک وطن کرنے کی اجازت دے دی یعنی ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر سارے عالم نے دیکھا کہ اس ہجرت سے مسلمانوں نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں۔ بیعت کے بعد مکہ میں رہنے والے مسلمانوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا۔ اپنے عزیز رشتے دار ماں باپ بھائی بہن سب کو چھوڑ دیا اور ان کا ذرا بھی غم نہ کیا بلکہ ان سب کو خوشی یہ تھی کہ اب وہ مدینہ میں جا کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کر سکیں گے۔

بیعت عقبہ ثانی سے مسلمانوں کو ایک علیحدہ اپنی سلطنت بنانے میں آسانی پیدا ہو گئی مدینہ میں حضور ﷺ کے تشریف لانے سے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور مسلمان پھر ایک متحدہ جماعت بن

Marfat.com

گئے۔ آج اسی جماعت کا اثر ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں مسلمان آباد ہیں۔ جہاں پر وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کر رہے ہیں اور اسلام کا پیغام اب ہر جگہ پہنچ چکا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد سوا ارب سے بھی زائد ہے۔ اگر صحیح رائے شماری ہو جائے تو یہ تعداد اس بھی زائد ہو سکتی ہے۔
اس معاہدے نے یثرب کے لوگوں میں آپس میں محبت پیار اور انسیت کی لازوال بنیاد رکھ دی تھی حالانکہ یہ ہی لوگ یعنی بنوخزرج اور بنواوس کے قبیلے کچھ ہی عرصے پہلے ایک لمبی جنگ آپس میں لڑ چکے تھے اور یہ جنگ ایک سو دس سال کے عرصہ پر محیط تھی اور یہ جنگ جو لوگ چند ساعتوں میں ہی بدل گئے ان کی زندگی میں اس بیعت عقبہ کی وجہ سے انقلاب آ گیا۔ انھوں نے ایک دوسرے کے ذمے جو خون تھے معاف کر دیے اور ایک نئی منزل کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیا اور دشمنوں کی بجائے بھائی بھائی بننے کا عملی ثبوت مہیا کرنے لگے۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرشماتی اور نفسیاتی حکمت کا ہی کمال تو تھا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

معراج اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

"پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔ (آیت نمبر ا سورۃ بنی اسرائیل)

قرآن شریف میں مندرجہ بالا آیت معراج کے بارے میں ہے۔ قرآن شریف میں بس اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو معراج اس لیے کرایا گیا کہ اس سے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرت کے بعض نمونے دکھائے جن کو دیکھ کر مسلمانوں کا ایمان تازہ ہوا اور حضور ﷺ کو ایسے ایسے مقامات دکھائے کہ ہم خدا کے آگے سجدہ ریز ہو جائیں اور حضور ﷺ کی عظمت کا اظہار کھلے الفاظ میں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کرتے جائیں اور یہ ہم تسلیم کریں کہ جو مقام انسان اور انسانیت میں حضور ﷺ کو ملا ہے وہ نہ اب تک کسی کو ملا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک نہ ہی کسی اور کو ملے گا۔ "اسراء و معراج" کے بارے میں دس قول ہیں کہ یہ واقعہ حضور ﷺ کے ساتھ کب پیش آیا تھا۔ یہ روایات ہمیں ہجرت سے چھ ماہ قبل سے لیکر پانچ سال بیشتر کی ہیں۔ بہر حال یہ طے شدہ امر ہے کہ معراج کا واقعہ حضور ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ ہمارے علماء کرام اور محققین کی رائے کے مطابق بعض کہتے ہیں کہ یہ معراج جسمانی طور پر تھا آپ ﷺ جسمانی طور پر ہر جگہ گئے جن کا معراج کے واقعہ میں ذکر ہے اور بعض علماء کرام صحابہ کرامؓ اور محققین کہتے ہیں کہ یہ "رویا صادقہ" تھا یعنی یہ سب کچھ حضور ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا ہے اور یہ خواب سچا اور حقیقت پر مبنی تھا۔ اس سے ایک بات سچ ثابت ہوتی ہے کہ معراج خواب کی صورت میں

Marfat.com

ہو یا جسمانی بیداری کی صورت میں ہوا ہو بہر حال جیسے بھی ہو یہ واقعہ روز روشن کی طرح سچا اور حقیقت پر مبنی ہے۔

سیرت المصطفیٰ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔

معراج کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور قدرت کی خاص خاص نشانیاں آپ ﷺ کو دکھلائی جائیں۔ آپ کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا جائے۔ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے لیے جنت سے سیڑھی لائی گئی جس کے ذریعے حضور ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے جیسا کہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں اس سیڑھی کا ذکر آیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے پاس براق لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا تھا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے۔ میں اس پر سوار ہوا اور وہ مجھے لے چلا میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے تھے۔ پھر میں نے دو رکعت نماز ادا کی جب وہاں سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ میں نے دودھ کو پسند کیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا تم فطرت تک پہنچ گئے ایک روایت میں پانی بھی پیش کیا گیا تھا مگر حضور ﷺ نے دودھ کو پسند کیا تھا۔

۱۔ پہلے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

۲۔ دوسرے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔

۳۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا آدھا حسن عطا کیا ہے۔

۴۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۵۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۶۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

Marfat.com

۷۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج تک گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہ آئے گی۔

پھر حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے یہاں پر پھر حضور ﷺ کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔(تفصیل آگے دی جائے گی)

مسلم میں روایت آئی ہے کہ جس رات آپ ﷺ کو اسرا بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہ ہی حق ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے(تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۷)

روایات میں آیا ہے کہ جب حضور ﷺ براق پر سوار تھے آپ ﷺ کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام تھے ایک جگہ رک کر دو رکعت نماز پڑھی یہ جگہ مدینہ منورہ تھی۔ پھر ایک اور جگہ حضور ﷺ سے نماز پڑھوائی وہ طور سینا تھی جہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔ پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا یہ بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے پھر آپ ﷺ جبرئیل کے ساتھ بیت المقدس پہنچے وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے جبرئیل نے یہاں پر حضور ﷺ کو امام بنایا۔ انبیاء نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔(تفسیر ابن کثیر)

ابن ابی حاتم میں معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے یہاں پر براق کا باندھنے کے لیے جبرئیل نے پتھر پر اپنی انگلی لگائی تو اس میں سوراخ ہو گیا وہیں پر براق کو باندھا گیا۔ یہاں پر حضور ﷺ کو جنت کی حوریں دکھائیں گئیں۔ معراج میں آپ ﷺ جس جس آسمان پر پہنچے۔ وہاں فرشتوں نے خوشی منائی۔ آپ ﷺ ہنس ہنس کر ملے یہاں پر ہی جہنم کے داروغہ سے حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی آپ ﷺ سے معراج کے بعد لوگوں نے مختلف سوالات کیے جس کا حضور ﷺ نے نہایت تسلی بخش جواب دیا۔ ایک سوال آپ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کیا آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے ان کے حلیے تو بیان کیجئے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا موسیٰ علیہ السلام تو گندم گوں رنگ کے ہیں جیسے ازدعمان کے آدمی ہوتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد کے کچھ سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کے لبوں سے

Marfat.com

پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں (تفسیر ابن کثیر)

بخاری اور مسلم میں حضور ﷺ فرماتے ہیں جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا۔ میں اس وقت حطیم میں کھڑا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے آنکھوں کے سامنے لا دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ جب حضور ﷺ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے تو پھر آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بے نشہ مشروب کی اور صاف شہد کی نہریں جاری تھیں۔ اس سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے۔ اللہ تعالیٰ کے نور نے اسے چاروں طرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرندے کے شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے باتیں کیں فرمایا کہ کیا مانگتے ہو؟ آپ ﷺ نے گزارش کی اے اللہ تعالیٰ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں بڑا ملک دیا، موسیٰ علیہ السلام سے تو نے باتیں کیں داؤد علیہ السلام کو تو نے عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ سلمان علیہ السلام کو تو نے بادشاہت دی جنات انسان شیاطین ہوائیں ان کے تابع فرمان کیں اور وہ بادشاہت دہ جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے توریت وانجیل سکھائی اپنے حکم سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنے والا بنایا انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا۔ میری نسبت فرمان ہو رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے تورات میں میں نے تجھے خلیل الرحمٰن کا لقب دیا ہے۔ تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا تیرا سینہ کھول دیا ہے، تیرا بوجھ اتار دیا ہے۔ تیرا ذکر بلند کیا ہے۔ جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے ظہور میں لائی گئی ہے تیری امت کو بہترین امت بنایا ہے تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندے اور رسول ﷺ کی شہادت نہ دے، لیس میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں الکتاب ہے،

Marfat.com

تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ بھی اول کیا۔ تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔ تجھے میں نے عرش تک سے سورۃ البقرہ کے خاتمے کی آیتیں دیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے۔ اسلام ہجرت جہاد نماز صدقہ رمضان کے روزے نیکی کا حکم برائی سے روک اور میں نے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ پس آپ ﷺ فرمانے لگے مجھے میرے رب نے چھ فضیلتیں مرحمت فرمائیں۔ کلام کی ابتداء اور اس کی انتہا دہ جامع باتیں دیں تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا بنا دیا۔ میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے اس کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا۔ میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئیں میرے لیے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی (تفسیر ابن کثیر جلد سوم)۔

حضور ﷺ کی ساری زندگی ایک مکمل کتاب تھی آپ ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا سب کچھ عوام کے سامنے تھا یہی وجہ تھی کہ دوست اور دشمن سب ہی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہنا باعث فخر محسوس کرتے تھے۔ اب ہم اسی حوالے سے بات کریں کہ دوست اور دشمن سب اس بات پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی جھوٹ نہ بولا تھا وہ جھوٹ کے پاس بھی نہ گئے تھے۔ ایسے میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کے واقعہ پر جو کچھ دیکھا اس کو بیان کر دیا ہے۔ جب ایک نبی ساری زندگی سچ کا پرچار کرتا رہے بلا وجہ معراج کے بارے میں کیوں سچ نہ بولے گا ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور عقیدہ ہونا بھی چاہیے کہ حضور ﷺ کو معراج ہر صورت ہر حال میں ہوا تھا اور یہ سب کچھ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کو ایک دفعہ میں نے ٹی وی پر معراج کے بارے میں درس دیتے ہوئے سنا تھا ان کا کہنا تھا کہ ایسے لگتا ہے کہ حضور ﷺ کو معراج ایک بار نہیں بلکہ ایک سے زائد بار ہوا ہے۔

حضور ﷺ دنیا کے سب سے بڑے ماہر نفسیات تھے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ جو بات کہیں وہ سچ ثابت نہ ہو۔ آپ ذرا تصور کریں کہ حضور ﷺ نے آج سے کئی صدیاں پہلے جو کچھ آسمانوں میں دیکھا تھا وہ

Marfat.com

سائنسی بنیادوں پر تمام باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں جیسے جیسے سائنس کی ترقی کی منزلیں طے کرے گی حضور ﷺ کے معراج کی ویسے ویسے عظمت ظاہر ہوتی جائے گی۔ ہو سکتا ہے ہم نہ ہوں مگر آنے والے وقت میں غیر مسلم اسی واقعہ سے متاثر ہو کر مسلمان اور اسلام کے شیدائی ہو جائیں۔ میرا وجدان بھی یہی کہتا ہے کہ وہ وقت انشاء اللہ ضرور آئے گا جب معراج کے بارے میں آپ ﷺ کی باتیں من وعن سچ ثابت ہوں گی اور آنے والا وقت مسلمانوں کے لیے سائنس کے علم کے ساتھ ساتھ خوشخبریاں بھی لائے گا۔

معراج کا دوسرا پہلو یہ کہ اس میں حقیقی معنوں میں عملی طور پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار بنانے کا ثبوت دیا ہے۔ آپ نے مشہور انبیاءؑ کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز کے امامت کے فرائض بھی حضور ﷺ نے ہی سرانجام دیے اس وقت حضور ﷺ کا رتبہ جو پہلے سے تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑا تھا پر تصدیق کی مہر لگ گئی۔ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے امام اور سردار ہمارے پیارے نبی ﷺ پہلے بھی تھے مگر معراج کے موقعہ پر اس کی عملی تصدیق ہوگئی۔ یہ مسلم امہ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو امام اور سردار بنایا جس سے ہر مسلمان کا نفسیاتی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور ایسے میں ہر مسلمان اپنے آپ کو اسلام پر ذہنی اور دلی سکون سے سرفراز ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔

اس کا تیسرا پہلو یہ کہ ہمیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک جو حضور ﷺ نے دیکھا وہ مسلمانوں کو بتایا۔ ایسے میں ایسا پڑھنے میں اور سننے میں مسلمان کا ایمان مزید تازہ ہونے کے علاوہ اور پختہ ہو جاتا ہے۔

اس کا چوتھا پہلو یہ کے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ اور جنت دکھائی دوزخ کا عذاب دکھایا گیا اور تفصیل سے بتایا گیا کہ کیسے لوگ دوزخ میں جائیں گے اور پھر جنت کی سیر کرائی گئی۔ وہاں پر حوروں سے آپ ﷺ کی ملاقات کرائی گئی اور بتایا گیا کہ جنت میں داخل ہونے والے کون لوگ ہوں گے۔ اگر آپ جنت اور دوزخ کے بارے میں مزید جاننا چاہتے ہیں تو اس کے بارے میں قرآن کی مختلف تفاسیر میں مذکور ہے ویسے علیحدہ علیحدہ ان پر کتابیں بھی آپ کو مل سکتی ہیں۔ دوزخ اور جنت کا تصور مسلمانوں کے لیے بہت ضروری ہے

Marfat.com

کیونکہ ان دونوں کا تصور کرنے سے ہی انسان اپنے آپ کو برائی سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لئے اپنے آپ کو بیتاب پاتا ہے۔ حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات مسلمانوں کو جنت ہی ان کی منزل قرار دیا ہے اب یہ منزل کیسے حاصل کرنی ہے حضور ﷺ نے ماہر نفسیات اس کو حاصل کرنے کے طریقے بھی بتا دیے ہیں اور کامیابی حاصل کرنے کا گر بھی بتا دیا ہے۔ اس کا پانچواں پہلو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بیت المقدس پہلے نہیں دیکھا تھا مگر آپ ﷺ نے ایک رات میں ہی دنوں کا سفر منٹوں میں کر کے دیکھ لیا۔ اس پر مکہ کے کفار نے مختلف سوالات کیے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج کے ایک ایک واقعہ اور بیت المقدس کا اور اس کے اردگرد علاقے کے بارے میں کفار کے مختلف سوالوں کے جواب عطا فرما دیے۔ کفار سوال کرتے اللہ تعالیٰ اس سوال کا جواب حقیقی معنوں میں ان کے سامنے وہ منظر پیش کر دیتے جو منظر حضور ﷺ نے وہاں دیکھا تھا بتاتے جاتے اور اہل قریش اور کفار حیران و پریشان ہو گئے' بلکہ آپ ﷺ نے ایک قریش کا قافلہ جو وہاں پر تھا ان کے بارے میں بھی ٹھیک معلومات بتا دیں۔ وہ قافلہ جب واپس مکہ آیا تو قافلے والوں نے بھی ان باتوں کی تصدیق کی جن باتوں کا حضور ﷺ نے کفار اور اہل مکہ کو بتایا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ بطور ماہر نفسیات کفار کی ایک ایک بات کا اور ایک ایک سوال کا جواب سکون اور اطمینان کے ساتھ دیتے رہے۔ اس کا چھٹا اور سب سے اہم پہلو نماز کا ہے جب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ملے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پچاس نمازیں فرض کیں تھیں جب آپ ﷺ واپس آ رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ سے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو آپ ﷺ نے بتایا کہ پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ میں نے اپنی امت کا حال دیکھا ہے اتنی نمازیں ادا کرنا دشوار ہے۔ آپ ﷺ اس میں کمی کروالیں۔ اس پر آپ ﷺ بار بار اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر نمازوں میں کمی کرنے کی التجاء کرتے رہے یہاں تک کہ جب پانچ نمازیں رہ گئیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بھی زیادہ ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اب شرم آتی ہے کہ میں ان میں کمی کرواؤں' لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیے نمازیں پنجگانہ فرض کی گئیں لیکن ثواب پچاس نمازوں کا ہی رہا۔ اس واقعہ کو اگر آپ مزید جاننا چاہتے ہوں تو ابن کثیر میں بنی

Marfat.com

اسرائیل کی سورۃ کی تفسیر میں زیادہ وضاحت آپ کو ملے گی آپ اس میں اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

یہاں کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نماز مسلمانوں کے لیے ایک سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ نماز ہی جنت کی کنجی ہے۔ اگر آپ کی نمازیں ٹھیک اور پوری ہوگئیں تو پھر آپ کو جنت میں داخل ہونے کے لیے آسانی ہوجائے گی۔ نمازیں قیامت میں آپ سب کی جتنے بھی نمازی ہیں اس کی شفاعت کریں گی اسی طرح قرآن شریف اگر آپ روزانہ پڑھتے ہیں تو وہ بھی روز محشر آپ کی سفارش کرے گا۔ یہ تمام باتیں حضور ﷺ نے کئی صدیاں پہلے بطور ماہر نفسیات ساری دنیا کو بتا دی تھیں۔ معراج کا واقعہ بھی اس سے سچ ثابت ہوتا ہے کیوں کہ مسلمانوں پر پنجگانہ نماز معراج میں ہی فرض ہوئیں تھیں۔

معراج کا ساتواں پہلو بھی بڑا اہم ہے اس پر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ساری زمین مسجد بنادی اور وضو کا سامان بھی ساری دنیا میں مہیا کر دیا کہ اگر پانی نہ ملے تو پانی کے بغیر تیمم کر کے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ میں قربان ہو جاؤں حضور ﷺ پر کہ وہ معراج میں کیسا مسلمانوں کے لیے پیغام لائے کہ ساری زمین مسجد اور وضو مسلمانوں کے لیے بنادی گئی ہے۔ اس سے بھی حضور ﷺ کا ماہر نفسیات اہم کردار ہے کہ دیکھو اگر مسجد آس پاس نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں آپ صاف ستھری جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر وضو کے لیے پانی نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں آپ مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کر لیں۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ نماز پڑھنے میں کوئی بہانہ نہیں چلے گا بس نماز کی نیت ہونی چاہیے نماز ہر جگہ پر ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس نے عبادت کے لیے ایک عام انسان کو ایسی سہولت عطا کی ہو۔ یہ صرف مسلمانوں کا اعزاز ہے کہ عبادت کے لیے ساری زمین کو مسلمانوں کے لیے سجدہ گاہ بنا دیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اپنی امت کی بطور ماہر نفسیات کیسے کیسے آسانی مہیا کرتے رہے۔ یہ صرف اور صرف ہمارے حضور ﷺ کا ہی تو کمال ہے۔

آٹھواں پہلو معراج کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات آیتیں ایسی عطا کیں ہیں جو دنیا میں کسی اور امت کو عطا نہیں کی گئیں۔ یہ آیتیں دراصل پوری سورۃ فاتحہ ہے اس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس کا ترجمہ یہ

Marfat.com

ہے "سب تعریفیں اللہ کے ہی لائق ہیں وہ سارے جہانوں کا مالک ہے وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے وہ قیامت کے دن کا مالک ہے ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ (اے اللہ) ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا سیدھا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام عطا فرمایا نہ کہ (ان لوگوں) کا راستہ جن پر آپ کا غضب ہوا اور نہ ہی ان لوگوں کا جو راستے میں گم ہو گئے"۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے معراج میں فرمایا تھا کہ میں نے آپ ﷺ کو سورۃ البقرہ کی آخری آیات عطا فرمائیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔ "رسول مان چکا اس چیز کو جو اس کی طرف اللہ کی جانب سے اتری اور مومن بھی مان چکے یہ سب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر ان کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم جدائی نہیں کرتے انھوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا۔ ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے رب ہمارے اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لیے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے۔ اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما"۔ (ترجمہ ابن کثیر آیت ۱۸۵ تا ۱۸۶)

مسلمانوں کے لیے سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات تحفہ کا درجہ رکھتی ہیں کیوں کہ ایسی سورتیں کسی اور نبی کی امت کو عطا نہیں کی گئیں۔ مختلف تفاسیر میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورۃ تورات، انجیل اور قرآن میں اس کے مثل نہیں ہے۔ یعنی آسمانی کتابوں میں سب سے افضل یہ سورۃ ہے اس کے بغیر نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ یہ سورۃ سانپ کے ڈسنے پر پڑھ کر دم کیا جائے تو شفاء ہو جاتی ہے۔ (ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۷)۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات عرش تک کے خزانے سے دی گئی ہیں۔ حضور ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور نہ ہی بعد میں کسی کو دی جائیں گی (صفحہ ۴۴۹۔ ابن کثیر جلد ا)۔ جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائیں اس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جا سکتا اور اس آیات کا زمین اور آسمان کے پیدا کرنے سے دو ہزار پہلے یہ ایک کتاب میں لکھی گئیں۔ ابن کثیر میں ایک جگہ ہے کہ حضور ﷺ جب آیت

Marfat.com

الکرسی اور یہ آیات پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہے۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج شریف میں کیسے کیسے تحفے عطا کیے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات بتا دیا کہ دیکھو سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں پڑھا کرو یہ صرف حضور ﷺ کو عطا کی گئیں ہیں۔ آگے بطور ماہر نفسیات حضور ﷺ نے اس خوشخبری کو عام کیا یہاں معراج میں حضور ﷺ کو یہ بھی بتایا کہ میں نے تمہیں خوشخبری دینے والا بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔

معراج کا نواں پہلو یہ کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں میں ایسی ایسی جگہ دکھائیں کہ یہ جگہیں کسی اور نبی کو نہ دکھائی گئی تھیں سدرۃ المنتہا یہاں کی بلندیوں تک کوئی نبی اور کوئی رسول نہ پہنچ سکا نہ جا سکا، مگر ہمارے اپنے حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے وہاں کیا کیا انھوں نے دیکھا کیا کیا وہاں پر مشاہدات کیے اس کا راز ہمیں صرف اس قدر معلوم ہے جس قدر ہمارے حضور ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ چند راز و نیاز ایسے بھی ہوئے ہوں جن کا حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہ ہو۔ حضور ﷺ کا بہت اعلیٰ ظرف تھا کہ وہی کچھ مسلمانوں کو بتاتے جتنا اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو بتانے کے لیے کہا ہے۔ عام انسان بعض باتوں کا ادارک ہی نہیں کرسکتا۔ یہ صرف حضور ﷺ کا انسانوں میں انبیاء علیہم السلام میں اعلیٰ مقام ہے کہ وہ اس جگہ جا کر فائز ہوئے جہاں پر حضرت جبرئیل بھی نہ جا سکتے تھے ہمیں اس بات پر اللہ اور حضور ﷺ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے ہمیں آخرت کے متعلق دوزخ جنت کے متعلق ایسی باتیں بتائیں ہیں کہ جن پر حضور ﷺ کے بتائے ہوئے عمل سے ہم کامیابی کی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ تمام باتیں حضور ﷺ نے عام انسانوں کی فطرت اور نفسیات کو دیکھ کر بتائیں اور ہمیں اتنا ہی علم بتایا گیا ہے جتنا عمل کر کے ہم اپنی عاقبت سنوار سکیں۔

معراج کا دسواں پہلو تمام مسلمانوں کے لیے بھی تسکین کا پہلو لیے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیقؓ کا لقب عطا فرمایا۔ پھر اس لقب سے ہی ابوبکر صدیقؓ سرفراز رہے کیوں کہ جب ابوبکر صدیقؓ کو معراج کے واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ فوراً کہنے لگے واقعی ایسا ہوا ہوگا حضور ﷺ نے جو کہا ہے وہ سچ کہا ہے۔

معراج کے موقعہ پر حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے تجھے اپنا خلیل اور حبیب بنایا تمام

Marfat.com

امت کے لیے اور عام لوگوں کے لیے بھی بشیر ونذیر بنایا۔ حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے معراج پر سینہ کھولا اور بوجھ ہلکا کیا اور حضور ﷺ کی آواز کو بلند کیا اور کہا میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر آتا رہے گا اور تیری امت کو خیر الامم اور امت متوسطہ اور عادلہ اور معتدلہ بنایا۔ شرف اور فضیلت کے اعتبار سے اولین اور ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا اور تمہاری امت میں سے کچھ ایسے لوگ بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی قرآن ہوں گے یعنی اللہ کا کلام (قرآن) ان کے سینوں میں اور دلوں پر لکھا ہوگا ور آپ کو وجود نورانی اور روحانی سے اول النبیین اور بعثت کے اعتبار سے آخر النبیین بنایا ہے۔ آپ ﷺ کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات عطا فرمائیں ہیں اس کے ساتھ آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا کیا اور معراج کے موقعہ پر آپ ﷺ کی امت کو آٹھ چیزیں بطور خاص عطا کیں اسلام اور مسلمان کا لقب اور ہجرت' جہاد' نماز' صدقہ' رمضان کے روزے' امر بالمعروف 'نہی عن المنکر اور آپ ﷺ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جنگ بدر، جنگ اُحد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ بدر کے موقع پر تین سو تیرہ سے کچھ زائد صحابہ کرامؓ جنگ کے لیے نکلے تھے۔ آپؐ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور لوگ باری باری ان پر سوار ہو کر میدان جنگ میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کی راہ میں چل پڑے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے جنگ کے بارے میں مشورہ لیا تو صحابہؓ نے فرمایا اور سب سے پہلے فرمانے والے سعد بن معاذؓ تھے۔ انھوں نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر آپ حکم فرمائیں گے تو ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دیں گے اگر آپ برک غماد (جگہ کا نام ہے) تک جانے کا حکم دیں گے تو ہم وہاں تک ضرور جائیں گے۔ صحابہ کرام کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور ارشاد فرمایا: میں کافروں کی اس جنگ میں ہلاکت دیکھ چکا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے فتح کے لیے مدد طلب فرمائی۔ سورہ آل عمران میں اس جنگ میں تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے۔ آل عمران میں آیت ۱۳۲ سے ۱۳۵ تک میں یہ مذکور ہے۔ اس پر جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کا لشکر دیکھا جو آسمان سے نازل ہوا تھا وہ وہاں سے ایڑیوں کے بل بھاگ گیا حالانکہ کافروں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ محمد حیات ہیکل نے حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے کہ جب معوذ اور معاذؓ نے ابوجہل کا کام تمام کر دیا تو کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور انھوں نے میدان جنگ سے فرار ہونا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ قرآن میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

Marfat.com

ترجمہ:

"جو تم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا اور جب آپ ﷺ نے مٹھی بھر خاک پھینکی تو وہ آپ ﷺ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ (سورۃ الانفال، آیت ۱۷)

یہودی سردار کعب بن اشرف نے کہا "سادات قریش جو حرم کعبہ کے نگہبان اور عربوں کے بادشاہ تھے ان کی موت کے بعد ہمارا زمین پر چلنے پھرنے سے مر جانا بہتر ہے"۔

حضور ﷺ ماہر نفسیات تھے پھر سب سے بڑھ کر جہانوں کے لیے کہ رحمت تھے۔ آپ نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا اور بعض کو مسلمانوں کو پڑھانے پر چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے جنگ بدر کے قیدیوں سے نہایت ہی اچھا سلوک کیا، کئی بدترین دشمنوں کو بھی چھوڑ دیا گیا، جس کے دوررس نتائج نکلے۔

جنگ اُحد میں ابوسفیان نے کہا وہ غرور سے پہاڑ پر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اس نے آواز دی کہا:

تم میں سے محمد ﷺ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے، وہ پھر کہنے لگا تم میں سے ابن ابی قحافہ کون ہے۔ پھر بھی آپ ﷺ نے جواب دینے سے منع فرمایا۔ پھر پوچھا تم میں سے عمر بن خطاب ہے پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا تو اس پر مشرکین پکار کر کہنے لگے ان تمام کا کام ہو گیا اور وہ زندہ ہوتے تو جواب ضرور دیتے۔ اب حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور چلا اٹھے او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلیل وخوار کرنے کے لیے باقی رکھا ہے۔

حضور ﷺ نے تلقین کی کہ کہو "اللہ ہمارا مددگار اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ اس پر ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ برابر کی ہے۔ حضرت عمرؓ بولے برابر کی کیسے؟ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں ہیں۔

جنگ اُحد سے درج ذیل احکامات ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ عورتوں کو لے کر جہاد کیا جا سکتا ہے حضرت انس بن نفر نے ایسا ہی کیا۔

۲۔ جنگ میں اگر امام زخمی ہو جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

۳۔ شہادت کی دعا کرنا اور اس کی تمنا کا اظہار کرنا ممنوع نہیں۔ ابن جحش کے بارے میں

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

۴۔ زخم کی وجہ سے خودکشی کرنے والا جہنمی ہوگا جیسا کہ قزمان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔

۵۔ شہید کو غسل دینا ضروری نہیں۔

۶۔ حالت جنابت میں شہید ہو جائے تو غسل دیا جائے جیسا کہ ملائکہ نے حضرت حنظلہ کو غسل دیا تھا۔

۷۔ شہید کو میدان جنگ میں ہی دفن کر دیا جائے۔

۸۔ قبر میں دو یا تین شہدا کو دفن کیا جا سکتا ہے۔

۹۔ اگر کوئی مسلمان غلطی سے کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر قتل کر دے دیت بیت المال سے دی جا سکتی ہے۔

۱۰۔ معذور شخص بھی جہاد میں شریک ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ نے ایک لنگڑے صحابی کو اجازت دی تھی۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بھی آزمائش کرتا ہے جیسا کہ اُحد کی جنگ میں کی گئی تھی۔

۱۲۔ شہادت میں اللہ تعالیٰ اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔

۱۳۔ اللہ بعض اوقات دوستوں اور دشمنوں کو وقتی فائدہ دیتا ہے لیکن دائمی فائدہ دوستوں کو حاصل ہوتا ہے۔

۱۴۔ امتحان کے بعد مومنوں کو گناہ سے پاک وصاف کیا جاتا ہے۔ فتح ونصرت، مسلمانوں کو ہی ہوگی۔

جنگ بدر میں مسلمان صرف ۳۱۳ تھے۔ کفار ایک ہزار کے قریب تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر پوری طرح عمل نہ کیا گیا تھا جس سے مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے۔ کئی مسلمان شہید ہو گئے تھے مگر ان سب باتوں کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے بطور نفسیات دان اپنی اس وقت کی امت کی ہر طرح سے دل جوئی کی۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ گھر گھر جا کر مسلمانوں کو تسلی دی تھی۔ زخموں سے چور ہونے کے باوجود دشمن کا آخری وقت تک پیچھا کیا اور ان کو للکار کر اگلے سال جنگ کی چنیوتی دی۔ کسی بھی لمحے دشمن کو موقع نہ دیا کہ وہ دوبارہ حملہ کر سکے۔ جنگ اُحد میں بیوہ ہونے والی ایک بی بی سے شادی کی۔ اس کے بچوں کو اپنی اولاد کی طرح سہارا دیا۔ اور اپنی حکمت عملی کو جاری وساری رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ اُحد کے بعد بھی بنو اسد کے طلحہ وسلیمہ بن خویلد کی سرکوبی کی۔ خالد بن سفیان کا کام تمام کیا۔ بنو نضیر یہودی قبیلے کو جلاوطن کیا۔ غزوہ ذات الرقاع میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ غزوہ دومتہ الجندل میں کفار کو شکست فاش دی۔ اس غزوہ سے دشمن پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور دشمن مسلمانوں کی شجاعت اور عزم واستقلال کے قائل ہو گئے۔

ان تمام واقعات سے اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں سکون و اطمینان سے سرفراز فرمایا۔ جنگ اُحد میں جو پریشانی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کی بصیرت جانفشانی اور نفسیاتی حکمت عملی کی بدولت اہلِ عرب کی نظریں مسلمانوں کی طرف دیکھنے لگیں۔ ان واقعات کے کچھ ہی عرصہ بعد کئی کروڑوں انسانوں کو اسلامی معاشرے کا حصہ بننا تھا۔ اس میں حضور علیہ السلام نے اپنی کمال درجہ حسنِ فکر، نفسیاتی برتری اور راہنمائی بھی شامل تھی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جنگ خندق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفسیاتی حکمت عملی

جنگ خندق میں مسلمانوں کی تعداد ۳ ہزار تھی۔ دشمن مسلمانوں سے آٹھ گنا زیادہ تھے یعنی ان کی تعداد ۲۴ ہزار تھی' بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی اگر 24 ہزار ہی مان لیں تو ایک مسلمان کے مقابلے میں کفار آٹھ تھے۔ مکہ کے قریش، بنو ہوازن، بنو سلیم،، بنو کنانہ، بنو نصر بن کنانہ، بنو حرث بن مالک، بنو مطلق کی ۱۲ شاخیں، بنو عطفان کی شاخیں، بنو شجیع، بنو مرہ، بنو فزارہ ان کے حلیف بنو سعد، بنو اسعد نجد کے دیگر قبائل، بنو عیس، بنو ذبیان، بنو الشعراء، بنو حشرا اور حجاز کے ساتھ خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے یہودی شامل تھے۔ مدینہ کا یہودی قبیلہ بنو قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گیا تھا۔

حضور ﷺ جب بھی کوئی مسئلہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے مشورہ لینا ضرور پسند کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے ان سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ جو غلام رہ چکے تھے جن کا تعلق ایران سے تھا کا مشورہ قبول کر لیا اور مدینہ کی حفاظت کے لیے خندق کھودنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے پہلے عربوں میں جنگوں میں خندق کھودنے کا کوئی رواج نہ تھا۔ خود حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو بھی اس کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے میدان میں خیمہ لگا لیا۔ انصار اور مہاجرین خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ حضور ﷺ نے بھی خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا۔

دنیا کی تاریخ میں ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ بادشاہ وقت بھی ہو اور فوجوں کا کمانڈر چیف بھی ہو اور وہ عام فوجیوں کی مانند کام بھی کرے۔ جب خندق کی لمبائی ناپی گئی تو صحابہ کرامؓ کے حصے میں چالیس ذراعے کھودنا آیا۔ حضور ﷺ اس وقت اٹھاون سال کے تھے آپ ﷺ بھی نو صحابہ کرامؓ کے ساتھ ایک گروپ میں شامل ہو گئے۔ آپ ﷺ ایسے میں اپنی پیٹھ پر خندق کے اندر سے مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور جو چٹان خندق توڑنے کے دوران آ جاتی اور اس کا پتھر کسی سے نہ ٹوٹتا تھا وہ خود توڑتے تھے خندق کھودنے والوں کے ساتھ مل کر رجز پڑھتے تھے سب کی حضور ﷺ رہنمائی بھی فرماتے تھے۔ حضور ﷺ دیگر صحابہ کرامؓ سے ساتھ مل کر کدال

Marfat.com

چلاتے اور ایک عام سپاہی کی حیثیت سے وہی کام کرتے جو صحابہ کرامؓ کر رہے تھے۔

اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کتنے بڑے ماہر نفسیات تھے۔ جب فوج کا عام سپاہی یہ محسوس کرنے لگ جائے کہ ہمارا چیف کمانڈر بھی وہی کام کر رہا ہے جو میں کر رہا ہوں تو ایسے میں جوش ولولہ تیز سے تیز تر ہو جاتا ہے۔ عام سپاہی دل و جان سے پہلے سے زیادہ محنت کرتا ہے' کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ جو میں کام کر رہا ہوں وہی کام میرا چیف کمانڈر کر رہا ہے تو وہ دنیا کے سب غم بھلا کر خوشی سے پھولے نہیں سماتا اور اپنے درمیان کمانڈر کو کام کرتے دیکھ کر ایسے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے جو صرف محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ خندق ساڑھے پانچ کلومیٹر لمبی کھودی گئی جو ساڑھے چار میٹر چوڑی اور اڑھائی میٹر گہری تھی حضور ﷺ کا جان نثاروں نے یہ کام صرف چھ روز میں کر لیا تھا۔ آپ تصور کریں کہ اس وقت مشینیں نہ تھیں اوزار بھی اتنے مؤثر نہ تھے عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے کہ اتنا مشکل کام اتنی جلدی حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ نے سرانجام دے کر اپنی نفسیاتی برتری قائم کر دی۔

کفار کو لڑائی کا فائدہ آمنے سامنے ہی ہو سکتا تھا مگر حضور ﷺ نے مشرکوں کے لیے آمنے سامنے کی لڑائی کا راستہ محدود کر کے ان پر پہلے ہی نفسیاتی اور ٹیکنیکل برتری حاصل کر لی تھی اور ان کی افرادی قوت کی برتری کو خاک میں ملا دیا تھا۔ دشمن کے گھوڑ سوار خندق کو عبور کرنے کی کوشش کرتے مگر ہر وقت منہ کی کھاتے رہے۔

جب بنو قریظہ یہودی بھی دشمنوں سے مل گئے تو حضور ﷺ نے مدینے کی بستیوں میں گشت کے لیے گھوڑ سوار بھیج دیے جو دن رات گشت کے دوران اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے رہتے تھے۔

مدینہ میں خوراک کی قلت ہوگئی مگر حضور ﷺ نے خوراک کا بھی انتظام کیا اور محاصرہ کرنے والے ٹڈی دل لشکروں کے پیچھے سے ان کی سپلائی لائن کاٹنے کے لیے کامیاب چھاپہ مار کاروائیاں کیں۔ خوراک کے مسئلے پر مشرک اور زیادہ گھبرا گئے۔

بہادری کی اس سے زیادہ اچھی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ جنگ خندق کے دوران حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ دوسری خواتین اور بچوں کے ساتھ جس قلعہ نما بستی میں مقیم تھیں یہودیوں نے ایک رات اس قلعہ پر چڑھنے کی کوشش کی تھی اور حضرت صفیہؓ نے اندر سے وار کر کے ایک یہودی قتل کر دیا تھا اور اس کی لاش باہر پھینک دی تھی اور اس کے ساتھی بھاگ گئے تھے۔

جنگ خندق کے دوان حضور ﷺ نے سیاسی نفسیات کی ایسی عمدہ مثال قائم کی کہ اس کی نظیر بھی

Marfat.com

ہمیں کم ہی ملتی ہے۔ حضور ﷺ نے غطفان کے کمانڈر عینیہ بن حصن اور بنو مرہ کے کمانڈر حارث بن عوف کو خفیہ سفارت کاری کے ذریعے سے اتحاد سے علیحدہ ہو کر واپس لوٹ جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ نے حضور ﷺ سے مشورہ کر کے بنو قریظہ قریش اور بنو غطفان کے درمیان دراڑیں ڈال دیں جس کے نتیجے میں یہودی سردار حی بن اخطب جان کے خوف سے بنو قریظہ میں جا چھپا تھا۔ بنو قریظہ نے بھی معاہدہ ختم کر لیا۔ سردی، بھوک اور تھکاوٹ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس پر ابو سفیان پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنی پریشانی میں سب سرداروں کو جمع کیا اور اگلے روز فیصلہ کن یلغار کا اعلان کر دیا۔ اگلا روز آنے سے پہلے ہی اللہ کی مدد آ گئی صبح ہونے سے پہلے ہی سارے لشکر میدان چھوڑ کر بوریا بستر سمیٹ کر بھاگ گئے تھے۔ ان کا سپریم کمانڈر ابوسفیان تھا مگر میدان جنگ سے فرار کے وقت ہر قبیلے کے لشکر کا کمانڈر خود مختار تھا۔

حضور ﷺ نے عزم و استقلال، تدبر و بصیرت، عمدہ سفارت کاری، عمدہ جنگی منصوبہ بندی اور عام مسلمانوں کے ساتھ مزدوری کی مانند خندق کھودنے خوراک کی کمی کے وقت باقی صحابہ کرامؓ کی مانند بھوک برداشت کر کے اعلیٰ ماہر نفسیات دان ہونے کا ثبوت دیا تھا۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

بلا شبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ بہترین نمونہ ہیں ہر ایک شخص کے لیے جو اللہ سے اجر اور قیامت میں ملاقات کی امید رکھتا ہے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرتا ہے (۳۳:۲۱)

جنگ خندق میں اہل توحید نے اہل عرب پر ثابت کر دیا کہ وقت کی اہم اور بڑی قوت وہی ہیں۔ اس کامیابی کے عربوں پر بڑے گہرے نفسیاتی اثرات مرتب ہوئے تھے۔

ریاست مدینہ کی اندرونی قوتیں بھی بے بس ہو گئی تھیں۔ منافقین بھی اب بے بس نظر آتے تھے۔ انھوں نے پھر ایسی پھرتیاں نہ دکھائیں جو اس سے پہلے وہ غزوہ احد بنو قینقاع اور بنو نضیر کے خلاف کاروائی کے وقت دکھائی تھیں۔

جنگ خندق اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سب سے خطرناک معرکہ تھا اور دشمنان اسلام تھک ہار کر اور نہایت پریشانی کے عالم میں ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے۔ اب ان کو اس بات کا پورا ادراک ہو گیا تھا کہ یہ چھوٹی سی اسلامی طاقت جو بڑی تیزی کے ساتھ مدینہ منورہ میں نشو و نما پا رہی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا

Marfat.com

نہیں کیا کہ کافر طاقتیں جمع ہو کر اس کا خاتمہ کر دیں۔

یہ معرکہ فیصلہ کن تھا جس میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان طاقت کے توازن کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس معرکے کے بعد کفر و شرک کی طاقت زوال پذیر ہو گئی اور اسلام دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی منزل کی جانب گامزن ہو گیا۔

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ لشکر کفار کی واپسی کے بعد ہم نے حضور ﷺ کو یہ کہتے سنا۔ اب ہم آگے بڑھ کر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ جنگ کرنے کے لیے ہم ان کی طرف چل کر جائیں گے۔

یہ الفاظ صرف ایک ماہر نفسیات ہی کہہ سکتا ہے۔ وہ اس چیز کا ادراک رکھتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت سے حالات کا جائزہ لے کر اپنے پورے اتحاد کے ساتھ آنے والے وقت کی پیشین گوئی کر سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے ایسے ہی ماہر نفسیات کا کردار ادا کرتے ہوئے اوپر دیے ہوئے الفاظ کہے تھے جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئے اور اسلام کی روشنی پھیلنے لگی۔ پھر اس روشنی نے سارے عالم کو منور کر دیا۔ جس سے آج بھی ہم مستفید ہو رہے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

فتح مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے جو طریقہ کار اختیار کیا اس پر ساری دنیا کے مؤرخین آج تک آپ ﷺ کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ یہ مؤرخین مسلمان، ہندو یا یورپی ہوں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر صلہ رحمی کی انتہا کر دی۔ آپ ﷺ نے رحمدلی کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے جو بھی آتا آپ ﷺ سب کو معاف کر دیتے۔ آپ ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ شہر میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور درج ذیل احکامات کی پابندی کرے۔

۱۔ جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۲۔ جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پناہ لے لے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۳۔ جو کوئی شخص اپنے گھر میں بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۴۔ جو کوئی بھی ابوسفیان کے گھر پناہ لے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۶۔ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۷۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

۸۔ امیر کو قتل نہ کیا جائے۔

آپ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت سر جھکائے عاجزی وانکساری سے

Marfat.com

قرآن مجید کی سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ اونٹ پر سوار خانہ کعبہ کو جا رہے تھے اور اونٹ پر اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے فرزند اسامہؓ کو سوار کر رکھا تھا خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ چھڑی کی نوک سے ہر ایک بت گراتے جاتے اور زبان مبارک سے یہ پڑھتے جا رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں۔ اُنہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔ (بنی اسرائیل۔ ۹،۹۶) اے نبی علم رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ سراسر حق ہے اور خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔ (سباء:۶)

اس عرصے میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا۔

۲۔ سینکڑوں مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کر کے ان کے گھر بار سے نکالا تھا۔

۳۔ دین اسلام کو ختم کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو برباد کرنے لیے حبش، شام، نجد، یمن تک کے سفر کیے تھے۔

۴۔ جنہوں نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کو چین لینے نہ دیا تھا۔

آپ ﷺ نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا "اے جماعت قریش تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور خاندان اور قبیلے سب پہچان کے لیے بنا دیے ہیں۔ اللہ کے ہاں اس کی عزت زیادہ ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔ پھر فرمایا جاؤ تم آزاد ہو تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں"

(از رحمۃ العالمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

آپ ﷺ نے مزید فرمایا "میں وہی کچھ کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تمہیں معاف فرمائے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی فیاضی دیکھئے آپ ﷺ حرم میں تشریف فرما تھے انصار مہاجرین اور مکہ کے قریش بھی جمع تھے۔ بیت اللہ کی کنجی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ سب منتظر تھے کہ بیت اللہ کی کنجی آپ ﷺ کس کو عطا کرتے ہیں۔ حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب آپ ﷺ کے خاندان کے پاس تھا۔ آج چچا حضرت عباسؓ اس عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی بھی خواہش تھی کہ بیت اللہ کی کنجی بھی ان کو مل جائے تو انھوں نے خواہش ظاہر کی مگر آپ ﷺ نے اس پر توجہ نہ دی حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پانی پلانے کا منصب ہمارے پاس ہے آپ خانہ کعبہ کی کنجی بھی ہمیں عطا کر دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟

عثمان بن طلحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کو عطا کر دی اور فرمایا آج کا دن نیکی اور وفا شعاری کا دن ہے۔

فتح مکہ پر آپ ﷺ نے صبر، عدل، معاف کرنے کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ یورپی مصنفین بھی آپ ﷺ کو رحمت اللعالمین کہنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ ﷺ ایسے کمانڈر تھے جو لوگوں کا دل جیتنا جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے بجائے مکہ میں قتل وغارت کرنے کے سب کو عام معافی دے دی سوائے دو چار لوگوں کے ان میں سے عبداللہ بن خطل کو مرتد ہونے کی بنیاد پر قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ پہلے مسلمان تھے پھر مرتد ہو کر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی توہین کیا کرتا تھا۔ قرتنی اور قریبہ عبداللہ بن خطل کی دو لونڈیاں تھیں یہ دونوں قریش کی محفلوں میں ناچ گا کر اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں ہجو یہ شعر گایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک نے معافی مانگی۔ آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا دوسری کو قتل کر دیا گیا۔ ایک اور مرتد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا اس کے لیے حضرت عثمانؓ نے بار بار درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس سے بیعت لے لیں۔ آپ ﷺ نے کچھ توقف کیا اور بیعت لے لی حالانکہ آپ ﷺ کو اس کو معاف نہ کرنا چاہتے تھے۔

حویرث بن نقید یہ بدزبان شاعر تھا اس نے رسول ﷺ اور دین اسلام کے خلاف نظمیں لکھیں تھیں اس کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔

سارہ بنو ہاشم کی باندی تھی۔ اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض کے مطابق اسے بھی قتل کر

Marfat.com

دیا گیا تھا۔مقیس بن صبابہ یہ بھی قاتل اور مرتد تھا فتح مکہ کے روز بازار میں جاتا ہوا گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا چند لوگوں کے سوا آپ ﷺ نے بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر دیا ان معافی پانے والوں میں عکرمہ بن ابو جہل، ہبار بن الاسود جس نے آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینبؓ کا تعاقب کیا تھا۔اس نے اونٹ پر نیزہ مارا تھا تو حضرت زینبؓ گر گئیں تھیں۔ان کا حمل ضائع ہو گیا تھا۔اس کو بھی آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔کعب بن زہیر رسول اللہ ﷺ کے خلاف شعر کہا کرتا تھا اس کو بھی آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔ان کے علاوہ ایک اور شاعر جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن شاعر تھا عبداللہ بن زبعریٰ اس کی بھی معذرت قبول کر لی گئی۔

آپ اندازا کریں کہ آپ ﷺ نے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کر کے ایسے سینے سے لگایا جیسے انھوں نے کوئی بھی جرم ہی نہ کیا ہو۔اس کے مقابلے میں ہم کسی بھی مذہب کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں انھوں نے فاتح بن کر مفتوح قوم کو قتل کر دیا۔ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا اور ان کے مال واسباب کو لوٹ لیا۔آپ ﷺ نے اس موقعہ پر کوئی خون خرابہ نہ کیا اور کوشش یہی کی کہ جو بھی سامنے آئے بیعت کرے اس کو معاف کر دیا جائے۔آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی "ہندہ" ابوسفیان کی بیوی کو بھی معاف کر دیا' اس سے بیعت لے لی۔دنیا کی کوئی بھی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو ایسی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی کہ فاتح نے اپنے بڑے بڑے دشمن کو کبھی معاف کیا ہوگا؟ آپ نے ساری زندگی مکہ میں ظلم وستم سہے مگر جب ظلم کا بدلہ لینے کا وقت آیا تو بدلہ لینے کی بجائے سب کو گلے سے لگا لیا۔دنیا میں ایسا کمانڈر نہ ہوگا اور نہ ہی پیدا ہوگا جس نے آن واحد میں سب کو گلے سے لگایا ہو۔آپ نے محبت' شفقت' پیار سے اہل مکہ کے دل جیت لیے۔آپ ﷺ کی الفت شفقت اور پیار کو دیکھتے ہوئے دو ہزار اہل قریش چند دنوں میں مسلمان ہو گئے۔یہ وہ تعداد بتا رہا ہوں جو صرف مردوں کی ہے اور جنہوں نے تھوڑے ہی دنوں بعد حنین کی جنگ میں مسلمان بن کر حصہ لیا تھا اس میں عورتیں اور بچے شامل نہیں ہیں۔اگر ان کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر یہ تعداد کئی ہزار تک جا پہنچتی ہے۔

آپ ﷺ نے فتح مکہ پر بھی ماہر نفسیات ہونے کا ثبوت دیا۔آپ ﷺ نے تلواروں کی بجائے دشمنوں کے دل جیتنے کی طرف توجہ دی۔راستے میں اپنا آیا یا غیر آیا جو بھی آیا سب کو معاف کر دیا۔لوگ آتے گئے اور

Marfat.com

معافی مانگ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔ یہ وہ ہی لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو گھر سے بے گھر کیا تھا اور ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ کسی عورت سے اس کا بیٹا انھوں نے چھینا تھا تو کسی کے شوہر کو تنگ کیا تھا۔ کسی کے بھائی کو تنگ کیا تھا تو کسی کی بہن کو جلاوطنی پر مجبور کیا گیا تھا۔ کسی سے ان کا مال واسباب چھین لیا گیا تھا' کسی کے گھروں پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔

آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں کی زندگی کا بطور نفسیات دان مطالعہ کیا ہوا تھا تب ہی تو آپ ﷺ نے مکہ کے ہر مسلمان گھروں کو ان کی ہجرت کے وقت قابض ہونے والے اہل قریش سے گھر بھی واپس نہ لیے۔ مکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح کیا تھا اور اہل مکہ کے دل آپ ﷺ نے حسن سلوک' ایثار' صلہ رحمی اور پیغمبرانہ تدبیر اور الفت سے مسخر کر لیے تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سے ذاتی انتقام نہ لیا۔ کسی کی توہین نہیں کی۔ کسی کا دل نہیں دکھایا۔ مکہ میں شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جس نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچائی ہو لیکن آپ ﷺ نے کسی سے اس کی دشمنی کے بارے میں کوئی سوال وجواب نہ کیا۔ آپ ﷺ کے پیش نظر اپنی ذات نہیں تھی بلکہ وہ مشن تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منتخب کیا تھا۔ اس مشن میں آپ ﷺ اس شہر کے لوگوں کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے' کیوں کہ آپ ﷺ نے اپنے پہلے تبلیغی اجلاس میں فرمادیا تھا کہ میں روز قیامت آپ کی سفارش صرف اس صورت میں کروں گا جب آپ سب گواہی دیں گے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔ میرا تمہارا خونی رشتہ ہے مگر یہ خونی رشتہ اس وقت تک کام نہ آئے گا جب تک سب لوگ پکار پکار کر نہ کہیں گے اللہ ایک اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی کوششیں رنگ لائیں۔ فتح مکہ پر جو مسلمان ہوئے انھوں نے پھر عرب سے نکل کر مصر شام ایران عراق کو فتح کیا اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا نام بلند کیا اور اب ان کا نام ان ممالک میں رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا۔

ایسا کام اللہ کا رسول ﷺ ماہر نفسیات بن کر ہی دکھا سکتا ہے۔ تاریخ عالم میں خون بہائے بغیر کسی فاتح کو ایسی فتح کبھی نصیب نہیں ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا کر دی تھی۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی فاتح نے اپنے دشمنوں کے سب سے بڑے گڑھ پر قبضہ کیا ہو اور ان سے انتقام نہ لیا ہو اور

Marfat.com

ان کا قتل عام کر کے خون کی ہولی نہ کھیلی ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نہ تو کسی کو قتل کیا' نہ ہی کسی کو قیدی بنا کر اس پر ظلم کیا' نہ ہی کسی کا مال قبضے میں لیا اور نہ ہی تاوان جنگ وصول کیا بلکہ حیرت کی بات تو یہ ہے اپنے پاس سے کچھ دیا ہی ہے۔ ہجرت کے وقت مسلمان اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ ان کی واپسی کا مطالبہ بھی نہ کیا اور یہ سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا اور اپنے صحابہؓ کو ایسا ہی کرنے کے لیے کہا۔

فتح مکہ پر آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو ایسے معاف کر دیا جیسے بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائیوں کو یا باپ اپنے نافرمان بیٹوں کو معاف کر دیتا ہے۔ دنیا کے ماہر نفسیات حیران ہیں کہ آپ ﷺ نے عفو و درگزر کی اس موقع پر ایسی ایسی مثالیں قائم کیں جس کو عقل انسانی سمجھنے سے قاصر ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی درگزر اور عام معافی کی ہی بدولت مکہ کے لوگ جوق در جوق اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ماہر نفسیات کے طور پر اپنا بھرپور کردار ادا کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر صبر اور رحم دلی کا ایسا روشنی کا مینار تعمیر کیا جو رہتی دنیا تک چمکتا دمکتا رہے گا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر صبر و استقلال اور عاجزی کی ایسی مثال قائم کی کہ آج کے ماہرین نفسیات ان کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اس وقت جب شہر فتح ہوتا تو شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی تھی۔ مرد قتل کر دیئے جاتے' غلام بنا لیے جاتے تھے' ان کے مال و مویشی اپنے قبضے میں کر لئے جاتے تھے۔ عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا جاتا تھا۔

مگر حضور ﷺ نے فتح مکہ پر ایسا کچھ بھی نہ کیا بلکہ فتح مکہ کے موقع پر جو لوگ خوف زدہ تھے جنہوں نے حضور ﷺ پر ان کے خاندان پر اور عام مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر کے ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ اس کا عملی ثبوت فتح مکہ پر فراہم ہو گیا۔ پھر ہر کسی نے جانا اور سمجھا کہ واقعی حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔

آج ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ اگر آپ نے کسی کو اپنا بنانا ہو تو پہلے اس کا دل جیتو اور اس پر ثابت کرو کہ سب سے زیادہ میں ہمدرد ہوں۔ میرے حضور ﷺ نے آج سے کئی صدیاں پہلے ہی اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے صلہ رحمی' درگزر' عاجزی سے فتح مکہ حاصل کی تھی۔ سارے عالم نے دیکھا کہ ان ہی

Marfat.com

مسلمانوں نے حضور ﷺ کے اصولوں کو پیار و محبت سے ہر سو پھیلایا اور دیکھتے ہی دیکھتے پھر مسلمان مختلف ملکوں میں چھا گئے۔

آج جو مغربی ممالک اور امریکہ مسلمان پر دہشت گردی کا ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پروپیگنڈا کر رہے ہیں در حقیقت وہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں یہودی عیسائی اور ہندو کبھی مسلمانوں کو دنیا میں چھایا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے۔ مگر ان تمام غلط فہمیوں اور پروپیگنڈے کے باوجود امریکہ اور یورپ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ نائن الیون کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب امریکہ اور یورپ حضور ﷺ کے پھیلائی ہوئی نور کی روشنی کو اپنا بنا لیں گے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

صلح حدیبیہ اور حضور ﷺ

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ تحریر کیا گیا تھا اس کی شرائط یہ تھیں۔

۱۔ دس سال تک جنگ بند رہے گی۔ ان دس سالوں میں لوگ امن سے رہیں گے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کے خلاف نہیں اٹھیں گے۔

۲۔ محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو کوئی حج یا عمرہ یا تجارت کی غرض سے مکہ آئے گا اسے جان و مال کی امان ہوگی اور قریش کا کوئی فرد تجارت کے لئے مصر یا شام جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے گا اسے بھی جان و مال کی امان حاصل ہوگی۔

۳۔ اگر قریش کا کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر حضور ﷺ کے پاس جائے گا تو وہ اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی ایک قریش کے پاس آجائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ فریقین ایک دوسرے سے بدعہدی نہیں کریں گے نہ باہر سے غداری قبول کریں گے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کی خفیہ یا اعلانیہ مدد نہیں کریں گے۔

۵۔ جو کوئی محمد ﷺ کے اس عہد اور ذمہ داری میں شامل ہونا چاہے وہ بھی ایسا کر سکتا ہے اور کوئی قریش کے عہد اور ذمہ داری میں شامل ہونا چاہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔

۶۔ اس وقت محمد ﷺ واپس چلے جائیں گے اور مکہ ہمارے پاس نہیں آئیں گے اگلے سال ہم باہر چلے جائیں گے اور محمد ﷺ اور اس کے ساتھی مکہ میں داخل ہو کر تین راتیں وہاں ٹھہر سکیں گے مگر وہ میدان میں بند تلواروں کے علاوہ اپنے ساتھ کوئی اور ہتھیار نہیں لائیں گے۔

Marfat.com

۷۔ (اس دفعہ) قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے انہیں پایا ہے (حدیبیہ میں) ان کے جانوروں کو وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور مکہ ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا۔

۸۔ ہمارے اور تمہارے حقوق برابر ہوں گے۔

ظاہری طور پر یہ معاہدہ مسلمانوں کے حق میں نہیں تھا اس لئے بعض مسلمان اسے اپنی توہین اور ذلت سمجھ رہے تھے۔ معاہدہ کی رو سے ابو جندل کو مکہ واپس کر دیا گیا تھا حالانکہ ابھی یہ معاہدہ تحریری طور پر معرض وجود میں نہ آیا تھا۔ محمد ﷺ نے قریش کی پھر سے یہ شرط مان لی تھی اور یہ اس میں قرار پایا تھا کہ آئندہ بھی جو کوئی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکہ سے مدینہ جائے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی مدینہ سے مکہ والوں کے پاس آ جائے گا تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔ یہ شرط اس وقت تو قریش کے حق میں تھی مگر حضور ﷺ کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہی شرط مکہ والوں کے گلے کا طوق بنے گی اور وہ خود ہاتھ جوڑ کر حضور ﷺ سے اس شرط سے دستبرداری کا کہیں گے۔ حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات کے یہ حقیقت پالی تھی کہ اس شرط کی بدولت مسلمانوں کو فتح مبین ملے گی۔ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ فراست، بصیرت اور ماہر نفسیات پر مہر ثبت کر کے اسے لازوال بنا دیا تھا اور مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اس معاہدے سے اہل قریش کی صدیوں کی عظمت و سرفرازی اسلام کے آگے سرنگوں ہو گئی تھی۔ انھوں نے لڑائی جھگڑوں سے دست برداری کا عہد کیا تھا سیاسی اور سماجی پسپائی تسلیم کر لی تھی یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بڑی کامیابی تھی۔ ابھی ایک ہی سال پہلے وہ سب کو اکٹھا کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے، مگر اب وہ ہی لوگ رسول اللہ کے پاس آ کر عہد کر رہے تھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کسی دوسرے کو نہ کھلی مدد دیں گے اور نہ ہی خفیہ طور پر کسی کی مدد کریں گے۔

اس معاہدے کی رو سے اہل قریش کا اور رسول ﷺ کے ساتھ آزادانہ تجارت کا معاہدے کر لیا تھا۔ اس تجارت کے نتیجے میں مکہ اور مدینہ کے لوگ آپس میں اعتماد کی فضا قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے جنگ کے بادل جو ہر وقت منڈلاتے رہتے تھے کچھ عرصہ کے لئے وہ ہٹتے جا رہے تھے۔ مسلمان اب کھلے طور اپنے دین کا پرچار کرنے میں آزاد تھے اور وہ اپنے نئے نئے حریف تلاش کرنے میں اس معاہدے کی وجہ سے آزاد تھے۔

صلح حدیبیہ کے معاہدے کے سیاسی اور سماجی پہلوؤں کو دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صلح کے ذریعے اپنے صدیوں پرانے ماضی سے دست بردار ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی سماجی اور اخلاقی برتری تسلیم کر

Marfat.com

لی گئی تھی اور یہ غیر ارادی طور پر حضور ﷺ کے ساتھ مفاہمت کی منزل پر چل پڑے تھے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی تائید و حمایت میں مسلمانوں نے اس معاہدے کو قبول کر لیا تھا اور ان کے حکم کو سر تسلیم تو خم کر دیا تھا مگر دل مطمئن نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہم نے آپ کو واقعی فتح عطا کی ہے تا کہ اس کے ذریعے اللہ ماضی اور مستقبل کی سب خامیوں کا مداوا کر دے اور تم پر اپنی حمایت کی تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھی راہ کی طرف لے جائے اور وہ تمہیں زبردست مدد دے وہی ہے اسی نے مومنوں کے دلوں کو اطمینان دیا تا کہ ان کے ایمان کو تازہ ایمان سے تقویت ملے اور آسمان اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ دانا اور حکیم ہے۔

قرآن مجید (۴۸:۱ تا ۴)

سورہ فتح کی یہ آیات سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا یہ (معاہدہ حدیبیہ) فتح ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا "ہاں یہ فتح ہے"

پھر سارے عالم نے دیکھا صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی فتح بن گئی۔

ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ نے مشرکوں کا ناک میں دم کر دیا وہ قریش کے تجارتی لوگوں کو لوٹنے لگے۔ قریش کو محسوس ہونے لگا شائد اب تجارت ہم سے چھنی جا رہی ہے۔ اس طرح چند ہی ہفتوں بعد اللہ نے وہ شرائط ختم کرنے کی صورت پیدا کر دی جس کی وجہ سے مسلمان دل گرفتہ تھے۔

صلح حدیبیہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے سخت تھی۔ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم حق پر اور قریش باطل پر نہیں ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا ہاں انھوں نے کہا کیا ہمارے مقتولین جنت میں ان کے مقتولین دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ انھوں نے پھر کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کم تر کیوں راضی ہو جائیں اور واپس چلے جائیں حالانکہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب میں اللہ کا رسول ہوں اللہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

صلح حدیبیہ کی شرطیں سخت دکھائی دیتی تھیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ قریش ان لوگوں کو نہیں لوٹائیں گے جو مرتد ہو کر ان کے پاس چلے جائیں گے اس ظالمانہ شرط سے مسلمانوں کے دلوں پر بڑی چوٹ لگی تھی۔

حضور ﷺ نے اس پر ماہر نفسیات کے طور پر فرمایا جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا ہم اسے

Marfat.com

قریش کو واپس لوٹا دیں گے تو اللہ تعالیٰ عنقریب آسانی پیدا کرے گا اور راستہ نکال دے گا اور ہم سے جو مرتد ہو کر ان کے پاس چلا جائے گا اُسے اللہ ہم سے دور کر دے گا۔ پھر اس وقت سارے عرب نے دیکھا کہ یہ شرط جو بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہ تھی مگر حضور ﷺ کی بصیرت کی آنکھ اس کو جس نظر سے دیکھ رہی تھی کوئی اور نہ دیکھ سکا تھا۔ حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی یہ بات سو فیصد سچ ثابت ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس بارے میں استفسار کیا کہ کافروں نے مسلمانوں کو خانہ کعبہ کے طواف سے روک دیا تھا حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کو خواب سنایا تھا کہ وہ عنقریب ہی پورے امن و سکون کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کریں گے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ ایسا اسی سال ہوگا؟ یہ سن کر مسلمانوں کو ذہنی سکون مل گیا اور وہ خوش ہو گئے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ صلح حدیبیہ میں دراصل خانہ کعبہ (مکہ) کی فتح کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ قتادہؓ نے روایت کی ہے کہ انس بن مالکؓ نے ان سے حدیث روایت کی ہے جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو یہ آیات کریم نازل ہوئیں۔

> ”اے میرے نبی! ہم نے بے شک آپ کو کھلی اور صریح فتح دی ہے تا کہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ ﷺ پر تمام کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر ڈال دے اور تا کہ آپ کی زبردست نصرت فرمائے اسی سے مومنوں کے دلوں میں سکون و اطمینان ڈال دیا تھا تا کہ ان کے ایمان سابق میں مزید ایمان کا اضافہ ہو جائے اور آسمانوں اور زمینوں کی فوجیں اللہ کی ہی ہیں اور اللہ بڑا جاننے والا ہے بڑی حکمت والا ہے تا کہ وہ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور تا کہ وہ ان کے گناہ معاف کر دے اور اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی ہے“
>
> (الفتح ۱ تا ۵)

ابن اسحاق نے اپنی کتاب المغازی میں لکھا ہے کہ اسلام میں فتح حدیبیہ سے قبل اس سے بڑی کوئی فتح نہیں تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد اتنے مسلمان ہو گئے دو سال میں جتنے اب تک ہوئے تھے ابن ہشام کہتے ہیں کہ

Marfat.com

حدیبیہ کے لیے چودہ سو مسلمان گئے تھے صرف دو سال بعد فتح مکہ لیے دس ہزار مسلمان ساتھ گئے تھے۔اب ہم سارے مسئلہ کو ایسے بیان کرتے ہے کہ صلح حدیبیہ کی حیثیت اسلام اور مسلمانوں کے لیے فتح مبین تھی۔قریش کے لوگ مذہبی سیادت اور مادی ریاست کے سبب مسلمانوں کے وجود کا اعتراف کرنے کے لیئے ذہنی طور پر ہرگز تیار نہ تھے اور اسی معاہدے سے پہلے تک ان کی یہ پوری کوشش رہی کہ وہ اسلام کے وجود کو ختم کردیں اور اب یہ حال تھا کہ وہ اپنی سیادت اور قیادت کو یکسر بھول گئے اور ان کو اپنی جان بچانے کی فکر دامن گیر ہوگئی۔اب ان کی یہ کوشش ہونے لگی کہ کفار عرب مسلمانوں سے جنگ میں نہ الجھیں اس لیے یہ معاہدہ فتح مبین تھا۔حضور ﷺ نے یہ معاہدہ کر کے دراصل قریش کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا اور ان کے تکبر کا خاتمہ کر دیا تھا۔

صلح حدیبیہ کی حکمتیں اور فائدے

۱۔ اگر تم میں سے کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (تو بال منڈوانے اور) فدیہ دینا چاہے تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔

۲۔ حدیبیہ کے دن لوگوں کو شدید پیاس لگی حضور ﷺ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا جس سے آپ ﷺ وضو کر رہے تھے کہ لوگ تیزی سے آپ ﷺ کے پاس آئے۔حضور ﷺ نے ان سے کہا کیا بات ہے انھوں نے کہا کہ حضور پانی نہیں ہے اور نہ ہی وضو کے لیے پانی ہے سوائے آپ کے پیالے کے جو آپ ﷺ کے پاس ہے۔حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پیالے میں ڈالا اور آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی مانند پانی ابلنے لگا تمام صحابہ کرامؓ نے پانی پیا اور وضو کیا۔

۳۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بارش کے وقت گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔

۴۔ اس موقعہ پر مسلمان صبح کی نماز کے لیے بیدار نہ ہو سکے دھوپ کی گرمی کی وجہ سے ان کی آنکھ کھلی۔رات میں قافلہ والوں کی نگرانی اور صبح کی نماز کے لیے جگانا حضرت بلالؓ کے ذمہ کام لگایا گیا تھا،لیکن ان پر نیند غالب آگئی اس لیے حضور ﷺ نے سورج نکلنے پر نماز پڑھی اور ہر اس مسلمان پر جو سو یا رہ جائے یا بھول جائے سنت ہوگئی کہ نیند سے بیدار ہونے پر یاد آجانے کے بعد نماز پڑھ لے (ابوداؤد نسائی)

Marfat.com

۵۔ مسلمانوں کا سردار یا امام اگر دشمن سے صلح کرنے میں مصلحت سمجھتا ہے تو اس میں بعض قباحتوں کے باوجود اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

۶۔ جس محرم کو مکہ جانے سے روک دیا جائے وہ اپنی قربانی کا جانور اسی جگہ ذبح کر دے گا جہاں سے روک دیا جائے چاہے وہ حدود حرام سے باہر ہو یا اندر ہو۔

۷۔ منہ کا بلغم اور استعمال شدہ پانی پاکیزہ ہے۔

۸۔ اگر مسلمانوں کا امام کافروں کے ساتھ صلح کر لے اور اس کے بعد مسلمانوں کا ایک گروہ نکل کر کافروں سے جنگ کرے اور ان کے مال پر بطور غنیمت قابض ہو جائے اور امام کے پاس نہ جائے تو امام پر واجب نہیں کہ ان معاہدہ کرنے والے کافروں کا دفاع کرے اور مسلمان جماعت کو ان پر حملہ کرنے سے روکے۔

۹۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اسی سن چھ ہجری میں حج کی فرضیت نازل ہوئی۔

اگر ہم آٹھوں شرائط کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں یہ ساری شرائط مسلمانوں کے حق کے جاتی نظر آتی ہیں۔ حضور ﷺ جو بات کہہ دیتے وہ اٹل اور قطعی ہوتی تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی شامل حال ہوتی تھی۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر حضور ﷺ کی ایک ایک بات کی تصدیق کی اور سورہ فتح میں ان شرائط کو فتح مبین قرار دیا گیا اور حقیقت میں یہ تھی بھی فتح مبین اس سے مسلمانوں کی اپنی اہمیت اجاگر ہوئی۔ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کو ایک نئی آن نئی شان مل گئی۔ یہ سارے کا سارا کرشمہ صرف حضور ﷺ کے ماہر نفسیات کے ہوا۔ ان کی نظریں جو دیکھ رہی تھیں عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لیے ان کی بقا کا پیغام لے کر آئی اس صلح کے بعد مسلمان اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کرنے لگے۔ حضور ﷺ کی حکمت عملی سے اسلام تیزی سے چار سو پھیلنے لگا اور اب الحمد للہ ایک ارب سے زیادہ مسلمان ہیں اور دنیا کے ہر ممالک میں رہ کر توحید کا کلمہ بلند کر رہے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جنگ حنین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور ماہر نفسیات خطاب

یہاں پر میں جنگ حنین کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ اس سلسلے میں آپ کو تاریخ اسلام کی ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ اس کے علاوہ پیارے حضور ﷺ کی زندگی پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اس میں بھی اس جنگ کا ذکر لازمی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

جب مسلمانوں کو مکہ کی فتح اللہ کی مدد سے نصیب ہوئی تو کئی مکہ کے سردار مکہ سے بھاگ گئے اور ان میں سے کئی ایک جنگ حنین میں ہوازن ثقیف سے مل گئے۔ ہوازن ثقیف نے اپنے علاوہ بنونضر بن معاویہ، بنو جسم بنوسعد بکر، بنو بلال، بنوعمرو عامو اور عون بن عامر کے قبیلوں کے لوگ شامل تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے ان کی تعداد چھ ہزار بتائی ہے اس میں دو ہزار عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں یہ اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کے علاوہ ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی بھی ساتھ لائے تھے محمد رفیق ڈوگر نے اپنی کتاب ''الامین'' میں کچھ گھوڑے اور گدھوں کو ساتھ لانے کا ذکر کیا ہے۔

ان سب نے بنونضر بن معاویہ کے سردار مالک بن عوف نضری کو اپنا کمانڈر بنا لیا تھا۔ جنگ حنین میں شروع میں مسلمانوں کو چند دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے بھاگنے والوں کو پکارا'' لوگو میں اللہ کا رسول ﷺ اور محمد بن عبداللہ یہاں ہوں ادھر آؤ میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ اللہ نے مجھے فتح و نصرت اور عصمت و حمایت کا وعدہ کیا ہے اور وہ حق ہے اس وعدے میں کوئی شک و شبہ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

آپ ﷺ کے ان الفاظ میں اتنا جادوائی اثر تھا کہ مہاجر اور انصار لبیک یا رسول اللہ ﷺ لبیک یا رسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے سب آپ ﷺ کے اردگرد اکھٹے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پھر کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر مشرکوں کے لشکر پر پھینکی اور فرمایا۔

''ان کے (کفار) کے چہرے بگڑ گئے''۔

دشمن آن واحد میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگنے لگے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں

Marfat.com

مشرک چھ ہزار عورتیں اور بچے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اس کے علاوہ وہ ۲۴ ہزار اونٹ ، ۴۰ ہزار بکریاں ۴ ہزار اوقیہ چاندی کی مالیت کا مال چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ ان میں کچھ گھوڑے اور گدھے بھی تھے مگر ان کی تعداد معلوم نہیں ۔ مشرکوں کے ۷۲ جنگ جو مارے گئے سینکڑوں زخمی ہو کر بھاگے ۔ یہاں پر ایک بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مشرکین جو کچھ ان جنگ میں ساتھ لائے ہیں وہ سب کچھ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہوگا ۔ جنگ حنین کی کامیابی کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ باقی اونٹوں اور بکریوں کا شمار کریں اور مجاہدین کا حساب لگائیں جن پر سب مال تقسیم کرنا ہے ۔ حساب لگایا گیا تو ہر مجاہد کے حصے میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں ۔ گھڑ سواروں کے حصے میں بارہ بارہ اونٹ اور ایک سو بکریاں آئیں ایک حصہ سوار کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے ۔ آپ ﷺ جب تمام کاموں سے فارغ ہو گئے تو تمام مسلمان مال غنیمت کی تقسیم کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے ۔ آپ ﷺ پھر مسلمانوں کے درمیان تشریف لے گئے ۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ حضور ﷺ مویشیوں کو آپ ﷺ ہمارے درمیان تقسیم فرما دیں ان لوگوں نے آپ ﷺ کو درمیان میں اس طرح لیا کہ ہجوم کے باعث حضور ﷺ کی شال کندھے سے نیچے گر کر آپ ﷺ کے پیروں میں آنے کی وجہ سے پھٹ گئی آپ ﷺ ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ''میری شال میرے حوالے کر دو'' ۔

آپ ﷺ اس وقت روتے بھی جاتے تھے اور ہنستے بھی جا رہے تھے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم اگر میرے پاس اتنی بھیڑیں اور بکریاں جمع ہو جائیں جتنے ساحل کے کنارے درخت ہوا کرتے ہیں تو بھی میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا''

جب حضور ﷺ نے اونٹوں کی تقسیم شروع کی تو سب سے زیادہ حصہ ان لوگوں کو دیا جو حضور ﷺ کے سخت ترین دشمن رہ چکے تھے ۔ ابو سفیان کو سو اونٹ دیے گئے ، اس کے بیٹے معاویہ کو سو اونٹ دیے گئے ، سہیل بن عمرو کو سو اونٹ دیے گئے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیے گئے ' حالانکہ مسلمان ہونے سے پہلے آخری دونوں واجب القتل تھے مگر فتح مکہ پر مسلمان ہو چکے تھے ۔

بنی غطفان اور بنی تمیم کے سردار جن کا اسلام ابھی مشکوک تھا ان کو بھی سو سو اونٹ دیے گئے ۔

بنی سلیم نے اس جنگ میں کافی بہادری کے جوہر دکھائے تھے عباس ابن مرواس کو دس اونٹ دیے گئے ۔ یہ ایک شاعر تھا دوسروں کو سو سو اونٹ اور اس کو دس اونٹ ملنے پر اپنی سبکی محسوس کی ۔ اس نے جل بھن کر چند طنزیہ اشعار لکھے جس میں مال غنیمت کی تقسیم کا مذاق اڑایا گیا تھا ۔

Marfat.com

جب حضور ﷺ کے علم میں یہ اشعار لائے گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اور تحائف دے کر اس آدمی کا منہ بند کیا جائے۔ عباس ابن مرداس کو طلب کیا گیا تو اسے اتنے اونٹوں سے نوازا گیا کہ خود ہی چلا اٹھا کہ اب بس۔

ان تفصیلات سے مرکزی عرب کے رہنے والوں کی ذہنی خصوصیات کا پتہ چلتا ہے عباس ابن مرداس کو حرص و ہوا نے اتنا غضب ناک نہیں کیا تھا جتنا حسد نے دوسرے قبیلے کو زیادہ اونٹ دیے گئے اور اس کے قبیلے کو کم۔ اس میں اس نے اپنے قبیلے کی ذلت محسوس کی۔ اس کی مرضی کے مطابق اونٹ دیئے گئے تا کہ اس کا سر اونچا رہ سکے۔ حضور ﷺ اپنی فتح مندیوں اور کامرانیوں کے عروج پر تھے عباس ابن مرداس کے رویے سے نہ ہی غضب ناک ہوئے اور نہ ہی کوئی جابرانہ رویہ اختیار کیا۔ حضور ﷺ نے ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کی (جنرل گلاب پاشا، حیات عہد نبوی Page 439-440)۔

جب بھی کسی شخص نے حضور ﷺ کی سخاوت اور فیاضی پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے کبھی بھی غصے کا اظہار نہ کیا اور نہ ہی غم گین ہوئے اور نہ ہی بددل ہوئے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی فیاضی اور سخاوت کا کھل کر دل سے قبول نہ کرتا تو آپ ﷺ اس کو اتنا نوازتے کہ لینے والے کو تنگیٔ داماں کی شکایت ہو جاتی۔ جس طریقے سے مال غنیمت تقسیم کیا گیا تھا ظاہر ہے ہر شخص تو اس سے خوش نہ ہو سکتا تھا۔ مدینے کے انصار ان لوگوں میں سے تھے جن کو اس موقعہ پر سخت ناامیدی ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حنین میں انہی لوگوں نے حضور ﷺ کے چاروں طرف اردگرد جمع ہونے میں پیش پیش رہے تھے اور ثابت قدمی کے ساتھ آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں محفوظ کرنے کے لیے دائرہ بنا لیا تھا۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ اب جب مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا تو ان کے حصے میں کچھ نہ آیا تھا۔ سارے اونٹ حضور ﷺ نے نفسیاتی طور پر دشمنوں کی ہمدردیاں اور وفاداریاں حاصل کرنے میں تقسیم کر دیئے تھے۔

بنی خزرج کے سردار سعد بن عبادؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انصار نے جن جذبات اور خیالات کا اظہار کیا تھا ان کی ترجمانی کی۔

حضور ﷺ نے سعدؓ سے سوال کیا کہ اس مسئلہ پر تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟ سعدؓ نے روکھے پن سے جواب دیا "میں بھی وہی محسوس کر رہا ہوں جو میرے لوگ محسوس کر رہے ہیں" اس پر حضور ﷺ نے سعدؓ سے فرمایا کہ سارے انصار کو اکٹھا کرو۔ سعدؓ نے حکم کی تعمیل کی اور سب کو ایک جگہ اکٹھا کر لیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا "اے انصار آج تمہارے متعلق میں کیا سن رہا ہوں؟ کیا تمہارے دلوں میں میرے متعلق میل آ گیا ہے کیا

Marfat.com

میں تمہارے پاس اس وقت نہیں آیا جب تم غلطیوں پر غلطیاں کر رہے تھے؟ کیا اللہ تم کو راست پر نہیں لایا تم غریب تھے اللہ نے تم کو امیر کیا' تمہارے دل سخت تھے اللہ نے انہیں نرم کر دیا۔ جواب کیوں نہیں دیتے۔ اے انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر بولے ہم کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے سکتے ہیں؟ رحم و کرم فیاضی اور سخاوت تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت آئے جب کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر یقین کیا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تباہ کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان حال تھے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دلوں میں جگہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریب اور نادر تھے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام و آسائش کا خیال رکھا۔ اگر تم نے یہ سب کچھ بھی کہا ہوتا تو اس میں مبالغہ آرائی نہ ہوتی بلکہ حقیقت بیانی ہوتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ذہن اس بات پر پراگندہ ہیں کہ میں نے زندگی کی چند اچھی نعمتیں (یعنی چیزیں) ان لوگوں میں تقسیم کر دیں جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں تا کہ ان کی تالیف قلب ہو۔ ساتھ ہی تم کو اس بات کے لیئے چھوڑ رہا ہوں کہ تم اپنی نظریں اپنے اللہ پر لگائے رکھو کیا تم اس بات پر مطمئن نہیں ہو کہ دوسرے لوگ یہاں سے جاتے وقت اپنے ساتھ اونٹ بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم یہاں سے جاتے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اگر تمام لوگ ایک طرف کا رخ اختیار کریں اور انصار دوسری طرف چلیں تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔ انصار پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور مہربانیاں ہوں ان کے بچوں پر۔ بچوں کے بچوں پر اللہ مہربان رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نفسیاتی جادو بیانی سے مدینہ کے انصار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ وہ اتنا روئے اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور ان کی مال غنیمت کے بارے میں سب بدگمانیاں نہ صرف دور ہو گئیں بلکہ وہ سب مسرور اور شاداں ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کا مال نئے ہونے والے مسلمانوں میں اس لیے زیادہ تقسیم کیا کہ وہ ابھی ایمان کی اس منزل کو نہیں پہنچے تھے جس منزل پر انصار اور مہاجرین پہنچ چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کی تعلیم و تربیت اور اخلاق تو سنوار دیا تھا ان میں بھائی چارہ اور قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر نفسیاتی طور پر بھر دیا ہوا تھا' مگر نئے ہونے والے مسلمانوں کو ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی اخلاقی تعلیم دینی تھی۔ اس کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے موقع پر ہی نئے ہونے والے مسلمانوں کے نفسیاتی طور پر دل جیت لیے تھے' کیوں کہ ان کو اتنا نوازا تھا کہ وہ خود بھی حیران ہو گئے تھے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور سخاوت کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کے مال غنیمت

Marfat.com

کو تقسیم کر کے دو مقاصد حاصل کر لیے تھے۔

پہلا مقصد نئے ہونے والے مسلمانوں کو نواز کر ان کے نہ صرف دل جیتے تھے بلکہ وہ سب اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ انھوں نے حضور ﷺ کو ہر موقع پر تنگ کیا تھا، راستے میں کانٹے بچھائے تھے، بدترین قسم کی دشمنی کی تھی مگر آپ ﷺ نے صلہ رحمی کر کے ان کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ انھی نئے ہونے والے مسلمانوں نے بعد میں دنیا کے کونے کونے میں اللہ اور رسول ﷺ کا پیغام احسن طریقے سے پہنچایا۔ اپنا نام بھی روشن کیا اور حضور ﷺ اور اللہ کا نام بھی بلند کیا۔

اہل مکہ کے لوگ ویسے بھی ذرا سخت دل واقع ہوئے ہیں کیونکہ اہل قریش جن کی مکہ میں اکثریت تھی اپنے آپ کو حسب نسب میں دوسروں سے زیادہ فوقیت حاصل تھی۔ یہ خانہ کعبہ کے متولی تھے۔ حج کے موقعہ پر یہ عرب کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی برتری کی دھاک بھی بٹھائے ہوئے تھے۔ ان کو اپنی طرف راغب کرنا زیادہ مشکل تھا اس کام کے لیے ان کے دل جیتنے ضروری تھے۔ کیوں کہ انھی لوگوں نے حضور ﷺ اور اللہ کی توحید کو ماننے کے لیے انکار کیا تھا اور اسلام کو روکنے کے لیے انھوں نے جنگ بدر اور جنگ احد اور چھوٹی چھوٹی جنگیں بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑی تھیں۔ اسلام دشمنی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اس دشمنی کو جڑ سے اکھاڑنے کے دو طریقے تھے ایک فتح مکہ کے موقع پر جنگ و جدل کی جاتی اور ان پر اپنی دھاک بٹھائی جاتی مگر حضور ﷺ کیوں کہ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے ان کا منشا ہرگز یہ نہ تھا کہ ان کو جنگ و جدل سے زیر کیا جائے۔ حضور ﷺ رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اسی لیے انھوں نے رحم، شفقت، سخاوت، اپنے حسن سلوک سے ان کے دلوں پر حکمرانی کرنے کوشش کی جس میں حضور ﷺ سو فی صد کامیاب و کامران رہے۔ آپ پچھلی تمام باتوں کو بھول کر بھائی چارے کو فروغ دینا چاہتے تھے جس میں اللہ نے آپ ﷺ کو نصرت عطا کی اور بڑے سے بڑا دشمن بھی آپ کے کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

آپ ﷺ کی اس سخاوت کی وجہ سے ان سب کی کایا پلٹ گئی۔ اسلام کے دشمن اسلام کے شیدائی بن گئے۔

دوسرا مقصد آپ ﷺ نے نفسیاتی طور پر یہ حاصل کیا کہ انصار جنہوں نے آپ ﷺ کی مہمان نوازی کی تھی اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انصار پر آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا براہ راست اثر تھا۔ ان میں اسلام لانے سے پہلے جتنی بھی اخلاقی برائیاں تھیں وہ تقریباً ختم ہو چکی تھیں، مگر ابھی تک ان میں

Marfat.com

قبائلی عصبیت موجود تھی جو آہستہ آہستہ ہی دور ہوئی تھی حضور ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں انصار کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں دو چیزوں میں سے ایک چیز منتخب کر لو۔

دنیا حاصل کر لو جو مادیت پر مبنی ہے' پھر حضور ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے آخرت کی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کرو۔

انصار نے بھی حضور ﷺ کی صحبت میں کچھ عرصہ گزار لیا تھا۔ کئی انصار تو آپ کا تھوک بھی معتبر سمجھتے تھے۔ اس کو اپنے جسم سے لگا لیتے تھے وہ آپ کی ہر بات ماننے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جب حضور ﷺ نے کہا کہ بتاؤ تمہیں کیا چیز چاہیے۔ دنیا کی بھیڑ بکریاں چاہئیں یا اللہ اور اس کا رسول ﷺ چاہیے۔ سب انصار نے آپ ﷺ کو پسند کیا اور روتے روتے ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ انصار نفسیاتی طور پر حضور ﷺ کے پہلے بھی قریب تھے۔ اب مزید قریب آ گئے وہ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ جئیں گے ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔

انصار کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس ہونگے تو ہمیں دین اور دنیا کے علاوہ آخرت میں جنت بھی ملے گی اور جنت کی کنجی بھی اور جنت کا سیدھا راستہ حضور ﷺ کی تابعداری پر ہی ان کو مل سکتا ہے۔ آج بھی اگر کبھی آپ عمرے یا حج پر جائیں تو آپ کو مدینے کے لوگوں میں صبر و تحمل بردباری پیار وفا کی خوشبو آتی ہے۔ صدیاں بیت گئیں مگر آپ کی دی ہوئی تعلیم اب بھی ان میں ایسی ہی ہے جیسے حضور ﷺ کے زمانے میں ان سے پیار محبت کی خوشبو تھی نفسیاتی طور پر آپ ﷺ کو دو کامیابیاں ملیں۔ اہل مکہ کے لوگ بھی خوش ہو گئے اور اہل مدینہ بھی خوش ہو گئے۔ سب آپ ﷺ کے زیر کمان آ کر اسلام پھیلانے میں اپنا اپنا حصہ ڈالنے لگے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ازواج مطہرات اور حضور ﷺ

"اور نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں"

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا تعلق قبیلہ بنی اسد سے تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام زائدہ تھا۔ اور والد محترم کا نام خویلد تھا۔ آپ کے والد ماجد تاجر تھے اور اپنے وقت میں امیر کبیر مانے جاتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی ابوہالہ تمیمی سے ہوئی اور دوسری شادی عتیق بن عائد سے ہوئی تھی آپ کی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی۔ جب حضور ﷺ سے آپ کی شادی ہوئی آپ خود تجارت کرتی تھیں آپ اپنا مال دے کر مختلف افراد کو دوسرے ملکوں میں بھیجتی تھیں۔ اپنے وقت کی مالدار اور صاحب حیثیت خاتون تھیں۔ آپ نے اپنا سامان تجارت حضور ﷺ کو تجارت کے لیے دیا اور ساتھ ایک غلام بھی کر دیا۔ غلام حضور ﷺ کی نیک نیتی، شرافت، صداقت اور عاجزی دیکھ کر حیران ہو گیا۔

جب حضور ﷺ حضرت خدیجہؓ کا سامان فروخت کر کے واپس آئے تو ان کو پہلے سے زیادہ نفع ہوا۔ آپؓ کے غلام نے بھی حضور ﷺ کی دل بھر کر تعریف کی۔

اس پر آپ حضور ﷺ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں وہ آپ ﷺ کے اخلاق اور ایمان داری سے بے حد خوش ہوئیں آپ کیوں کہ تجارت کرتی تھیں۔ تجارت کے سارے کاموں کی نگرانی کرتی تھیں آپ کے دونوں خاوند یکے بعد دیگرے وفات پا گئے تھے۔ تجارت کرنا اس وقت ایک تن تنہا عورت کے بس کی بات نہیں تھی۔ حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ نے آپ کو مزید اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ آپ چاہتی تھیں کہ آپ کا نکاح

Marfat.com

حضور ﷺ سے ہو جائے حالانکہ آپ اتنی مال دار تھیں کہ اس وقت اہل قریش میں جس سے چاہتیں ان کا نکاح ہو سکتا تھا' مگر آپ کی پہلی اور آخری ترجیح حضور ﷺ ہی تھے۔

آپ نے اپنی شادی کا پیغام اپنی ایک عزیز سہیلی نفیسہ کے ذریعے بھجوایا۔ حضور ﷺ نے کچھ پس و پیش کے بعد پیغام کو قبول فرمالیا۔ اس وقت حضور ﷺ ۲۵ سال کے خوبصورت نوجوان تھے۔ ابھی تک آپ نے شادی نہ کی تھی۔ اس کے برعکس حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس وقت عمر ۴۰ سال کی تھی ۔ حضرت ابو طالب نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ شادی کے بعد آپ کسی حد تک فکر معاش سے آزاد ہو گئے تھے۔ اب آپ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگ گئے تھے۔ حضور ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے بعد سردی محسوس کر رہے تھے اور کچھ اوڑھنے کے لئے طلب فرما رہے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو کمبل میں لپیٹ رہی تھیں اور کہتی جا رہی تھیں "اللہ آپ کے وقار میں کبھی کمی نہ آنے دے گا کیوں کہ آپ رشتے داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں' غریبوں مسکینوں اور کمزوروں کی دست گیری کرتے ہیں۔ مصیبت کے وقت دوسروں کے کام آتے ہیں اور امانت گزار ہیں...... اللہ آپ کو تنہا نہ چھوڑے گا"۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان باتوں سے حضور ﷺ پر جو بے قراری طاری ہو گئی تھی دور ہو گئی۔ آپ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔

حضرت عباسؓ کے ایک دوست عفیف کندی یمن سے مکہ آیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہو گیا۔ اس نے ایک دن بڑا ہی دلنواز منظر دیکھا کہ ایک نوجوان شخص آیا اور سینے پر ہاتھ باندھ کر قبلہ کی طرف کھڑا ہو گیا' پھر ایک لڑکا آیا اُس نے بھی ایسا ہی کیا' تھوڑی دیر بعد ایک عورت آئی وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

یہ سارا منظر دیکھ کر عفیف کندی حیران رہ گیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا پہلا شخص میرا بھتیجا محمد ﷺ ہے آنے والا لڑکا میرے بھائی کا بیٹا علی ہے اور آخر میں آنے والی عورت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ یہ محمد حضور ﷺ کی بیوی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید کہنے لگے میرا بھتیجا محمد ﷺ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں' ایک نیا دین لے کر آیا ہوں۔ اس وقت روئے زمین میں صرف یہ تینوں ہی اس دین کے

Marfat.com

پیروکار ہیں۔

کچھ عرصے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دوست مسلمان ہو گیا۔ اس وقت اس واقعہ کو یاد کر کے کہا کرتا تھا:۔

''کاش اس دن چوتھا نماز پڑھنے آنے والا میں ہوتا''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شروع ہی سے نیک پرہیز گار خاتون تھیں' یہ آپ کی سب سے زیادہ غمگسار اور دکھ درد کی ساتھی تھیں۔ ان کی ساری دولت اسلام کے لئے وقف ہو گئی تھی۔ آپ ہر لحہ ہر وقت حضور ﷺ کی دل جوئی کرنے کی کوشش کرنے میں بے تاب نظر آتیں تھیں۔

شعب ابی طالب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین سال بڑی مشکل اور تنگ دستی کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ گزارے تھے' مگر زبان سے کبھی اف تک نہ کی تھی۔ سوائے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سب اولادیں حضور ﷺ کی ان سے ہی تھیں۔

وحی آنے سے پہلے بھی حضور ﷺ اکثر عبادت کیا کرتے تھے اگر آپ چاہتے تو اس وقت کسی چھوٹی عمر کی لڑکی سے بھی شادی کر سکتے تھے مگر وہ سمجھتے تھے کہ میں روزانہ اللہ کی عبادت کرتا ہوں مجھے ایسی گھریلو خاتون چاہئے جو میری ہاں میں ہاں ملائے' میری دل جوئی کرے میرا خیال رکھے۔ یہ سب کام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کر سکتی تھیں آپ بطور نفسیات دان اس چیز کا ادراک رکھتے تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ صرف ان کو خوش رکھیں گی بلکہ ہر مشکل وقت میں میرا شانہ بہ شانہ ساتھ بھی دیں گی۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہر پل ان کا خیال رکھا اور ساتھ دیا۔ حضور ﷺ کی نبوت کو دس سال ہوئے تھے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۶۵ سال کی تھی ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ ۲۵ سال کی رفاقت میں رہے اس دوران آپ نے کبھی دوسری شادی کا نہ سوچا بلکہ حضرت خدیجہ کی جب بھی بات ہوتی حضور ﷺ تعریف کرتے۔ حضرت خدیجہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد آپ ان کی سہیلیوں کا خیال رکھتے۔ ان کو گوشت اور دوسرے تحائف عطا کرتے۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات اپنے وصال تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خراج تحسین

Marfat.com

پیش کرتے رہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ شادی شدہ زندگی گزارنے کے لئے شادی میں عمروں کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اصل چیز پیار، محبت، وفا اور ایک دوسرے کا احترام کرنا ہے حالانکہ حضرت خدیجہؓ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئیں، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آخری دم تک پیار محبت اور وفا کرتے رہے۔

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے والد کا نام زمعہ تھا اور ان کا تعلق قریش سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام شموس تھا۔ ان کی پہلی شادی اپنے چچازاد سے ہوئی جن کا نام سکران بن عمرو تھا۔ یہ مسلمان ہو گئے تھے سکران بن عمرو اور سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبشہ میں ہجرت کی تھی۔ دونوں میاں بیوی ہجرت کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

قاضی عبدالدئم، دائم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام سیدالوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی جلد سوم میں یہ رقم ہے کہ ہجرت میں سیدہ سودہؓ نے ایک دن خواب دیکھا کہ چاند ٹوٹا اور پھر چاند ان پر آن پڑا۔ آپ بڑی حیران ہوئیں صبح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ خواب اپنے خاوند سکران بن عمرو کو بتایا۔ کہتے ہیں کہ وہ خوابوں کو تعبیر بتانا جانتے تھے۔ ان کے پاس خوابوں کا علم تھا۔

سکران بن عمرو نے اس خواب کو سن کر کہا کہ میں عنقریب مرجاؤں گا اور تمہارا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد سکران بن عمرو بیمار رہنے لگے پھر انتقال کر گئے، پھر ویسے ہی ہوا جیسا سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب کی تعبیر اپنے خاوند سے سنی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وفات پا چکی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کام کاج کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچیوں کو دشواری ہو رہی تھی۔ حضرت خولہ کے ذریعے پیغام رسانی ہوئی۔ دونوں طرف کی رضامندی سے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے نکاح پڑھایا۔

آپ کا حق مہر ۴۰۰ درہم مقرر ہوا۔ آپ کو ام المومنین کا خطاب ملا۔ شادی کے چار ماہ بعد آپ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی۔ آپ بڑی زندہ دل ہنسنے ہنسانے والی اور اپنے ہاتھ سے کمانے والی تھیں اس لئے بعض اوقات یہ دوسری ام المومنین سے زیادہ خوشحال رہتی تھیں مگر جو کچھ کماتیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا "یارسول اللہ! اجازت ہو تو ایک بات عرض کروں۔

Marfat.com

کہو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اور اپنی اہلیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"آپ ﷺ رات کے آخری حصے میں نماز کے لئے کھڑے تھے میں نے دیکھا تو میں نے بھی آپؐ کے پیچھے نیت باندھ لی اور کھڑی ہو گئی جب آپؐ رکوع میں گئے تو میں بھی چلی گئی' لیکن آپ ﷺ نے رکوع اتنا طویل کیا کہ مجھے اپنی ناک سے خون بہنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا چنانچہ بار بار ناک کو سہلاتی رہی۔ ایسے انھوں نے ناک سہلانے کا دلچسپ مظاہرہ کر کے دکھایا۔ حضور ﷺ اس پر مسکرائے بعض اوقات وہ ایسے چلتیں کہ حضور ﷺ محظوظ ہوتے اور مسکراتے۔

آپ نیک صالحہ تھیں' عبادت گذار تھیں خدا کا خوف رکھنے والی تھیں۔ آپ میں جذبہ رقابت نام کو نہ تھا۔ آپ دوسری امہات لمومنین سے بے انتہا محبت اور شفقت کرتی تھیں سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باقی تمام ازواج مطہرات حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضور ﷺ کے حرم پاک میں داخل ہوئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "میں نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کسی عورت کو جذبہ رقابت سے خالی نہ پایا۔ ان کو دیکھ کر مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فربہ اندام تھیں۔ حج کے موقع پر مزدلفہ کے قیام کے دوران انھوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ "یا رسول اللہ میرے لئے چلنا ذرا دشوار ہے اس لئے آپ ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں رات کو ہی منیٰ میں چلی جاؤں۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس پر عائشہ نے فرمایا کاش میں بھی حضور ﷺ سے مزدلفہ میں منیٰ جانے کی اجازت لے لیتی اور صبح کی نماز منیٰ میں ادا کرتی' آپ کی حضور ﷺ کے ساتھ رفاقت ۱۴ سال رہی۔

جب آپ سن رسیدہ ہو گئیں تو خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی۔

حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۶۰ سال تھی۔ آپ کی رفاقت

Marfat.com

حضور ﷺ سے سب ام المومنین سے زیادہ رہی۔

۷۲ سال کی عمر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میرا گھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا جائے۔ آپ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی خنیس بن خذافہؓ سے ہوئی۔ ان کے ساتھ نے انھوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی۔ جنگ احد کے زخموں کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۲۱ سال تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی کی پیش کش حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یکے بعد دیگرے کی تھی، مگر بات نہ بن سکی تھی۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کا ذکر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

"فکر نہ کرو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اس شخص سے ہو گی جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے اور عثمان کی شادی اس خاتون سے ہو گی جو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہتر ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطمینان قلب ہو گیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا "تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے۔ حق مہر ۴ سو درھم مقرر ہوا اور حضور ﷺ سے شادی ہو گئی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آپس میں بہت زیادہ انڈر سٹینڈنگ تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں گہرے دوست تھے۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزاج میں قدرے سختی تھی۔ بعض اوقات آپ بحث بھی حضور ﷺ سے کر لیتی تھیں مگر حضور ﷺ کی محبت شفقت اور نرمی سے پیش آ کر گھر کو گل گلزار بنا دیا

Marfat.com

کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اللہ کی قسم ہم عہد جاہلیت میں عورتوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور دبا کر رکھتے تھے۔ جب ہم مدینہ آئے تو یہاں ایسے لوگ بھی ملے جن پر ان کی بیویاں حاوی تھیں اور یہ ہی سبق ہماری عورتیں بھی سیکھنے لگیں''

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی سے پوچھا

''بیٹی کیا تم حضور ﷺ سے تکرار کرتی ہو اور جواب دیتی ہو۔ جو انہیں گراں گزرتا ہے''؟

''ہاں کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے'' بیٹی نے جواب دیا

کیا تم اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے نہیں ڈرتی جو ایسا کرتی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی کو تنبیہ کی اور پھر نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

حضور ﷺ سے کوئی بات ایسی نہ کرنا جو ان کی طبیعت پر گراں گزرے اور نہ کسی چیز کا مطالبہ کرنا اور نہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مقابلہ کرنا جو حضور ﷺ کی محبت پر نازاں ہے۔

تاہم بحیثیت مجموعی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ وہ ان کی رفاقت میں گزاری ہوئی زندگی کو حاصل حیات سمجھتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کو خوش کرنے کے بہانے ڈھونڈتی تھیں۔

حضور ﷺ سے محبت کا یہاں ایک واقعہ بیان کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آپس میں خوب بنتی تھی۔

ایک دفعہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ سفر کر رہی تھیں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی کہ آج رات تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مان گئیں۔ دونوں نے اپنے اپنے اونٹ بدل لیے چنانچہ رات کے وقت حضور ﷺ اس اونٹ کو جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ سمجھ کر اس کے قریب چلتے رہے اور سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی رفاقت و دیدار سے سرشار ہوتی رہیں۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پڑھی لکھی تھیں۔ کثرت سے روزے رکھتی تھیں۔ آپ حضور ﷺ کی باتیں بڑے غور سے سنتیں پھر اس پر خود عمل کرتیں اور دوسروں کو بتاتی بھی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی قرآن مجید کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کروا کر اسے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رکھوا دیئے تھے جو تاحیات ان کے پاس رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جو نسخہ تھا' اس کی نقول کروا کر اپنی مہر کے ساتھ اپنی مملکت میں مختلف شہروں میں بھجوا دیں تا کہ ہر جگہ ایک ہی طرح کی کتابت وقرأت ہو اور اختلاف کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ لہٰذا قرآن کی ترتیب وتدوین اور اس کی حفاظت کا سہرا بھی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے سر جاتا ہے آپ سے ساٹھ احادیث منقول ہیں۔

آپ ۶۳ سال کی عمر میں علیل ہوئیں اور وفات پائی اس وقت حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ

حضرت عائشہ کے والد حضور ﷺ کے بہت پیارے دوست اور غار حرا کے ساتھی تھے۔ ابوبکر ایمان لانے والوں میں مردوں میں سب سے پہلے مرد تھے۔ آپ کو صدیق اکبر کا خطاب ملا تھا۔ آپ حضور ﷺ کے جانثار ساتھی تھے۔ حضور ﷺ کے منہ سے جو بات بھی نکلتی وہ بغیر حیل وحجت دل سے مان لیتے اور اس پر عمل کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے بارے میں بہت سی روایئت ہیں اور ایک لمبا چوڑا واقعہ ہے' ہمارا تفصیل میں جانے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس وقت عمر ۶ سال تھی رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض مؤرخین اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۱۸ سال بھی بتاتے ہیں بہر حال یہ ایک علمی بحث ہے جس میں عالم دین ہی اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں اور اپنی اپنی رائے دے سکتے ہیں۔ ہماری طرح کے عام مسلمان کو بحث ومباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا رشتہ لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے منہ بولے بھائی تھے۔ اس وقت منہ بولے بھائی کی اولاد سے رشتہ نہیں کیا جاتا تھا۔

حضور ﷺ کے قربان جائیں کہ آپ نے اس پرانی بدعت کو توڑا اور منہ بولے بھائی کی اولاد سے شادی کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان تھا۔

احادیث میں آیا ہے کہ نکاح سے پہلے حضور ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ پوچھا کیا ہے؟ جواب دیا کہ آپ کی بیوی ہیں۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نکاح کے وقت دور جاہلیت کی کئی رسمیں ٹوٹیں۔

۱۔ منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی کی اجازت۔

۲۔ اہل عرب شوال کے ماہ میں شادی نہ کرتے تھے ان کی شادی شوال میں ہوئی۔

۳۔ دلہن کے آگے آگ جلاتے تھے اور دولہا اپنی دلہن سے پہلے ملاقات عمل یا محفہ (عورتوں کی سواری کی پالکی) کے اندر کرتا تھا ختم ہوئی۔

حضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے پناہ محبت تھی اس کا اظہار حضور ﷺ نے کئی بار کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی حضور ﷺ سے بے انتہا پیار و محبت اور لگن تھی رات کے وقت اگر آپ حضور ﷺ کو بستر پر نہ دیکھتیں تو پریشان ہو جاتیں اور پھر بے تابی سے انتظار کرتیں۔

تیمم کا نزول قرآن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے ہی آیا۔ آپ فیاضی میں بے مثال تھیں روزہ ہوتا بھی تو روزہ کھولنے کا سامان فقیروں میں بانٹ دیتیں اپنا مکان امیر معاویہؓ کو فروخت کر دیا مگر جو قیمت وصول کی وہ سب اللہ کی راہ میں صرف کر دی۔ کسی کو دکھ درد میں نہ دیکھ سکتی تھیں۔ کسی کا دکھ دیکھ کر رونے لگتی تھیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار محدثین میں ہوتا ہے ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں۔ حدیث کے علاوہ ان کو تفسیر قرآن، طب اشعار عرب، انساب اور دیگر بہت سے علوم پر دسترس حاصل تھی۔

Marfat.com

رمضان المبارک ۵۷ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار پڑ گئیں وہ سمجھ گئیں یہ مرض الموت ہے۔آپ نے وصال سے پہلی نصیحت فرمائی

''مجھے رات کو ہی جنت البقیع میں باقی امہات المومنین کے ساتھ دفن کر دیا جائے''

پھر سترہ رمضان المبارک کو عشاء کے بعد آپؓ جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔آپؓ کے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ تہوار کا گمان ہوتا تھا۔سورہ نور کا ایک مکمل رکوع ۱۸ آیات آپ کی پاک دامنی، عفت وطہارت کا تا قیامت گواہ بنا رہے گا آپ نہایت پاک دامن، نیک، صالحہ تھیں جس کی گواہی اللہ نے سورہ نور میں دے کر ان کو ہمیشہ کے لئے امر کر دیا اور تا قیامت نیک خواتین کے لئے آپ کی زندگی مشعل راہ رہے گی۔

آپ کی گود میں سر رکھے حضور ﷺ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تھے۔انہی کے شانوں پر سر رکھے ہوئے وصال سے چند لمحے ان ہی کے لعاب دہن سے تر شدہ مسواک سے حضور ﷺ نے اپنے دندان مبارک صاف کئے تھے۔

''زہے نصیب''

دنیا میں ایسا نصیب اب تک کسی کا نہ ہوگا۔

شوہر کی طرف سے ایسی لازوال محبت ورفاقت کسی بیوی کو نہ نصیب ہوئی ہوگی اور نہ ہی آئندہ ہوگی۔

ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جنگ خیبر میں جب خیبر فتح ہو گیا تو بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے حصے میں آیا۔جنگ خیبر میں یہ حضور ﷺ کے حصے میں آئیں ان کی والدہ کا نام مزہ تھا ان کا تعلق بنو نصیر اور بنو قریظہ سے تھا۔ان کے ماں باپ کا تعلق یہودیوں کے اعلیٰ نسب کے لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی جو مشہور سردار اور شاعر تھا مگر آپس میں بن نہ سکی۔سلام بن مشکم القرظی نے آپ کو طلاق دے دی۔

ان کے باپ نے ان کا دوسرا نکاح بنو قریظہ سے سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دیا۔

جنگ خیبر میں یہ مارا گیا مسلمانوں کو تاریخی فتح حاصل ہوئی یہ بھی قید ہو گئیں۔اس جنگ میں صفیہؓ

Marfat.com

کے باپ بھائی اور شوہر مارے گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کے ساتھ نکاح سے پہلے کئی ایسے خواب دیکھے جن کی تعبیر سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کی شادی حضور ﷺ سے ہوگی۔

''ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ان کی گود میں چاند گرا۔اس خواب کا ذکر آپ نے اپنے خاوند سے کیا تو اس نے آپ کے چہرے پر زوردار طمانچہ مارا اور کہا کہ تو چاہتی ہے کہ تو شہنشاہِ عرب کے نکاح میں چلی جائے؟

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ خیبر میں ان کو لونڈی کے طور پر لے لیا اس پر ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا کہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک سردار کی بیٹی اور ایک سردار کی بیوی ہیں' اس لئے یہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لئے مناسب نہیں۔

ان کا مقصد یہ تھا کہ خاندانی عورت کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں۔حضور ﷺ نے لوگوں کی نفسیات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا۔کہ دحیہ کلبیؓ کو مع اس لڑکی کے بلاؤ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوگئے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم دوسری لونڈی لے لو پھر حضور ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر دیا۔ان کو اختیار دے دیا کہ چاہیں تو اپنے گھر واپس چلی جائیں یا پسند کریں تو حضور ﷺ کے نکاح میں آ جائیں۔سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کے نکاح میں آنا باعث سعادت سمجھا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور ﷺ کے نکاح اور سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر انصار مدینہ کی خواتین اور ازواج مطہرات انہیں دیکھنے کے لئے آئیں جن میں زینب بنت جحش۔عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شامل تھیں۔یہ سب بیبیاں دیکھ کر جانے لگیں تو حضور ﷺ نے فرمایا ان (حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔

آپ عاقلہ، فاضلہ، حلیم الطبع، خلیق، کشادہ دل اور سخی تھیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلی ملاقات میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سونے کے جھمکے اتار کر ان کو دے دیئے اور ساتھ آنے والی خواتین کو بھی کچھ نہ کچھ دیا۔

آپ کا صرف ایک ذاتی مکان تھا وہ بھی اپنی زندگی میں اللہ کی راہ میں دے دیا تھا۔

Marfat.com

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب محصور ہوئے تو آپ نے ان کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو آپ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیا اور اس کے بدلے میں اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی تھی۔

ایک دفعہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہم قرابت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے افضل ترین ہیں۔ اس پر آپ رونے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رہی ہیں۔ اس پر آپ نے ساری بات سنی اور کہا ''تم نے ان کو یہ کیوں نہ کہا کہ میرے باپ ہارون، میرے چچا موسیٰ اور میرے شوہر رسول اللہ ہیں۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کئی احادیث مروی ہیں آپ دوسری ام المومنین کی طرح۔ علم وفضل، تقویٰ، وطہارت میں ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا خاندانی شرف سے بھی نہایت ممتاز تھیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ سفر پر تھیں۔ آپ کا اونٹ بیمار پڑ گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک سے زائد اونٹ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دو انھوں نے کہا...... کیا میں اپنا اونٹ اس یہودیہ کو دے دوں؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ناراض ہوئے کہ تین ماہ ان کے پاس نہیں گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۵۰ ہجری میں وفات پا گئیں۔ ان کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیا۔

ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زینب نام کی دو ام المومنین کے مرتبہ پر سرفراز ہوئیں۔ یہاں پر ہم زینب بنت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کریں گے حضرت زینب جوام المساکین کی کنیت سے معروف ہوئیں۔

ان کا پہلا نکاح حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ دوسرا نکاح عبداللہ ابن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ یہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

Marfat.com

اس وجہ سے یہ دکھیاری حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نوجوانی میں ہی دو دفعہ بیوہ ہو گئیں تھیں۔
آپ نے دوبار بیوگی کا صدمہ جھیلنے والی بی بی سے شادی کر لی تاکہ اس کو تسلی ہو سکے اور اس کے غموں کی تلافی ہو سکے مگر نکاح کے چند ماہ بعد سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔

یہ فقراء و مساکین اور غریبوں کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلاتی تھیں اور کثرت سے خیرات و صدقات کرتی تھیں۔ مسکینوں اور یتیموں کی بڑی دلجوئی کرتی تھیں۔ بزرگوں کی مدد کرنے میں ہر وقت کمر بستہ رہتی تھیں۔ بڑی دریا دل اور بڑی کشادہ دست تھیں۔ انہی صفات کی وجہ سے ان کا لقب ام المساکین پڑ گیا تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر صرف تیس سال تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہی ام المومنین تھیں جن کا حضور ﷺ کی زندگی میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضور ﷺ وقت کے سردار اور حکمران تھے جب آپ نے زینب کے دو خاوندوں کو یکے بعد دیگرے شہید ہوتے ہوئے دیکھا تو بطور ماہر نفسیات دان' ان کی دلجوئی اور ان کو خوشی عنایت کرنے کا فیصلہ کر لیا پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے ان کی ہر وقت اور ہر لحہ دل جوئی کی اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ آپ ﷺ دو جہانوں کے سردار بن کر بھی عاجزی انکساری میں اپنی مثال تھے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی پریشانِ حال نہیں آپ نے ان سے نکاح کیا اور ام المومنین کے نام تک پہنچایا۔

ام المساکین حضور ﷺ کی طرح ہی رحم دل، یتیموں کی مدد کرنے والی، غریبوں کی دادرسی کرنے والی، سب سے زیادہ خیرات کرنے والی تھیں۔

حضور ﷺ نے دنیا کو بتا دیا تھا کہ معاشرے میں عورت کو تنہا نہ سمجھا جائے بلکہ عورت کی ہر طرح سے دل جوئی اور خیر خواہی کی جائے۔ عورت کا مقام بلند کیا جائے اس کی عزت کی جائے دکھوں اور غموں میں عورت کا ساتھ دیا جائے تاکہ وہ معاشرے میں اپنا رول اعلیٰ طریقے سے ادا کر سکے۔ یہ حضور ﷺ جیسے نفسیات دان سے ہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے کردار سے عمل سے دکھی انسانیت کی خدمت ساری عمر کرتے رہے۔

آج ہم اگر ذات پات کی بجائے بیوہ عورتوں کو اسی طرح معاشرے میں اعلیٰ مقام دلائیں جس طرح حضور ﷺ نے بطور نفسیات دان عورت کو اعلیٰ مقام دلایا تھا تو ہمارے معاشرے کے کئی پیچیدہ مسائل حل ہو سکتے ہیں اور معاشرہ مثالی بن سکتا ہے۔

Marfat.com

ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ بنو بلال سے تھا۔ آپ کے والد کا نام حارث تھا اور والدہ کا نام ہند تھا۔

آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو سے ہوا لیکن جلد ہی میاں بیوی میں علیحدگی ہو گئی۔ اس کے بعد دوسری شادی ''ابورہم'' سے ہوئی وہ بھی فوت ہو گیا۔

اب حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں یہ خیال انگڑایاں لے رہا تھا کہ میری شادی حضور ﷺ سے ہو جائے۔

آپ کی بہن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیوی تھیں۔ آپ نے اپنی بہن سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ کی بہن نے اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعے یہ بات حضور ﷺ تک پہنچائی۔

ایک موقع پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر سوار تھیں آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھیں۔

اونٹ اور جو اس پر سوار ہے وہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لئے وقف تھا۔

اس طرح حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لئے ہبہ کر لیا۔ اس پر قرآن حکیم میں نازل ہوا (اور کوئی مومن عورت اگر ہبہ کرے اپنے نفس کو نبی کے لیے۔ اگر نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے) تو اس سے نکاح حلال ہے۔

مکہ سے دس میل دور عمرے کے بعد ''سرف'' نامی جگہ پر آپ کی شادی ہوئی۔ پہلے نام برہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رکھا۔ آپ حضور کی آخری زوجہ تھیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کوئی اور شادی نہ کی۔ اس وقت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۲۶ سال تھی۔

حضور ﷺ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ حضور ﷺ کا کسی اور زوجہ کے پاس اپنی باری کے دن جانا برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ ایک واقعہ وہ خود بیان کرتی ہیں۔

ایک دفعہ میری باری تھی۔ میرے پاس تھوڑی دیر رکنے کے بعد حضور ﷺ اٹھ کر باہر چلے گئے میں نے دروازہ بند کر لیا۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ واپس آ گئے اور دروازے پر دستک دی میں نے دروازہ نہ کھولا تو

Marfat.com

ارشاد فرمایا۔

''میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں قسم ہے دروازہ کھولو۔ حضور ﷺ اندر تشریف لائے اور فرمایا تم نے دروازہ کیوں بند کر لیا تھا؟

میں نے کہا۔ حضور ﷺ مجھے وہم ہوا کہ آپ میری باری کی رات کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔

فرمایا ایسا نہیں میں حاجت ضروریہ کے لئے باہر گیا تھا۔

ابن عباسؓ آپ کے بھانجے تھے ایک دفعہ وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری بیوی ایام میں ہے وہ ہی میرے سر پر کنگھی کرتی ہے لیکن اب اس حالات میں ہونے کی وجہ سے میں یہ کام لینا اس سے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کیا کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں؟ عورتیں ماہواری کی حالت میں ہوں تو ان کے چھونے سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

سفر حج میں آپ حضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ لوگوں کو نو ذی الحجہ کو شک ہوا کہ حضور ﷺ کا روزہ ہے یا نہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک پیالہ دودھ کا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا جسے آپ نے پی لیا اور سب لوگوں نے دیکھ لیا۔ اس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کا روزہ نہیں ہے۔

آپ بیمار ہوئیں تو کہنے لگیں مجھے مکہ سے لے چلو۔ یہ ان دنوں وہاں پر قیام پذیر تھیں مزید کہنے لگیں کہ مجھے یہاں موت نہیں آئے گی۔

عجیب اتفاق ہے جس مقام پر مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر ان کی حضور ﷺ سے شادی ہوئی تھی وہاں پر ہی ان کا وصال ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں ''بخدا میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دنیا سے چلی گئیں وہ ہم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور ہم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھی''۔

Marfat.com

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ابوسفیان تاجر تھے۔پہلے ماں باپ نے نام رملہ رکھا۔آپ کی پہلی شادی عبید اللہ جحش سے ہوئی یہ دونوں میاں بیوی اللہ کے رسول کے دربار میں پیش ہو کر مسلمان ہو گئے۔حبشہ کی دوسری ہجرت میں یہ دونوں میاں بیوی شامل تھے۔اس دوران ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا۔اسی نام سے پھر یہ ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئیں مگر ان کا خاوند عیسائی ہو کر مرتد ہو گیا۔ام حبیبہ نے بڑا سمجھایا مگر یہ سمجھانا اس کے کوئی کام نہ آیا اور حبشہ میں ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

حضور ﷺ نے نجاشی کے ذریعے نکاح کا پیغام بھیجا۔

بادشاہ نجاشی کی باندی ابرہہ کو نجاشی نے طلب کیا جو ملبوسات اور عطریات کی منتظمہ تھی اسے کچھ ہدایت دیں اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ابرہہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور کہا

''مجھے بادشاہ سلامت نے بھیجا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف سے آپ کے لئے شادی کا پیغام آیا ہے کیا آپ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں شامل ہونے کے لئے تیار ہیں''۔

''شاہ حبشہ سے کہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت سے نوازے مجھے کوئی عذر نہیں'' ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام لانے والی کو دو کنگن، دو جھانجھن جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیروں میں تھیں اور انگلیوں میں جتنی چاندی کی انگوٹھیاں تھیں اتار کر اسے دے دیں۔

۴ سو دینار کے عوض نکاح پڑھا گیا یہ رقم نجاشی نے ام حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید کے توسط سے دی۔اس وقت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۳۶ سال تھی

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ سے بہت محبت تھی اس کی مثال ہر کتاب میں ملتی ہے۔یہاں پر بھی اس کا ذکر کیا جاتا ہے''ایک دفعہ ان کے والد ابوسفیان اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملنے ان کے گھر آئے اور یہ ملاقات باپ بیٹی میں ۱۴ سال بعد ہو رہی تھی۔ابتدائی بات چیت کے بعد ابوسفیان حجرے میں بچھے ایک بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بستر کو فوراً لپیٹ لیا۔ابوسفیان کو سخت شرمندگی اور کوفت ہوئی۔اور وہ شکوہ بھرے لہجے میں کہنے لگے کیا تم نے اپنے والد کو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ ایک بستر پر ہی بیٹھ سکے۔

Marfat.com

یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے۔ آپ ابھی شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں میں نہیں چاہتی کہ آپ کے بیٹھنے سے اس بستر کے تقدس میں فرق آئے۔ ابوسفیان تلملا اٹھا اور بڑبڑاتا ہوا بیٹی کے گھر سے باہر نکل گیا۔ حضور ﷺ کے ساتھ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ازدواجی زندگی ۴ سال تک رہی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۶۵ احادیث مروی ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب اسلام دشمن قوتوں نے محاصرہ کر لیا تو آپ نے رسد پہنچانے کے کوشش کی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت پر فرمایا تھا۔

''عثمان کے قاتل کا ہاتھ کٹ جائے اور وہ سرعام رسوا ہو''۔ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہی ہوا جیسا ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا۔

آپ نے اپنے آخری وقت میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور کہنے لگیں۔

''اگر ایک شوہر کی متعدد بیویاں ہوں تو ان میں کبھی کبھی اختلاف اور شکر رنجی ہو ہی جاتی ہے لہٰذا میری طرف سے ایسا کبھی ہوا ہو تو اسے معاف کر دو''۔

دونوں ام المومنین نے یک زبان ہو کر کہا ''اے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حق تعالیٰ تم کو معاف کر دے ہم بھی معاف کرتی ہیں۔ اس پر ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے پر رونق آ گئی۔

سن ۴۴ ہجری ۷۴ سال کی عمر میں آپ نے اس دنیا فانی سے کوچ کیا۔

ایک دفعہ آپ کے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بہن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے آئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا معاویہؓ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو۔ امیر معاویہؓ بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا میری دلی تمنا ہے کہ تم، ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور میں اکٹھے جام طہور نوش کریں۔ آپ کے وصال کے بارے میں دو روایات ہیں کہ آپ نے دمشق میں اپنے بھائی کے پاس وصال فرمایا۔ دوسری روایت آپ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا اور وہاں پر ہی مدفون ہوئیں۔ یہی قول صحیح ہے۔

Marfat.com

ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام برہ تھا۔ والد کا نام حارث تھا۔ ان کا قبیلہ بنی المصطلق تھا والد اس کے سردار تھے۔ پہلی شادی مسافع ابن صفوان سے ہوئی۔ خاوند اور والد اسلام کے سخت دشمن تھے۔ قریش کے ساتھ ان کی دوستی تھی بنو المصطلق کو قریش نے بڑھکایا۔ حارث نے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔

حضور ﷺ نے بھی تیاری شروع کر دی جب آپ کے علم میں بنو المصطلق کی جنگ کی تیاریوں کی خبر ملی۔

مریسیع کے مقام پر لڑائی ہوئی المصطلق قبیلے کے دس لوگ مارے گئے دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ چھ سو مرد، خواتین اور بچے اسیر ہوئے۔ جس میں سردار کی بیٹی برہ بھی شامل تھی۔ یہ مسلمان ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے نو اوقیہ سونا دے کر حضرت ثابت سے اس کو چھڑا لیا۔ اس کا والد حارث بھی مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برہ کا نکاح کا پیغام بھیجا۔ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشی سے قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام بدل کر جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رکھ دیا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۱ سال تھی۔

اس کے قبیلے کے ۴۰ غلام بھی آزاد کر دیئے۔ حضور ﷺ کی دیکھا دیکھی دوسرے صحابہؓ نے المصطلق قبیلے کے تمام قیدی آزاد کر دیئے۔ اس نکاح کی برکت سے سو خاندان آزاد ہو گئے۔

حضور ﷺ کے ساتھ یہ چھ سال رہیں۔ پھر حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کے وصال پر بڑے صبر کا مظاہرہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ تھے۔

"اے باری تعالیٰ تو جس حال میں مجھے رکھے میں ویسے ہی راضی ہوں۔ مجھے حوصلہ عطا فرما۔

حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۲۶ سال کی تھی۔ حضور ﷺ کے وصال کے ۴۵ سال بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۷۱ سال کی عمر میں ۵۹ھ میں وفات پائی۔ امیر معاویہ کا دور تھا

Marfat.com

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ان سے ۷ احادیث مروی ہیں۔آپ کے بہن بھائی مسلمان ہو گئے تھے۔

ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب کے والد کا نام جحش ابن رباب تھا' قبیلہ بنی اسد کے معزز فرد تھے۔یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔پہلی شادی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی جو پہلے غلام تھے۔آپ نے منہ بولا بیٹا بنالیا تھا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شادی کروائی تھی۔آپ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کروا کر ایک اعلیٰ مثال قائم کی تھی۔یہ مساوات کی ایسی انمول ابتداء تھی جس میں غلام کو بھی اعلیٰ مقام ملا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس کے خاندان والے شادی پر رضامند نہ تھے۔مگر سورۃ احزاب کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس کے بھائی شادی پر رضامند ہو گئے۔ شادی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسلام نے ذات پات کی بجائے محض تقویٰ کو بزرگی کا معیار قرار دیا ہے جس پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے اترتے تھے اور نسب پر فخر وغرور کو جاہلیت قرار دیا۔آپ نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تین بڑے احسانات کیے۔

۱۔ غلامی سے آزادی عطا کی

۲۔ منہ بولا بیٹا بنایا

۳۔ اپنی پھوپھی زاد بہن سے نکاح کروایا

دونوں کی بن نہ ہو سکی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلاق دے دی۔

سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں۔جب سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "کوئی ہے جو زینب کے پاس جا کر بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر مجھ سے اس کا (حضرت زینب) کا نکاح کروایا ہے اور پھر سورۃ احزاب کی آیات پڑھیں۔

سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھاگی گئیں اور حضرت زینب کے گھر جا کر ان کو بشارت دی۔حضرت زینب اس وقت نماز استخارہ پڑھ رہی تھیں۔

سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "اے زینب مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح اپنے رسول کے

Marfat.com

ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی وقت خوشی میں جو زیورات پہن رکھے تھے حضور ﷺ کی خادمہ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیئے۔ اس وقت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔

حضور ﷺ نے ولیمہ کیا۔ کچھ لوگ پھر بھی کھانے کے بعد وہاں بیٹھے رہے۔ حضور ﷺ کو کوفت ہوئی مگر مروت میں خاموش رہے۔ اس پر آیات حجاب سورۃ احزاب میں نازل ہوئیں۔ حضرت زینب فیاضی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ سخاوت میں سب سے بازی لے گئی تھیں۔ آپ پرہیزگار، دیندار، راست گفتار، فیاض، سخی مخیر تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر میں عبادت کے لئے کونے میں جگہ بنا لی ہوئی تھی حضور ﷺ بھی وہاں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی کام کرنے سے پہلے استخارہ ضرور کیا کرتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا اصلی نام ہند تھا۔ باپ کا نام خذیفہ تھا مگر کنیت ابو امید تھی۔ اسی نام سے مشہور تھے بڑے سخی تھے والدہ کا نام عاتکہ بن عام تھا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچازاد کے ساتھ ہوا۔ ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد تھا لیکن ابو سلمہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ میں ہجرت کی تھی۔ ان سے دو بچے پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے خاوند کے ساتھ دوسری ہجرت مکہ سے مدینے کی دوسری ہجرت کا واقعہ بڑا پُر اثر ہے اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہادری کی ایک عجب داستان ہے۔

ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنگ بدر اور جنگ احد میں شرکت کی۔ جنگ احد میں بازو زخمی ہو گیا۔ بنو اسد کی لڑائی میں یہ زخم پھر ابھر آیا۔ اسی زخم کی وجہ سے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔ مرتے وقت ابو

Marfat.com

سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا فرمائی ''یا اللہ میرے بعد ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسا خاوند عطا کرنا جو مجھ سے بہتر ہو جو اسے کوئی غم اور تکلیف نہ دے''۔

حضور ﷺ نے شادی کی پیش کش کی تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوش بھی ہوئیں اور ساتھ ہی عرض کیا۔

''یا رسول اللہ میں ایک غیرت مند اور غصے والی عورت ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی گستاخی نہ ہو جائے اور میرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ دوسری بات یہ کہ میں عمر رسیدہ بھی ہوں۔ تیسری بات یہ کہ میں کثیر الاولاد ہوں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں دعا کروں گا کہ تیرا غصہ جاتا رہے۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ میں بھی تیری طرح عمر رسیدہ ہوں۔ رہی بات اولاد ہونے کی تو میں نے شادی کی پیش کش ہی اسی لیے کی ہے کہ بچوں کی کفالت اپنے ذمے لے کر تمہارا ہاتھ بٹایا جائے۔

حضور ﷺ عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جایا کرتے تھے حضور ﷺ آغاز حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے سے کرتے اور سب سے آخر میں عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے جاتے۔

حضور ﷺ کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ مریسیع، غزوہ خیبر فتح مکہ، معرکہ طائف، غزوہ حنین میں شریک رہیں۔ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے موقع پر بھی آپ ساتھ ہی تھیں۔

۳۸۷ احادیث آپ کو زبانی یاد تھیں رضاعات اور طلاق کے مسئلے پر اتھارٹی تھیں۔ ان پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گہری نظر تھی۔ ان کا اپنے وقت میں فتویٰ چلتا تھا۔

۹۰ سال کی عمر میں عمر بن یزید بن معاویہ کے دور میں وفات پائی کچھ روایات ۸۶ سال عمر میں وفات پانے کی بھی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں امہات المومنین کے پہلو میں جنت البقیع کے قبرستان میں دفنایا گیا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں اور اس کا معاشرہ میں نفسیاتی اثر

ازواج مطہرات کے بارے میں اکثر یہودی، عیسائی اور منافقین مختلف قسم کی بات کرتے رہے ہیں اور اب بھی جب کبھی اُن کو موقع ملتا ہے اپنے دل کی بھڑاس اور اس دل میں چھپی ہوئی عداوتوں کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ سب ایسے ہی ہے جیسے چاند پر تھوکنا اور یہ تھوک چاند پر گرنے کی بجائے اپنے اوپر گرالینا ہے۔ ازواج مطہرات پر تنقید کرنے کی بڑی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیرؓ کو اپنا ایک خط دے کر بصرہ کی طرف روانہ کیا مگر بازنطینی سلطنت کے ایک حاکم سرحیل بن عمرو نے ان کو قتل کر دیا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کی زیر کمان اُس کی طرف روانہ کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارے میں منفی سوچ کو بڑھایا۔

W. Cantwell Smith نے اپنی کتاب Islam in Modern History میں لکھا ہے۔

یورپ میں اسلام کو پچھلی ۱۳ صدیوں سے زیادہ اپنا دشمن اور خطرہ سمجھا گیا۔

۲۔ فلپ کے حتی P.K. Hitti نے اپنی کتاب اسلام اور مغرب Islam and the West میں لکھا۔

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب، زرتشت، بدھ مذہب اور کم اہمیت کے دوسرے مذاہب کو کبھی اتنے وسیع پیانے پر طعن اور ملامت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ کیوں کہ یہ مغرب کے لئے خطرہ نہ بنے تھے۔

۳۔ یہودیت اور عیسائیت کو اپنی اپنی خیر منانی پڑ گئی اس طرح دونوں مذاہب کو جب بھی

Marfat.com

موقع ملا بغیر تحقیق کے گہرائی میں جانے کے تنقید کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ یورپ کی منفی سوچ کے اسلامی عقائد کو غلط نہیں تو کم از کم مشکوک ضرور قرار دیا۔

۵۔ اسلام کی تبلیغ نے اور فوجی سرگرمیوں نے ان کے مذاہب کو خوف ناک تباہی سے ہمکنار کر دیا جس کا بدلہ لینے کے لئے یہ اُلٹے سیدھے اسلام پر اعتراضات کرنے لگے۔

۶۔ جارج فشر Fisher کہتا ہے عیسایت ہی مذہب کی مکمل صورت ہے۔ جب کوئی آنکھیں بند کر کے ایسی باتیں کرے گا تو وہ باقی مذہبوں کے بارے میں کیسے رواداری کا سلوک کر سکے گا۔

۷۔ ریورینڈ ڈبلیو منٹگمری واٹ نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ عیسایت سے پہلے غلط اور ناروا تھا اب یسوع مسیح کے آنے سے درست ہو گیا ہے۔

۸۔ ڈاکٹر سپیر (Speer) کا متکبرانہ دعویٰ اب کسی وحی کی ضرورت نہیں ہے۔

۹۔ ان سب باتوں کو للکارتا ہوا اسلام آ گیا اور بطور آخری الہامی دین نے ان کی جگہ لے لی جس پر یورپ عیسائی یہودی سب اسلام کے خلاف ہو گئے۔

۱۰۔ یہودیوں کو اُن کے کردار کی وجہ سے اپنے آپ کو بچانا مشکل ہو گیا جس کی وجہ سے انھوں نے غلط روایایت بنالیں اور اپنی کئی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوششیں کیں۔

۱۱۔ تینوں صلیبی جنگوں میں یورپ نے عبرت ناک شکست کھائی جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اسلام کے بارے میں غلط پراپیگنڈا کا سہارا لے کر اسلام کی روشنی کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اب بھی یہ کوشش جاری وساری ہے مگر ان باتوں کے باوجود اسلام کی سچائی' رواداری، اعلیٰ اخلاقی اقدار نے ۹/۱۱ کے بعد یورپ میں ہل چل مچادی ہوئی ہے۔ یورپ میں اسلام پھر تیزی سے پھیلنے لگا ہے۔ جس سے خوف زدہ ہو کر وہ آئے دن انٹرنیٹ پر اسلام کے بارے میں کوئی نہ کوئی درفطنی چھوڑتے رہتے ہیں اور منہ کی کھاتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

۱۲۔ ازواج مطہرات پر بات کرتے ہوئے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی سات سو بیبیاں تین سو داشتائیں کی روایات ہیں۔(۱)

1. John Mekenzi:Bible Dictionary

اسی طرح ابراہیمؑ اور داؤدؑ کی متعدد بیویاں تھیں۔ حضور ﷺ نے تو ہر شادی کسی نہ کسی وجہ کی بنا پر کی تھی جن کا ذکر ہم علیحدہ سے بیان کریں گے۔

Abram Leon Sachar کے بقول تاریخ یہود ہمیں بتاتی ہے کہ ازواج کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ Gideon گدیوں کی ستر بیویاں تھیں سلیمان کا حرم سب سے بڑا تھا۔

West Marck اپنی کتاب تاریخ ازواج انسانی میں History of Human Marriage میں رقم طراز ہے کہ عبرانیوں میں ازواج اور داشتائیں رکھنے کا رواج تھا۔

اب ہم مسیحیت کی طرف آتے ہیں۔ نئے عہد نامے میں مسئلہ ازواج پر یسوع مسیح کے براہ راست نقطہ نظر کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ متی (1:25) کی ''دس کنواریوں کی تمثیل'' میں بتایا گیا ہے کہ دس کنواریاں آنے والے ''دولہا'' کے استقبال کو نکلیں اور بائبل کی مختلف تفسیروں میں آنے والے دولہا کے الفاظ سے یسوع مسیح مراد لی گئی ہے۔

G. Simpson Marr جی سمپسن مار نے اپنی کتاب مذہب میں جنسیات "Sex in Religon" جس نے ابتدائی مسیحیت کا رخ رہبانیت کی راہ پر موڑ دیا وہ St. Padel سینٹ پال تھا۔

عیسائیت میں عورت کے کردار کو وہ اہمیت نہ دی گئی جس کی وہ حق دار تھی اور اُن کو نن بنانے پر مجبور کیا گیا کہ وہ شادی کے بغیر زندگی گزارے۔ انسانی فطرت کے خلاف اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس سے ایسے بے شمار بدکاری کے مختلف ذرائع اختیار کیے گئے جب بدکاری اپنی انتہا کو پہنچی تو اس پر اصلاح کی کوشش کی گئی۔

اب ہم حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ شادی کی وجوہات بیان کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ آپ کی ہر شادی میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ تھی جس سے حضور ﷺ کا بطور خاوند ایک اعلیٰ درجے کا نفسیاتی کردار ثابت ہو۔

۱۔ حضرت خدیجہؓ کی شادی میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ آپ یکسوئی اور دل جمعی سے

Marfat.com

عبادت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خدیجہؓ اپنے وقت کی مال دار عورت تھیں۔ تجارت کرتیں تھیں۔ آپ معاشی طور پر خوشحال ہو گئے۔ اس میں جنس کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ کیونکہ حضور ﷺ کی عمر صرف 25 سال کی تھی۔ نوجوان تھے خوبصورت تھے چاہتے تو کسی چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کر لیتے مگر حضور ﷺ نے ایسا نہ کیا۔

ورقہ بن نوفل مختلف مذاہب کے بارے میں علم رکھتے تھے خود عیسائی تھے مگر متعصب نہ تھے۔ اس شادی سے حضور ﷺ کو صرف یہ فائدہ ہوا کہ مکہ کے ایک سردار کا دوسرے سردار قبیلے سے تعلق قائم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پچیس سال حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ازدواجی زندگی بڑی خوش و خرم گزاری جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی میں عمر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اصل چیز پیار، محبت، وفا کی ہوتی ہے آپ نے دوسروں کو بتا دیا کہ زندگی اچھی کیسے گزاری جا سکتی ہے۔ بیوی کا بس خاوند سے وفاداری، نیک شعاری اور فرمابرداری میں ہی سب کچھ پنہاں ہے۔

۲۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ کو ایک ایسی بیوی کی ضرورت تھی جو حضور ﷺ اور اُن کے بچوں کا خیال رکھتی تا کہ حضور ﷺ اپنے کام کا پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ اس شادی میں ایک یہ پیغام تھا کہ سن رسیدہ بیوی سے بھی کیسے احسن طریقے سے ازدواجی زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ حضرت سودہؓ نے احسن طریقے سے اپنے فرائض سرانجام دیئے تھے۔

حضرت سودہؓ بیوہ تھیں۔ حضور ﷺ کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمان بیوہ کی دست گیری کی جائے حضور ﷺ نے تین یا چار سال تک اور کوئی شادی نہ کی۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ واحد ازواج مطہرات میں تھیں کہ جو کنواری ان کے نکاح میں آئیں۔ اس رشتہ کا اوّل مقصد حضرت ابوبکرؓ سے رشتہ جوڑنا اور ان کو مزید اپنے قریب لانا تھا۔ دوسری بات معاشرے کو یہ بتانی تھی کہ منہ بولے بھائی کی اولاد سے شادی کی جا سکتی ہے اور اس کے نفسیاتی طور پر اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ جو وقت گزارہ تھا اور جو علم خاص طور پر علم نسواں کے بارے میں وسیع معلومات رکھتیں تھی، آپ اپنی مثال آپ تھیں۔

Marfat.com

آپ علم کا خزانہ تھیں۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد کئی بار سماجی مسائل سامنے آ گئے۔ حضرت عائشہؓ نے ان مسائل کے بارے میں امت کو احسن طریقے سے آگاہ کیا۔ اس سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوئی۔

۴۔ حضرت حفصہؓ بھی بیوہ تھیں۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ کا بھی تعاون چاہتے تھے جو اس شادی سے تعاون کو چار چاند لگ گئے اور حضرت عمرؓ کو اتنا ہی قریب کر لیا جتنا حضرت ابوبکرؓ کو قریب کیا ہوا تھا۔ اس میں کوئی نفسی خواہش کارفرمانہ تھی۔

۵۔ حضرت زینب بنت خزیمہ کے نکاح میں یہ حقیقت پوشیدہ تھی کہ مسلمان بیوہ جس کو پہلے خاوند نے طلاق دے دی تھی۔ دوسرا شہید ہو چکا تھا اُس کو معاشی تفکر سے آزاد کرنا اور دل جوئی کرنا تھا۔ اگر آج کا مسلمان اس پر عمل کرے تو اُس کو دو فائدے ہونگے ایک تو وہ سنت پوری کرے گا۔ دوسرا معاشی طور پر بیوہ کو کوئی پریشانی اُٹھانی نہ پڑے گی اور اُس کو معاشرتی اور اخلاقی مدد حاصل ہو جائے گی۔ جس سے صحت مند معاشرہ قائم ہوگا اور ہزاروں برائیوں سے بچا جا سکے گا۔ لہٰذا اس شادی کو حضور ﷺ کے کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ نفسیاتی طور پر بیوہ کی مدد کی جا سکے۔

۶۔ حضرت ام حبیبہؓ، یہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ حضور ﷺ نے سوچا ہو سکتا ہے اس نکاح سے باپ کی دشمنی میں کمی آ جائے یا اسلام قبول کر کے راہ راست پر آ جائے۔ یہ شادی سیاسی مصلحت پر مبنی تھی۔ حضرت اُم حبیبہ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ اس شادی کے بعد ابوسفیان یہ سمجھنے پر ضرور مجبور ہو گیا ہوگا کہ اب دشمنی لمبے عرصے تک چل نہیں سکے گی۔ اتنی زیادہ عمر کی شادی کیساتھ ہونے سے نفسی خواہش کا کوئی اظہار نہیں ہوتا۔ صرف نفسیاتی پہلو یہ نکلتا ہے کہ اس رشتے سے ابوسفیان کی دشمنی کی برف پگھلنی شروع ہو گئی تھی۔

۷۔ حضرت جویریہؓ کے ساتھ نکاح کا مقصد بھی یہ تھا کہ بنو المصطلق کے قبیلے کے ساتھ حضور ﷺ کے تعلقات استوار ہو سکیں۔ اس شادی سے سو قیدی آزاد ہو گئے۔ باپ اور قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ یہ شادی اہل اسلام کے لئے جیت کا پیغام ثابت ہوئی۔ یہاں پر بھی حضور ﷺ نے بڑے ماہر نفسیات ہونے کا ثبوت دی۔ دشمنی،

Marfat.com

دوستی اور رشتہ داری میں بدل گئی۔ سو اس نکاح سے بھی کسی طرح کا خواہش نفس کا اظہار نہیں ہوتا۔

۸۔ حضرت صفیہؓ جنگی قیدی کے طور پر آئیں۔ یہودی تھیں۔ ان کی بھی پہلے دو شادیاں ہو چکیں تھیں آپ نے یہودیوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی بڑی مخلصانہ کوششیں کیں۔ یہ شادی بھی یہودیوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی ایک نیک نفسیاتی خواہش تھی۔ حضور ﷺ چاہتے تھے کہ یہودی ان پر ایمان لے آئیں جس میں کوئی جنسی یا نفسی خواہش شامل نہ تھی، صرف سیاسی نفسیاتی کوشش تھی کہ شائد یہودی راہ راست پر آجائیں۔

۹۔ حضرت میمونہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی شادی صرف سیاسی اور نفسیاتی طور پر شادی کی تھی۔ حضرت عباسؓ کی یہ سالی تھیں اور ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ ابن عباسؓ اسلامی علم کا ایک ایسا خزانہ تھے جس کو جتنا مرضی خرچ کرو پھر بھی علم اُن سے کم نہ ہوتا تھا۔

۱۰۔ حضرت میمونہؓ کی ایک بہن خالد بن ولید کی بہن تھیں۔ ان کے نکاح تھوڑے ہی عرصے بعد خالد بن ولید مسلمان ہو گئے اور دنیا کے عظیم ترین سپہ سالار کا خطاب پایا۔ ساری زندگی جہاد کرتے رہے۔ عمرو بن العاص جو خالد بن ولید کے گہرے دوست تھے۔ وہ بھی مسلمان ہو گئے جس سے اسلام کی قوت میں مزید اضافہ ہو گیا اور حضور ﷺ کی مکہ میں پوزیشن بہت مضبوط ہو گئی۔

حضرت میمونہؓ نکاح کے وقت اکیاون برس کی تھیں۔ ایسی عمر میں عورت کو نفسی خواہش کی بالکل تمنا نہیں ہوتی۔ اس نکاح کے بعد حضور ﷺ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا۔ اُن کا یہ آخری نکاح تھا۔ اس میں بھی حضور ﷺ کی کوئی نفسانی خواہش کا اظہار نہ تھا۔ صرف نفسیاتی برتری اور سیاسی برتری کے لیے حضور ﷺ نے یہ شادی کی تھی۔

۱۱۔ حضرت زینبؓ بنت جحش کے نکاح پر اسلام دشمنوں نے بڑا پراپیگنڈا کیا وہ اس مسئلہ پر جتنا اپنے پست ذہنوں کا اظہار کر سکتے تھے کیا۔ پہلے ان کا نکاح آپ ﷺ کے غلام جن کو حضور ﷺ نے آزاد کر دیا تھا کے ساتھ کیا۔ لیکن زیدؓ کی زینبؓ سے بن نہ

Marfat.com

سکی۔ حضرت زیدؓ نے اُنہیں طلاق دے دی لیکن اس سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اسلام میں غلام کی بھی وہ ہی اہمیت ہے جو عام کسی سردار کی ہو سکتی ہے۔ آپ نے غلامی کی لعنت جیسے مرض کو پیار محبت سے دور کرنے کی کوشش کی اور اسلام میں اصل تقویٰ، پرہیز گاری صالح ہونا ہی انسانی معراج پایا۔

حضور ﷺ نے زیدؓ بن ثابت کے طلاق دینے کے بعد اس لئے نکاح کیا کہ وہ مطلقہ ہو گئیں تھیں۔ حضور ﷺ نے ان پر ترس کھایا تھا۔ دوسری نکاح کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ دونوں جہاں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ نے زینب سے شادی کر کے اُن کی دادرسی کی تھی۔ تیسری سب سے بڑی اور اچھی بات یہ کہ حضرت زینب کا نکاح آسمانوں پر ہوا تھا۔ باقی سب باتیں قصے کہانیاں اور نمک مرچ لگا کر اسلام کے خلاف پراپیگنڈا ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ساری زندگی کوئی کام ایسا نہیں کیا جو سماج اور اخلاق کے خلاف ہو۔ بس ثابت ہوا کہ یہ نکاح خالص طور پر پھوپھی زاد ہونے کے ناطے اور مطلقہ ہونے کے ناطے ہوا۔ یہ نکاح آسمانوں پر نکاح ہونے کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ باقی سب باتیں اسلام دشمن قوتوں کی گھڑی ہوئیں ہیں۔ آج ہم میں سے کوئی بھی اس مسئلہ پر تحقیق کرے تو ہم نے جو بیان کیا ہے اُس کے سوا اور کچھ بات اس میں سے نہ نکل سکے گی۔

اس نکاح کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عربوں کے پرانے خیالات کی گرفت کو توڑا جائے اس میں حضور ﷺ کامیاب ہو گئے۔

مشہور محقق ٹامس کارلائل نے ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

''حضور ﷺ کے بارے میں اور کیا کچھ بھی کہا جائے وہ خواہش نفس کے غلام ہرگز نہیں تھے۔ ہم بڑی غلطی کریں گے اگر ان کو ایک نفس پرست (نعوذ باللہ) سمجھ لیں۔ حضور ﷺ کا گھرانہ تنگ دست تھا۔ حضور ﷺ کی خوراک جو کی روٹی تھی اور سادہ پانی تھا۔ بعض اوقات مہینوں اُن کے ہاں چولہے میں آگ نہ جلتی تھی''۔

(سیرت نگار) فخر یہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی جوتیوں کی خود مرمت کر لیتے تھے۔ اپنی عباء میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ وہ ایک غریب اور مشقت کرنے والے تھے۔ جو ہر چیز سے بے

Marfat.com

نیاز تھے۔ حضور ﷺ فاقہ کر لیتے تھے۔ اُجڈ عرب لوگ جو ۲۳ سال تک ان کے دشمنوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے اور ہمیشہ حضور ﷺ کی صحبت میں رہے اگر ان میں کوئی خامی ہوتی تو وہ کبھی آپ کا احترام نہ کرتے حضور ﷺ کی اطاعت یہ اُجڈ لوگ دل و جان سے کرتے تھے۔ اگر حضور ﷺ میں کوئی خامی ہوتی تو یہ ایسا ہرگز ہرگز نہ کرتے حضور ﷺ نے جو شہرت عزت پائی وہ وصال تک ویسی ہی رہی اس پر ذرا بھی آنچ نہ آئی۔

حضور ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں تھیں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ساری شادیوں میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی کوئی نہ کوئی حکمت کوئی نہ کوئی پیغام دینا مقصود تھا۔ جس کا ذکر ہم نے ہر ایک ازواج مطہرات کے بارے میں کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی صرف ایک زوجہ ایسی تھی جو کنواری تھیں۔ باقی سب کی سب متعلقہ، بیوہ تھیں پھر ان میں اکثر کی عمریں بھی ایک دو زوجہ کے علاوہ سب کی زیادہ تھیں۔

حضور ﷺ کا شادیاں کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ عورت کو بے یار و مددگار ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اس کی مظلومیت کو مدِنظر رکھ کر اُس پر رحم کھا کر معاشرے میں ان کو اعلیٰ مقام دلایا جائے۔ اسلام سے پہلے کی عرب تاریخ کا مطالعہ کریں تو محسوس ہوگا کہ عورت کی کوئی قدر نہ تھی۔ لڑکیوں کو زندہ دفنا دیا جاتا تھا۔ اُن کو حق وراثت سے محروم کرنیکی کوشش کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ عورت سے اُس کا بیٹا بھی بعض اوقات شادی کر لیتا تھا۔ یتیم لڑکیوں کا مال کھانے کے لیے اگر خوبصورت ہوتی تو اُس سے شادی کر لی جاتی تھی۔ اگر صورت شکل کی اچھی نہ ہوتی تو اُس کو نکاح نہ کیا جاتا بلکہ ہر طریقے سے اُس کو تنگ کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی شادیوں کے کئی فوائد سامنے آئے۔

آپ ﷺ نے ان سے شادیاں کیں جنہوں نے قبیلوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ رشتہ داریاں بڑھیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان ازواج مطہرات سے اسلام پھیلا۔

کئی مسائل ایسے تھے جو صرف عورت ہی دوسری عورت کو اپنے مسائل سے آگاہ کر سکتی ہیں۔ ہمیں ان کی زندگیوں سے فہم و فراست اور مختلف احادیث کے ذریعے گھر میں رہنے کے طور طریقوں سے آگاہی حاصل ہوئی۔

ان سب ازواج مطہرات میں کئی چیزیں مشترکہ تھیں مثلاً ان میں اکثر عالمہ فاضلہ تھیں۔ سب سخی تھیں۔ سب عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں، صبر کرنے والیاں، ایک دوسرے سے بے تحاشا محبت کرنے والیاں، ایک دوسرے کا خیال رکھنے والیاں، سب سخاوت کرنے والیاں، سب سچ بولنے والیاں، سب

Marfat.com

غربت میں گذارہ کرنے والیاں، اپنے حقوق اور دوسروں کے حقوق پہچاننے والیاں، سب انصاف کرنے والیاں، مشکل سے مشکل وقت میں صبر کرنے والیاں ہر حال میں خوش رہنے والیاں، سب درگزر کرنے والیاں، سب دوسروں کو معاف کرنے والیاں، اپنی لونڈیوں کا آزاد کرنے والیاں، ہر حال میں شکر کرنے والیاں اور حضور ﷺ سے دل وجان سے پیار ومحبت اور دکھ درد میں ساتھ دینے والیاں تھیں۔

حضور ﷺ نے سب بیویوں سے بطور ماہر نفسیات یکساں سلوک رکھا جب بھی کسی زوجہ کی باری ہوتی' اُسی کے پاس ٹھہرتے۔ اُن کو اسلام کی تعلیم اپنے کردار کی وجہ سے دیتے۔ تب ہی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاق سراپا قرآن تھا۔

ان ازواج مطہرات کو یکساں اپنے انصاف سے حضور ﷺ نے ایسا گرویدہ بنایا کہ سب یک سوئی سے دامے درمے سخنے قدمے آپ کی آواز پر لبیک کہتی تھیں۔ اُن کی ایک ایک بات کو غور سے سنتیں اور اُس پر عمل کرتیں تھیں۔

آج بھی اگر ہم نے ایک مثالی معاشرہ قائم کرنا ہے تو بیوہ سے شادیاں کرنے کے لیے مسلمانوں کو حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنا ہوگا۔ شرط صرف یہی ہے کہ جنسی ضرورت کی بجائے معاشرتی ضرورت کو دوسری تیسری یا چوتھی شادی کرتے وقت مدنظر رکھا جائے انصاف کے ساتھ اپنی بیویوں کے ساتھ رہا جائے۔ ہر ایک سے مساوی سلوک کیا جائے۔ ایک بیوی کو دوسری بیوی پر فوقیت نہ دی جائے۔

اگر ہم ایسا کریں گے تو یقین جانیے معاشرے میں زنا کاری' رنڈی بازی، پیسے کی لگی دوڑ' اور اونچ نیچ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ غربت پر کسی حد تک قابو پایا جا سکے گا۔ معاشرے میں مثبت نفسیاتی اثر پڑے گا۔ لوگوں میں بھائی چارہ پیدا ہوگا۔ دکھ درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اسی طرح رشوت خوری اسمگلنگ کی لعنت سے بھی چھٹکارہ پایا جا سکے گا۔ آج سے ۱۴ سو سال پہلے آپ ﷺ نے اپنی امت کا بطور ماہر نفسیات جو علاج کیا تھا۔ آج بھی اُن اصولوں پر چل کر معاشرے کا علاج سو فیصد درست کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ہم حضور ﷺ کو بطور ماہر نفسیات خود مانیں اور دوسروں کو دلائل سے بھی منوانے کی کوشش کریں۔

اب ہم آخر میں حضور ﷺ کی شادیوں کے بارے میں حضور ﷺ کا بطور ماہر نفسیات کردار کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بطور ماہر نفسیات شادی پر زور دیا۔ انسان شادی سے کئی معاشرتی اور اخلاقی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ شادی کا معیار صرف حضور ﷺ نے تقویٰ اور بیویوں کے حقوق پورے کرنے کی تلقین

Marfat.com

کی۔ اس میں حضور ﷺ سو فیصد کامیاب و کامران رہے۔ آپ ﷺ نے بیوہ عورت سے شادی کرنے کی تعلیم دی۔ اس سے ایک تو بیوہ عورت کو معاشی مسائل کا جو سامنا کرنا پڑتا ہے وہ مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ دوسرا بیوہ کی شادی سے خاندان اُجڑنے سے بچ جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے شادیوں سے بے سہارا بیواؤں اور اُن کے بچوں کی کفالت کی اور اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ پھر حضور ﷺ نے جنگی قیدیوں کی رہائی و آزادی پر لوگوں کو ترغیب دی۔ اس کی بہترین مثال حضرت جویریہؓ کا فدیہ خود ادا کر کے دی اور پھر ان کو اپنی زوجہ بنا لیا۔

لڑائیوں میں بعض اوقات مسلم مردوں کی کمی ہو جاتی تھی۔ اس مسئلے کا حل بھی حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات بتایا کہ ایک سے زائد شادیاں کر کے اس کمی کو دور کیا جا سکتا ہے۔ تعدد ازواج کی وجہ سے مسلمانوں میں آبادی کا تناسب بھی بڑھ گیا اور بیوہ اور دوسری مسکین عورتوں کی جن کی شادی ہونا مشکل ہوتی تھی کا مسئلہ حل ہو گیا۔

حضور ﷺ کی تعدد ازواج کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عورتوں کو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ذریعے اسلام کی تعلیم بھی دی جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہؓ اور دیگر ازواج مطہرات نے دینی تعلیمات دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

حضور ﷺ کی زندگی ویسے تو کھلی کتاب تھی ہی مگر ازواج مطہرات کے ذریعے خانگی زندگی کے ہر پہلوؤں پر آپ ﷺ نے جو تعلیم دی تھی۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے اُس تعلیم کو عام کیا اور وہ عورتیں جو شرم و حیا کی وجہ سے بعض مسائل مردوں سے نہ پوچھ سکتیں تھیں۔ وہ بلا خوف و خطر ازواج مطہرات سے پوچھ لیتی تھیں۔ حضور ﷺ گھر میں کیا کھاتے تھے۔ کیسے عبادت کرتے تھے۔ کیسے حسن سلوک سے پیش آتے تھے ان سب کی تعلیم ازواج مطہرات کی وجہ سے پھیلی اور پھولی۔

حضور ﷺ نے شادیاں کر کے اپنے آپؐ کو بہترین شوہر ثابت کیا تا کہ دوسرے آپ ﷺ کی پیروی کریں۔ حضور ﷺ نے اس سلسلہ میں بطور ماہر نفسیات ایک بہترین اسوۂ حسنہ کی مثال قائم کی۔

غرض یہ کہ حضور ﷺ نے معاشرے میں مختلف طبقات میں شادی کرنے کی تعلیم دی۔ یہاں تک کہ متبنٰی کی مطلقہ سے بھی شادی کو جائز قرار دیا۔ بے سہارا بیواؤں اور اُن کے بچوں کی کفالت کی۔ حضور ﷺ نے زندگی میں عملی طور پر بہترین شوہر بن کر ایک نہایت عمدہ مثال قائم کی۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات سیاسی وجوہات کی بناء پر بھی شادی کرنے کے لئے تلقین

Marfat.com

کی۔ حضرت جویریہؓ سے شادی کی بنا پر قبیلہ بنو المصطلق اور اُن کے حلیف قبائل جو مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ دوست بن گئے۔ حضرت صفیہؓ سے شادی کرنے کی وجہ سے یہودیوں کا ایک حصہ حضور ﷺ کے قریب آ گیا۔ حضرت اُم حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ کے ساتھ شادی کی وجہ سے قریش کی اسلام دشمنی کچھ کم ہو گئی۔

آپ کی شادیوں کی وجہ سے حضور ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیم گھر گھر عام ہو گئی۔ عائلی زندگی کے ہر گوشے کو اُجاگر کیا گیا۔ یوں حضور ﷺ نے شادیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو بطور ماہر نفسیات کلی طور پر اپنے آپ کو منوالیا اور اسلام پھر دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

لباس اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کج لباسی سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنا روزمرہ کا لباس پہننے کی بجائے عورتوں کا لباس پہننے لگے اور اسی طرح عورتیں عورتوں کا لباس پہننے کی بجائے مردوں کا لباس پہننے لگیں اور وہ ایسا کر کے ایک خوشی محسوس کریں۔

ابن ابی ملیکہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ان عورتوں کے بارے میں دریافت کیا جو مردانہ جوتے پہنتی ہیں۔ انھوں نے فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ایسی عورتوں پر جو لباس اور عادات میں مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا دائیں ہاتھ میں لیا اور سونا بائیں ہاتھ میں اور پھر ارشاد فرمایا۔ "یہ دونوں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں"۔

ہمیں بعض ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن میں عورتوں کے لئے سونے کی زیادہ مقدار کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ خاص طور پر حضرت فاطمہؓ کے پاس ایک سونے کا ہار دیکھ کر ان کو خوشی نہ ہوئی۔ شائد اس وجہ سے کہ اس سے ظاہری نمود و نمائش ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے سونے پر ڈھائی فی صد کے حساب پر اس پر زکوٰۃ اسلام میں لگائی گئی ہے۔

اگر ہم نفسیاتی طور پر اس چیز کا جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی مرد عورت والا لباس زیب تن کرتا ہے۔ میک اپ کرتا ہے بناؤ سنگار کرتا ہے وہ ایسا کرنے سے اپنے آپ کو پھر مرد کی بجائے بعض اوقات عورت محسوس کرنے لگ جاتا ہے پھر ایسا ہوتا ہے کہ یہ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ بات بڑھتی ہی جاتی ہے جس کا کہیں اختتام نہیں ہوتا۔

ایسے میں بے شمار برائیاں جنم لینی شروع ہو جاتی ہیں۔ جس سے معاشی، معاشرتی اور مذہبی روایات میں بھونچال آ جاتا ہے۔

Marfat.com

شروع شروع میں مرد پہلے چپکے چپکے لباس ہی تبدیل کرتا ہے یعنی وہ عورتوں کا لباس جس میں لہنگا، غرارہ، ساڑیاں وغیرہ ہیں کا انتخاب کرتا ہے۔ پھر اگر اُسے کچھ کھلی چھٹی مل جائے تو مختلف زیورات کا سہارا لے کر اپنے آپ کو بنا سنوار کر عورت ہونے کا ناٹک شروع کر دیتا ہے۔

ایسے میں جب وہ اپنے آپ کو عورت سمجھ رہا ہوتا ہے وہ حرکتیں بھی ویسی ہی کرنی شروع کر دیتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو تو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے مگر وہ دوسرے مردوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہم جنس پرستی کی طرف مائل ہو جاتا ہے پھر ایسے میں اس کا تعلق قوم لوط سے جا ملتا ہے۔

اس طرح معاشرے میں ناچ گانے، جنسی ملاپ سے بے شمار دوسری معاشرتی برائیاں جنم لینے لگتیں ہیں۔

ہندو پاک کے معاشرے میں ایسے دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

۱۔ یہ صرف گانے بجانے کا کام کرتے ہیں۔

۲۔ اس قسم کے مرد دوسرے مردوں سے جنسی تعلقات استوار کرتے ہیں پھر یہ با قاعدہ طور پر آپس میں شادیاں کرتے ہیں۔ ہم آئے روز اخبارات میں اور مختلف رسائل میں پڑھتے رہتے ہیں کہ ان کی شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوتیں ہیں۔ یہ آپس میں مرد اور عورت کی طرح رہتے ہیں۔

ایسے لوگ معاشرے کو نفسیاتی طور پر مذہبی طور پر اور اخلاقی طور پر اپنے آپ کو علیحدہ مخلوق کا درجہ دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس موضوع پر ہندو پاک میں بے شمار فلمیں، ڈرامے، افسانے لکھے جا چکے ہیں اور لکھے جا رہے ہیں اب تو ٹی وی چینلز کی وجہ سے اس میں تیزی آگئی ہے۔ ہر دوسرے ڈرامے میں عورت کو مرد کا روپ اور مرد کو عورت کا روپ دھار کر پیش کیا جا رہا ہے۔ جس سے عریانی اور فحاشی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

آج سے چند سال پہلے پاکستان میں یہ لوگ شادی بیاہ کے موقعوں پر یا پھر بچوں کی پیدائش پر ناچ گا کر اپنے آپ کو نمایاں کرتے تھے۔ اس دوران ان کو اگر ذرا سا بھی علم ہو جاتا کہ فلاں علاقے میں لڑکا ہے اور وہ بھی عورت بننے کا خیال رکھتا ہے تو اُس سے رابطہ قائم کر کے اُس کو ورغلا کر بعض اوقات اُس کی جنس ہی تبدیل کر دیتے تھے اور پھر اس کو اپنے گروپ میں شامل کر لیتے تھے۔ اب بھی وہ ایسا ہی کرتے ہیں مگر اب یہ کام وہ کھلے بندوں نہیں

Marfat.com

کرتے بلکہ چھپ کر کرتے ہیں کیوں کہ اب شادیوں اور بچوں کی پیدائش پر لوگ ان کی بجائے اصلی عورتوں کو نچوا کر یہ کام کرتے ہیں۔ یہ کام اب بھی ہوتا ہے مگر اب اس میں قدرے کمی آ گئی ہے۔

اب یہ لوگ دن کو بن سنور کر نکلتے ہیں اور مختلف مشہور چوراہوں پر کھڑے ہو کر بھیک مانگتے ہیں اور کچھ اس آڑ میں جنسی دھندہ بھی کرتے ہیں۔

ان میں سے کچھ لوگ آبادیوں میں گھر گھر جا کر بھیک مانگتے ہیں اور دعائیں دے دے کر پیسے بٹورتے ہیں اور بعض اوقات اگر کسی گھر میں اکیلا مرد دیکھ کر اُس سے جنسی ملاپ بھی کر لیتے ہیں۔

کج لباسی:

کچھ تو اس میں سے رات کو باقاعدہ بن سنور کر پوری عورت کا روپ دھار کر شہروں کی مختلف سڑکوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض بدکردار قسم کے آدمی ان سے بات چیت کر کے حرام کاری کے لیے ان کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

سیدہ سعدیہ غزنوی نے حضور ﷺ پر کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات'' وہ بیان کرتی ہیں:

کج لباسی اور اشیاء پسندی دو مختلف چیزیں ہیں۔ ماہرین نفسیات کی رائے میں اگر کوئی شخص زرق برق چیزیں پسند کرتا ہے اور کبھی ان کو پہن بھی لیتا ہے تو یہ کج لباسی نہیں کیوں کہ اس کیفیت کے شکار اپنے آپ کو جنس مخالف کی مکمل شکل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

پاک و ہند میں پہلوانی سے تعلق رکھنے والے لوگ شروع میں بنارسی کام والے ریشمی صافے لاچے اور بوسکی کی قمیض کا مداروالی پہنتے تھے پھر آج کل کے گانے والے لوگ بھی ایسا ہی بھڑکیلا لباس زیب تن کرتے ہیں۔ ہندو مذہب کی ایک علامت گلے میں دھاگہ پہننا ہے جسے وہ ''جینو'' کہتے ہیں امیر ہندو جینو کے ساتھ سونے کی زنجیر پہنتے ہیں۔ اب ہمارے ہاں امیر نوجوان لڑکے گلے میں سونے کی زنجیر پہن کر گلا کھلا چھوڑ کر اپنی امارت کا اظہار کرتے ہیں۔

مردوں کے لئے ریشمی کپڑے گلے میں سونے کی زنجیریں غیر مسلموں کی ایک بھونڈی نقل کر کے اپنی ذہنی پس ماندگی کا اظہار بھی کرتے ہیں اور اپنی ناجائز نفسانی خواہش کا بھی اظہار کر کے احساس کمتری سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

یورپ اور امریکہ میں اس کو ایک باقاعدہ نفسیاتی بیماری قرار دیا گیا ہے اور یہ احساس کمتری کی ایک نہایت بگڑی ہوئی اور بھونڈی شکل ہے۔

یورپی ماہرین نفسیات نے مردوں اور عورتوں میں ہم جنسیت کا مطالعہ کیا ہے۔ اُن کے خیال کے مطابق ایسے مردوں اور عورتوں کے غدودی نظام میں کچھ تبدیلیاں واقع ہوجاتی ہیں۔ جس سے ان کی جسمانی ساخت بدل جاتی ہے۔ مردوں کے خون میں نسوانی ہارمون زیادہ تعداد میں ملتے ہیں جو اچھی بات نہیں۔

آیئے اب ہم کج لباسی کے باب میں عورتوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

موجودہ دور کا لمیہ یہ ہے کہ ہم ہر ماڈرن چیز کے متعلق اُس کے سیاق و اسباق سے ہٹ کر اپنے مطلب کا نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں عورت صرف عورت تھی جس کا کام گھر داری اور بچوں کی تعلیم و تربیت ہوتا تھا بلکہ یورپ کے صنعتی انقلاب نے عورت کو گھر سے نکال کر چوراہے پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ اب عورت بے چاری کا کام گھر داری نہیں بچے پالنا ہی نہیں بلکہ فکر معاش کے تحت کارخانوں، دفتروں، سکولوں، کالجوں، نائٹ کلبوں اور کھیلوں کے میدان میں معاشی جدوجہد میں اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے وسیع دنیا میں اُتر گئی ہے اور ذلیل و رسوا ہو گئی ہے۔

اس وسیع دنیا میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے بے شمار، قربانیوں، مشکلات، جنسی تشدد، مار کٹائی، قتل و غارت میں مردوں کے نقش قدم پر چل پڑی ہے۔ ظاہر ہے جب وہ ایسا کرے گی یا اسے مجبور کیا جائے گا وہ بھی احساس کمتری دور کرنے کے لئے کبھی پھولن دیوی بنے گی اور چور ڈاکو بن کر قتل و غارت میں اپنا مقام پیدا کرے گی۔ وہ مردوں کی نقل کرتی ہوئی کشتیاں لڑنے کے لئے رنگ میں اُترے گی تو اُس کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کشتیاں لڑتے وقت اوپر کا تقریباً سارا جسم عریاں ہوتا ہے۔

سب سے پہلا کام تو ایسی عورتوں نے یہ کیا کہ اپنا حلیہ اور لباس مردوں جیسا بنا لیا یعنی اپنے بال ترشوا لیے۔ مردوں جیسی قمیض پہننی شروع کر دی مردوں جیسی جینز اور دوسرے کپڑے کی پینٹس پہننی شروع کر دیں۔

پھر اس نے مردوں کی دیکھا دیکھی جب اپنا حلیہ تبدیل کر لیا تو پھر ہم جنس پرستی شروع کر دی۔

پچھلے دنوں ایک لان ٹینس کی مشہور کھلاڑی جس کا تعلق یورپ سے تھا۔ ہم جنس پرستی کے لئے اُس نے ایک لڑکی اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھی۔

Marfat.com

کچھ سالوں بعد اُس لڑکی کو خیال آیا کہ اس طرح تو اُس کی زندگی تباہ و برباد ہوگئی ہے۔ اُس کی جوانی کے کئی سال ضائع ہوگئے ہیں۔ اُس نے عدالت سے درخواست کی کہ میری دادرسی کی جائے اور مجھے اس عرصے کا معاوضہ دلوایا جائے جو میں نے اس کے ساتھ بسر کیا ہے۔

یورپ کی عدالتیں بھی عجیب وغریب ہیں۔ انھوں نے لڑکی کی دادرسی کر کے اُس کو اُس کا حق دلوایا۔

مردوں کی طرح یورپ میں اور ایشیاء میں بھی اب عورتوں میں ہم جنس پرستی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ عورتوں نے اپنے حقوق کے لیے آزادی کے نام پر اپنے آپ کو مادر پدر آزاد کروالیا ہے۔ اب وہ اس کا اظہار کھلے بندوں کرتی ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں اُن کو بنیادی حقوق کے تحت آپس میں شادیاں کرنے کی بھی اجازت دے دی ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

یورپ میں یہی وجہ ہے کہ پارکوں، ہوٹلز، بازاروں، گلیوں، باغوں میں حتیٰ کہ ٹرینوں میں بوس وکنار روزمرہ کا معمول ہے۔ انھوں نے آزادی کے نام پر سب کچھ قبول کرلیا ہے۔

اب وہاں پر جوڑے بھی بغیر شادی کے کئی سال تک اکٹھے رہتے ہیں۔ جیسے میاں بیوی رہتے ہیں۔ پھر بعض اوقات کچھ عرصہ بعد یہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ من چلے جوڑے دو سال چار سال یا اس کے بعد آپس میں باقاعدہ شادی کر لیتے ہیں۔ اس دوران ان کے ہاں بچے بھی پیدا ہوجاتے ہیں مگر شادی کے بغیر ہی یہ سب کام چلتا رہتا ہے۔

یورپ اور امریکہ میں ہم جنس پرستی کے مارے یہ لوگ آپس میں اکٹھے جوڑوں کی صورت میں رہتے ہیں۔ ان کی باقاعدہ انجمنیں بنی ہوئی ہیں اور یہ اپنے حقوق کو مزید حاصل کرنے کے لئے مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔

چند دن پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کی ایک لڑکی کھیلوں کے میدان میں لڑکا بن کر کھیلتی رہی پھر وہاں کے پریس نے شور مچایا تو واقعی وہ لڑکا تھی اور لڑکی بن کر وہ اتھلیٹ بنی رہی۔

یورپ اور امریکہ میں ان لوگوں نے اپنی علیحدہ ہی دنیا بسائی ہوئی ہے یہ کسی نہ کسی کے گھر سارے اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ شرابیں پیتے ہیں اور پھر ساری رات جن کو انھوں نے بطور خاوند قبول کیا ہوتا ہے اُن کے ساتھ ناچتے ہیں۔ ہر قسم کا نشہ کرتے ہیں وہی شرابیں پیتے ہیں اور پھر ہم جنس پرستی ان کا آخری رات کا پروگرام ہوتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح عورتیں بھی جو ہم جنس پرست ہیں اکٹھی ہوتی ہے اور وہ ہی کچھ کرتی ہیں۔ آزادی کے نام اور اپنے حقوق کے نام پر جو ہم جنس پرست مرد کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے معاشرے کی صحت مندی کے لئے کچھ دائمی اصول بتائے ہیں جن پر عمل کر کے ہم آج بھی ذہنی سکون حاصل کر سکتے ہیں اور ان اصولوں پر عمل کر کے اگر عورت اپنے مقام کو جان لے اور مرد اپنے مقام کو پہچان لے تو ایک اچھا عمدہ اور اعلیٰ معاشرہ عالم وجود میں آ سکتا ہے۔

ایک مقولہ ہے۔

''جس کا کام اُسی کو ساجھے''

یعنی جو کچھ آپ قدرتی طور پر ہیں ویسا ہی آپ رہیں اور ویسی ہی قدرتی زندگی گزاریں جس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ ایسا کرنے سے مختلف، اخلاقی، سماجی، جنسی، مذہبی اقدار کو چار چاند لگ جائیں گے اور ایک صحت مند معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔

یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک کے ماہر نفسیات کج لباسی کے نقصانات کا اندازہ لگا کر ہمیں تنبیہ کر رہے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی ایسے نقصانات کے تدارک کے لئے بطور ماہر نفسیات تنبیہ کر دی تھی کہ آدمی زنانہ طرزِ زندگی اور اندازِ فکر نہ اختیار کریں اور اسی طرح عورتوں کو بھی مردانہ طرزِ زندگی گذارنے سے منع کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے میڈیا کو خاص طور پر ہدایت عطا فرمائے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق لباس کا خاص خیال رکھیں اور اپنی پالیساں ایسی بنائیں جو فرمانِ حضور ﷺ کے مطابق ہوں تا کہ صحت مند معاشرے کی تشکیل پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ اسی طرح معاشرہ کج لباسی، جنسی بے راہ روی اور دوسرے خرافات سے جو یورپ میں معاشرے میں حصہ بن چکی ہیں، ان سے بچ سکے گا اور پھر حضور اکرم ﷺ بتائے ہوئے اصولوں کی پیروی بھی ہو سکے گی۔ آج حضور ﷺ کی تنبیہ کا ہی اثر ہے کہ اسلام کسی حد تک کج لباسی کے چکر سے آزاد ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

خوابوں کی تعبیر اور حضور ﷺ

اس میں کوئی شک نہیں کہ عام طور پر خواب نیند کا ہی ایک حصہ ہے۔ عام طور پر انسان جو کچھ دن میں کرتا ہے جن لوگوں سے ملتا ہے اور وہ کچھ سنتا بولتا ہے اور خیال کرتا ہے اس کی مختلف شکلیں اور روپ بدل کر خواب بن جاتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں "بشارتوں کے سوا نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ بشارتوں سے کیا مراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "سچا خواب"۔

حضور ﷺ کو پہلے سچے خواب آنا شروع ہوئے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ پر ابھی وحی الٰہی کا نزول شروع نہیں ہوا تھا۔ ان دنوں آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی مانند واضح ہوتی تھی۔ ان حالات کے بعد ہی آپ ﷺ غار حرا میں خلوت نشین ہو گئے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے "سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے"

حضرت ابی قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جو شخص اچھا خواب دیکھے اس کو صرف اس شخص سے بیان کرے جس سے اس کو محبت ہو اور برا خواب دیکھے تو اللہ کے ذریعے برائی سے پناہ مانگے۔ شیطان اور اس کے شر سے تین بار تھوک دے اور کسی سے اس خواب کا ذکر نہ کرے۔ اس طرح یہ خواب اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔

ایک جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

"خواب تین قسم کے ہیں، ایک اللہ کی طرف سے دوسرا نفس کی طرف سے تیسرا شیطان کی طرف سے"۔

علماء اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

اللہ کی طرف سے دکھائی دینے والا خواب ایسے شخص کو دکھائی دیتا ہے جس کا اخلاق بہت اچھا ہو' عبادت گزار ہو نمازی ہو' پرہیز گار ہو' پاک اور صاف رہتا ہو' اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر وضو کے ساتھ کرتا رہتا ہو۔ اس کا

Marfat.com

خواب ایک قسم کا اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس کو بھلائی اور برائی کی بابت کر دیتا ہے جو اسے پہنچنے والی ہوتی ہے۔ نفس کی طرف سے آنے والا خواب اس کی اپنی خواہشات کا عکس ہوتا ہے اور شیطان کی طرف سے آنے والا خواب ڈراؤنا گناہ کی ترغیب دینے والا اور غلاظت دکھانے والا ہوتا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مکروہ خواب دیکھے تو تین بار بائیں طرف تف کر کے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اس کروٹ کو بدل ڈالے جس طرف وہ خواب دیکھتے ہوئے پڑا تھا۔

ایک جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

> ''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی ہی مجھے دیکھا۔ (اور اس کا خواب سچا ہے) کیونکہ شیطان کی یہ مجال نہیں کہ کسی کے خواب کے اندر میری شکل میں ظاہر ہو''۔

علماء اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں شیطان حضور ﷺ کی شکل کبھی اختیار نہیں کر سکتا ' کیوں کہ حضور ﷺ مظہر ہدایت اور شیطان مظہر ضلالت ہے اور ہدایت اور ضلالت میں ضد ہے۔

سمرہ بن جندبؓ نے مروی ہے کہ حضور ﷺ فجر کی نماز کے بعد عام طور پر صحابہؓ سے دریافت فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا پھر حضور ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے۔

اب ہم خواب اور اس کی تعبیر کے بارے میں اسلام اور حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے اصولوں کو ذرا تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب مسلسل تین بار دیکھا وہ یہ تھا ''اے ابراہیم علیہ السلام تو ہماری راہ میں اکلوتے بیٹے کی قربانی کر''۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب روز روشن کی طرح سچا ہوتا ہے اور یہ وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے اس خواب کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور آپ نے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ نبی کا نبی بیٹا بھی کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ ہوتا ہے۔ اس لیے انھوں نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا اور کہا ابا جان اگر اللہ تعالیٰ کی یہ ہی مرضی ہے تو مجھے آپ ثابت قدم پائیں گے۔ اس کے بعد

Marfat.com

دونوں باپ بیٹا جنگل میں گئے باپ نے بیٹے کو لٹایا اور اس کے حلق پر چھری چلا دی مگر فوراً وحی الٰہی نازل ہوگئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا تیرے پاس مینڈھا بھیجا گیا ہے اسے اسماعیل کی جگہ ذبح کر دے "ہم نیکو کاروں کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں" (الصافات ع ۳)۔

ہر علم کا موجد اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے سب سے پہلے اس علم کو دنیا میں رواج دیا ہو علم تعبیر کے موجد حضرت یوسف علیہ السلام تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سب سے پہلے اس کا علم عطا کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے یوسف! اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدہ بنائے گا اور تجھے علم تعبیر خواب عطا فرمائے گا۔

پھر اس کا اعتراف حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اقرار کر کے کیا:

"اے میرے پروردگار تو نے مجھے سلطنت بھی عطا فرمائی اور علم تعبیر خواب بھی عطا فرمایا"

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی نفسانی خواہش کو پورا نہ کیا اور آپ کو جیل جانا پڑ گیا۔ آپ کے ہمراہ دو اور قیدی اسی جیل میں قید ہوئے۔ دونوں نے جیل میں خواب دیکھے۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

"یوسف علیہ السلام کے دو ساتھیوں نے جو ان کے ساتھ جیل میں قید تھے ایک نے کہا میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ (بنا) رہا ہوں دوسرے نے کہا میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور ان روٹیوں کو پرندے کھاتے جاتے ہیں"۔

اے یوسف علیہ السلام آپ ہمیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دیں کیونکہ ہمیں آپ نیکوکار معلوم ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی۔

"اے میرے جیل کے دونوں رفیقو تم میں ایک تو اپنے آقا (عزیز مصر) کا ساقی شراب ہوگا اور دوسرے کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر (نوچ نوچ) کر کھا جائیں گے"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک عزیز مصر کا ساقی بن گیا اور دوسرے کو کسی جرم میں پھانسی ہوگئی۔

اس موقع پر رہائی پانے والے کو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ عزیز مصر کے سامنے میرا بھی ذکر

Marfat.com

کرنا لیکن رہائی کے بعد وہ بھول گیا اتفاقاً ایک دفعہ عزیز مصر کو خواب دکھائی دیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور شاہ مصر نے کہا کہ مجھے خواب نظر آیا ہے کہ سات موٹی گائیوں کو سات پتلی دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز اور خشک بالیں دکھائی دیں ہیں۔ اسے سردارو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ''

اس پر ساقی مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا۔ شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا اور خواب کی تعبیر پوچھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ تم لوگ سات سال اپنی عادت کے مطابق کھیتی بوؤ گے اور جس قدر تم کھیتی کاٹو گے اس کے بالوں میں ہی (بطور ذخیرہ) رہنے دو گے لیکن تھوڑی سی اپنے کھانے کے لئے (استعمال میں لے آؤ گے) پھر اس کے سات سال سخت (قحط سالی کے) آئیں گے جن میں گذشتہ سات سال کا جمع کیا ہوا اناج سب کا سب ختم ہو جائے گا لیکن تھوڑا سا بچ جائے گا جس کو تم بڑی حفاظت کے رکھ لو گے پھر اس کے بعد ایسا (خوشحالی کا) سال آئے گا کہ جس میں خوب بارش ہو گی اور لوگ شراب انگور بنائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج شریف کے بعد ایک خواب دیکھا جس کی اللہ تعالیٰ خود تصدیق فرماتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

''حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کو سچ کر دکھایا''

خواب ایک نہایت پر اسرار چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خواب دکھایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق فرمائی صاف ظاہر ہے کہ جو چیز پیغمبروں کو بطور انعام نصیب ہوا اور اس کو اللہ تعالیٰ صحیح اور درست بھی فرمائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صحابہ کرامؓ سے فرما رہے تھے اگر تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس خواب کو اپنے مومن دوستوں اور بھائیوں سے بیان کرے اور اگر برا

Marfat.com

خواب دیکھے اور دیکھنے والا نیک بندہ ہو تو چند بار یہ کہے۔

''میں راندے ہوئے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''

اور اس برے خواب کو کسی سے بیان نہ کرے تا کہ اس کو کسی قسم کا نقصان یا صدمہ نہ پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ سب سے پہلی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمائی وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نے ایک مقرب فرشتے کو دیکھا جو حضور ﷺ سے ہم کلام ہوا کہ اے محمد ﷺ آپ کو مبارک ہو کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے گروہ میں ممتاز فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نبی اور آخری رسول ﷺ ہیں''۔ جب حضور ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر نبوت سے فرمائی اس سے علم تعبیر کی افضلیت بخوبی ثابت ہوتی ہے''۔

حضرت ہشام بن عروہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں (عروہؓ) نے فرمایا کہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے ''یعنی نیک بندوں کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہوتی رہتی ہے اس آیت میں بشارت سے مراد نیک بندوں کا خواب ہی ہے۔ خواہ نیک بندہ کوئی نیک خواب یا کوئی اور شخص اس کو خواب میں دیکھے اس قول صحابی سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ خواب ایسی اعلیٰ اور افضل چیز ہے جس کو قرآن میں خوشخبری (بشریٰ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفرؒ فرماتے ہیں اس کو بے دین لوگوں سے جو شریعت کے پابند نہ ہوں دوسرا عورتوں سے تیسرا جاہلوں سے چوتھا دشمنوں سے خواب کی تعبیر نہ پوچھنی چاہیے۔

قرآن مجید کی سورۃ الفتح آیت ۲۷ میں حضور ﷺ کے خواب کا ذکر ایسے بیان کیا گیا ہے۔

''فی الواقع اللہ پاک اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی

Marfat.com

خوف نہ ہوگا وہ اس بات کو جانتا ہے جسے تم نہیں جانتے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی'' پھر سارے عالم نے اس وقت دیکھا اگلے ہی سال ۷ ہجری میں خواب پورا ہوا''۔

اسلام اور دوسرے مذہب میں بھی خواب اور تعبیر خواب کا ذکر اکثر ملتا ہے ہم سب سے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اور حضرت دانیال علیہ السلام کا ذکر تواتر کے ساتھ ملتا ہے۔

خواب اور ان کی تعبیر بیان کرنے کی ابتداء حضرت یوسف علیہ السلام نے کی اور پھر ہمارے پیارے رسول ﷺ نے اس تعبیر کو انتہا کی بلندیوں تک پہنچایا۔ آپ فجر کی نماز کے بعد اکثر صحابہؓ سے پوچھتے تھے کہ آیا کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی صحابیؓ نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ صحابیؓ حضور ﷺ سے ذکر کرتے حضور ﷺ پھر اس کے خواب کو بڑے غور سے سنتے اور اس کی تعبیر عطا فرماتے۔ ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ صحابہؓ نے خواب دیکھا اور حضور ﷺ نے اس خواب کی تعبیر بیان کر دی جو وہ ہی نکلی جو حضور ﷺ نے بتائی ہوتی۔

فجر کے بعد حضور ﷺ خواب سننا اس لیے پسند کرتے تھے کہ صحابہؓ جو خواب دیکھ کر آئے ہوتے تھے وہ ان کے ذہن میں تازہ اور تازگی لیے ہوئے ہوتے اس میں بناوٹ کھوٹ یا جھوٹ بالکل نہ ہوتا کیوں کہ وہ سب حضور ﷺ کے تربیت یافتہ نیک اور صالح لوگ ہوتے۔ آپ ﷺ پھر بھی صحابیؓ کو ان کے تقویٰ اور کردار کو مدنظر رکھ کر خواب کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ خوابوں کی تعبیر موجودہ اور آئندہ کے واقعات کی پیش گوئیوں کے ساتھ ساتھ علم کا خزانہ بھی لیے ہوئے ہوتے۔

حضور ﷺ فرماتے تھے کہ جھوٹا خواب بیان کرنا برائی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جس نے ایک ایسا خواب سنایا جو اس نے نہ دیکھا ہو تو قیامت والے دن اسے جو کے دانوں کو گرہ لگانے کے لیے کہا جائے گا لیکن چونکہ ایسا ممکن نہ ہوگا اس لیے وہ مار کھاتا رہے گا پھر فرمایا جو شخص لوگوں کی خفیہ گفتگو سننے کے لیے کان لگائے گا قیامت والے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا''۔

Marfat.com

ترمذی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

''بہت سچا خواب وہ ہے جو رات کے آخری حصہ میں دیکھا جائے''

ایک دن حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک کھجوروں کی وادی ہے حضور ﷺ نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کی ان کو اپنے اصحاب سمیت ہجرت کرنا ہوگی اور ان کا مسکن آئندہ کھجوروں والی وادی ہوگی (مدینہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میں خواب میں تلوار چلائے جا رہا ہوں پھر یہ تلوار ایک دم اوپر سے ٹوٹ گئی پھر دوبارہ ہلایا تو اچھی خاصی درست ہوگئی۔

انھوں نے خواب کی تعبیر یوں فرمائی کہ احد کی لڑائی میں مسلمانوں پر مصیبت آئی پھر حالت درست ہوئی اور مکہ فتح ہوگیا (بخاری شریف)

ابوسعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ میرے سامنے لائے جا رہے ہیں اور وہ کرتے پہنے ہوئے ہیں۔۔ کسی کا کرتہ صرف چھاتی تک اور کچھ کا اس سے قدرے بڑا یا چھوٹا۔

پھر عمرؓ میرے سامنے آئے ان کا کرتہ بڑا تھا کہ وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ اس خواب کی تعبیر کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''دین داری''۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا ہے مجھے وہاں اڑا کر لے جاتا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا تو انھوں نے حضور ﷺ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا تیرا بھائی نیک بخت ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور ﷺ نے اس کی تعبیر یوں کی تھی عبداللہ اچھا آدمی ہے بشرطیکہ وہ تہجد پڑھتا اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے پوری زندگی تہجد نہ چھوڑی ۔

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں اور پانی نکال رہا ہوں۔ پھر ابوبکرؓ آ گئے انھوں نے ایک دو ڈول نکالے مگر کمزوری کے ساتھ پھر عمرؓ آ گئے ان کے لیے ڈول بھی بڑا ہو گیا مگر

Marfat.com

انھوں نے سب سے بہتر کام کیا اتنا پانی کھینچا کہ سب لوگ سیراب ہو گئے کہ وہ اپنے جانوروں کو آرام کے لیے ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔

اس کی تعبیریوں کی گئی ابو بکرؓ نے تھوڑا عرصہ کام کیا پھر عمرؓ آگئے جنہوں نے مسلمانوں کو مالا مال کر دیا ۴ ہزار بڑے شہر فتح کیے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے خواب دیکھا کہ میری امت کے لوگ سمندر میں وقار کے ساتھ سفر کر رہے جیسے کہ بادشاہ تختوں پر چڑھتے ہیں۔ پھر فرمایا میری امت کے وہ لوگ جو پہلی بحری جنگ لڑیں گے وہ سب جنتی ہوں ہے۔

بحری جنگ لڑنے والوں کے لیے جنت کی بشارت سن کر ام حرامؓ نے گزارش کی کہ دعا فرمائیں کہ وہ بھی ان برگزیدہ مجاہدین میں شامل ہوں پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور ان کو بتایا کہ ہاں وہ ان میں ہوں گی۔
پھر حضور ﷺ نے فرمایا "میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر روم کے دارالخلافہ (قسطنطنیہ) پر جا کر جنگ لڑے گا وہ سارے کا سارا لشکر جنت میں جائے گا"۔

ام حرامؓ نے پھر التماس کی وہ بھی اس لشکر میں شامل کی جائیں مگر حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تم ان میں نہیں ہو گی۔ اس خواب کا ایک حصہ پورا ہوا بحری جنگ ہوئی ام حرامؓ اس میں شامل تھیں مگر قبرص میں سیر کرتے ہوئے گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئیں۔ یعنی وہ بحری جنگ میں شامل ہوئیں مگر بعد میں قسطنطنیہ کی جنگ میں شامل نہ ہو سکیں (بخاری شریف)

جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھے اور مومن لوگوں کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اب تک کی شہادتوں کو مدنظر رکھیں تو یہ بات سو فیصد درست ثابت ہوئی ہے کتابوں میں حضور ﷺ کے مختلف لوگوں کے خوابوں میں آنے کا ذکر موجود ہے خوابوں میں آپ ﷺ نیک اور مومن بندوں کو رہنمائی اور مختلف کاموں کے لیے کہتے رہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک عاشق رسول ﷺ کا خواب بحوالہ "سیرت النبیؐ از وصال النبی" از جناب محمد عبدالمجید ایڈووکیٹ جن کا تعلق لاہور سے ہے درج کرتے ہیں کہ ہم سب جان لیں کہ اچھے اور سچے خواب صرف انبیاء تک محدود نہیں بلکہ خواب تو ہر شخص دیکھتا ہے لیکن جتنا زیادہ نیک ہوا اتنا ہی خواب زیادہ بلند اور موثر ہو گا۔
کے ایل گابا ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے ان کے والد ہر کشن لال گابا ملتان کے کے دفتر میں کلرک تھے پھر

Marfat.com

دیکھتے ہی دیکھتے اتنی ترقی کی کہ پنجاب کے وزیر تعلیم بن گئے ۔وہ کروڑ پتی سرمایا دار تھے۔آخری دنوں میں انگریزوں کے زیر عتاب آ گئے اور نہایت غربت میں ان کا انتقال ہو گیا۔انگریزوں نے اس کی جائیداد کوڑیوں کے دام نیلام کردی تھی۔کے ایل گابا نے ۱۹۳۲ء میں اسلام قبول کیا اور ان کا نام خالد لطیف گابا رکھ دیا گیا یعنی دستخط اب بھی کے ایل گابا ہی رہے۔ان کے اسلام قبول کرنے پر ہندوستان میں بہت شور مچا ان کو دوبارہ ہندو بنانے کی بڑی کوششیں کیں گئیں۔مگر وہ اسلام پر قائم رہے۔قبول اسلام کے بعد آپ نے حضور ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام PROPHET OF DESERT (پیغمبر صحرا) ہے کے ایل گابا نے اپنی سوانح حیات میں لکھا ہے۔

پنجاب ہائی کوٹ کے چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ کسی بات پر کے ایل گابا سے ناراض ہو گئے اور آپ کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر کے قید کر دیا۔ضمانت پر رہائی کے لیے اس وقت انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ زرضمانت مقرر کیا۔روزنامہ ''زمیندار'' اور ''احسان'' نے ہندوستان کے مسلمانوں سے بار بار اپیل کی کہ وہ نومسلم کی رہائی کے لیے رقم اکٹھی کریں مگر پورے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی اتنی رقم یک مشت بطور ضمانت پیش نہ کرسکا جس کی وجہ سے چند ہفتے جیل میں گزارنے پڑے۔

اسی دوران سیالکوٹ کے ایک ٹھیکدار الحاج ملک سردار علی کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضور ﷺ نے اس کو حکم فرمایا۔

سردار علی اٹھو، صبح لاہور جا کر اس نومسلم قیدی خالد لطیف گابا کی سیشن کورٹ میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضمانت دے آؤ۔اسے قید سے رہائی دلاؤ۔اس کام میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا اس نے میرے متعلق ایک کتاب ''پیغمبر صحرا'' لکھی جو مجھے بہت پسند ہے۔

ملک سردار علی خواب کے اس بابرکت نزول اور زیارت سے بہت خوش ہوئے۔

صبح وہ کاغذات کی تصدیق کے لیے عدالت پہنچے مگر ہندو ڈپٹی کمشنر مسٹر چندرا آئی سی ایس نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ ''کے ایل گابا'' بھاگ جائے گا اور رقم ضبط ہو جائے گی تم ضمانت نہ دو۔

ملک صاحب نے جواب دیا کہ جس بزرگ ہستی و برتر نے اس کام کے لیے حکم فرمایا ہے اس پر میری اگر جان بھی قربان ہو جائے تو میرے لیے خوشی کا مقام ہوگا۔ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیا چیز ہے۔میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ خالد لطیف گابا کون ہے۔میں نے تو اس کو کبھی دیکھا بھی نہیں مجھے تو خواب میں اس کا نام بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

ہندو ڈپٹی کمشنر نے کاغذات کی تصدیق نہ کی مجبوراً ملک صاحب نے دو تین دوستوں سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع کر کے لاہور آ کر انگریز سیشن جج کی عدالت میں نقد زرضمانت پیش کر کے خالد لطیف گابا کو رہائی دلوائی۔

ملک صاحب سیالکوٹ کی مشہور شخصیت تھیں کوئی بھی وہاں ان سے ملاقات کر سکتا تھا وہ اس کام کو اپنے لیے توشہ آخرت اور سرمایہ حیات سمجھتے تھے۔ گابا صاحب ۱۹۴۷ء میں بمبئی (بھارت) چلے گئے تھے۔

بھٹو صاحب کے دوست تھے۔ ہندوستان میں انھوں نے مسلمانوں کی حالت پر "مجبور آوازیں" کتاب بھی لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ اس میں ہندوستان کے مسلمانوں کی بے کسی بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ کئی سال پہلے ہو چکا ہے۔

خواب ہر انسان کی زندگی کا عکس ہوتے ہیں۔ نیک پرہیز گار، صالح، نیکوکاروں کے خواب اچھے روحانیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ان کو حضور ﷺ خواب میں نظر آتے ہیں اور حضور ﷺ باقاعدہ طور پر ان کو اسلام کے بارے میں اور مذہب کے بارے میں رہنمائی فرماتے ہیں۔ ایسے خوابوں پر کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک کتاب کا حوالہ بھی کے۔ ایل۔ گابا کے حصے میں دیا ہے۔

میں نے ایک کتاب اپنی آپ بیتی جو حج کے واقعات اور مشاہدات پر مشتمل ہے میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ مجھے خواب میں حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

میں نے یہ خواب اپنے ایک دوست حاجی رفاقت علی کو سنایا تھا انھوں نے بے ساختہ مجھے کہا تھا کہ شیخ صاحب حج کی تیاری کرو آپ کو حضور ﷺ کا بلاوہ آیا ہے۔

آپ یقین کریں کہ اس وقت میرے حج کرنے کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا پھر میرے اللہ نے جو ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، مجھے چند ماہ میں ہی حج کرنا نصیب فرما دیا۔ اللہ تیرا شکر ہے۔

اگر آپ رات کو سورۃ فاتحہ چاروں قل اور درود ابراہیم جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں پڑھ کر سوئیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے خواب بھی دکھاتا ہے اور برے خوابوں سے نجات بھی دلاتا ہے۔

میں ایک عام مسلمان ہوں میری بھی عام انسان کی طرح ہزاروں خواہشیں ہیں۔ میں ہر وہ کام کرتا ہوں جو ایک عام آدمی کرتا ہے۔ اس بات میں سب کچھ بیان کر گیا ہوں میں بہت گناہ گار ہوں سارے مسلمان مجھ سے ہزاروں درجے اچھے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود مجھے خواب میں حضور ﷺ کی دو دفعہ زیارت ہو چکی ہے۔

Marfat.com

آپ نے اگر اچھے خواب دیکھنے ہیں تو پانچ وقت کے نمازی بن جائیں جب بھی آپ کو موقع یا وقت ملے درود ابراہیم کا اٹھتے بیٹھتے ورد کرتے رہیں تو یقین کریں میرا ایمان ہے کہ آپ کو بھی حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہو سکتی ہے۔

ہمارے حضور ﷺ ایک عملی ماہر نفسیات تھے۔ ان کی آئی کیو ہم سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ اچھی تھی۔ آپ نے معاذ اللہ کبھی جھوٹا خواب دیکھا ہی نہ تھا بلکہ آپ ﷺ پاکیزہ تھے اور پاکیزہ انسان کامل کو اچھے اور سچے خواب ہی آتے ہیں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ان کے خوابوں کی جو تعبیریں بتائی تھیں وہ سو فیصد سچی ہوتی تھیں۔ ہمیں بھی حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خواب جو بھی آپ دیکھیں صرف نیک اور صالح لوگوں سے ذکر کریں۔ کسی کم علم اور جاہل سے آپ کبھی بھی اپنا خواب بیان نہ کریں۔

جب بھی آپ برا خواب دیکھیں تو حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عمل کریں۔ میرے اللہ نے چاہا تو پھر برا خواب آپ کی زندگی کو ہرگز ہرگز متاثر نہ کر سکے گا۔

آج کل ہمارا ہر کام دنیاوی سوچ کا ہوتا ہے۔ روحانیت سے ہم روز بروز دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم پر مغربی میڈیا نے یلغار کر کے ہم کو جنسی میدان کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے میں بھلا اچھے خواب کیسے آئیں گے انسان ایسے میں برے خواب اور گندے جنسی خواب ہی دیکھے گا۔

مگر میں قربان ہو جاؤں اپنے حضور ﷺ کے وہ بطور ماہر نفسیات ہمارے لیے خوابوں کے سلسلے میں مشعل راہ ہیں۔ ہمیں ان کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں چلتے ہوئے برے اور گندے خیالات اور خوابوں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضور ﷺ ہی میرا سب کچھ ہیں۔ اللہ کے بعد وہ میرے رہنما میرے رحم دل ھادی میری زندگی کو چار چاند لگانے والے میرے مسیحا میرے لیے بھی ماہر نفسیات ہیں۔ ان سے بڑا اور کوئی رہنما دنیا میں نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہو گا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ڈر، خوف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

قران مجید میں سورہ البقرہ کی آیت نمبر 155 میں اللہ تعالیٰ ارشار فرماتا ہے۔

خوشخبری ہے اُن صبر کرنے والوں کے لئے جن کو جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہی تو ہے اور ہم نے اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہ ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

تیسویں پارے میں سورہ العصر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے زمانے کی۔ انسان لازمی طور پر خسارے میں ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے نیک عمل کیے اور نیک عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے اور حق اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اُس پر قائم رہے ان کو کسی قسم کا ڈر نہ ہوگا۔ اور نہ ہی دل غم کھائیں گے۔ (الاحقاف: ۱۳)

اس بات کو مزید بتانے کے لیے فرمایا گیا۔

اللہ ان لوگوں کو خود بچائے گا جو اس سے ڈرتے تھے نہ تو ان کو کوئی بُرائی ہوگی۔ اور نہ ہی ان کو کوئی غم کھانا چاہے۔ (الزمر: ۱۶)

قران مجید میں مزید ارشاد ہے۔

یہ جان لو کہ ہمارے دوست ہیں اور ان کو کسی خوف اور غم سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ (سورہ یونس: ۶۲)

سورہ البقرہ میں ہی ایک جگہ ارشاد ہے۔

"وہ لوگ جو ایمان لائے انھوں نے اچھے کام کیے، نماز پڑھی، زکوۃ دی تو

Marfat.com

ان کو اللہ کی طرف سے عمدہ صلہ ملے گا اور ان ہی کے لیے ڈرنے کی بات
ہو گی اور نہ ہی ان کو کبھی ڈرنے کی کوئی ضرورت ہو گی"۔

(سورہ البقرہ:۲۷۷)

پھر اسی سورہ میں ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

"جو ہماری ہدایت (راستہ کی پیروی کرے گا) نہ تو اس کو کوئی خوف لاحق
ہو گا اور نہ ہی کوئی غم کرے گا"۔(سورہ البقرہ:۳۸)

آخری پارے میں سورہ قریش میں فرمایا گیا:

"اس گھر کے رب کی عبادت کرو اور یہ وہ رب ہے جو تمہیں بھوک لگنے پر
کھانا دیتا ہے اور خوف سے نجات دیتا ہے"۔

پھر موسیٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

"ہم نے موسیٰ کی ماں کو مطلع کیا تو اپنے نوزائیدہ بچے کو بے فکر ہو کر دریا
میں ڈال دے اس سلسلہ میں تمہیں کسی خوف یا دہشت کی ضرورت نہیں ہم
یہ بچہ نہ صرف یہ کہ تمہیں واپس دلا دیں گے۔ بلکہ اپنے فرستادگان میں
مقرر کر رہے ہیں"۔(سورہ القصص:۷)

ہجرت کے واقعہ کو سورہ التوبہ میں یوں فرمایا گیا۔ اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ خود مدد کرے گا اور جب کافروں نے اس کو گھر سے نکالا۔ وہ دو تھے اور جب وہ نماز میں تھے تو دوسرے نے اپنے صاحب سے دشمن کے خطرے کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ تو مت ڈر کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور ان کے دلوں میں اطمینان ڈالا گیا۔ اور ان کی مدد میں ایسے لشکر آئے جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور یہ یاد رکھو کہ کافروں کی بات دب جائے گی۔ اور اللہ کی بات بلند ہو گی۔ کیوں کہ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ہم اب اس مضمون پر حدیثوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے عرض کرتے ہیں۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ مسجد میں دن کے وقت تشریف لائے تو ایک انصاری ابو امامہ کو دیکھا اور پوچھا کہ نماز کے وقت کے علاوہ تم کیسے آ گئے۔

Marfat.com

انھوں نے جواب دیا حضور ﷺ قرضوں اور غموں نے پریشان کرنے کے یہاں لا بٹھا دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتا دوں جس سے اللہ تمارے غم نکال دے اور تمارے قرض بھی ادا ہو جائیں۔ کہنے گئے ضرور پر صبح اور شام یہ پڑھا کرو۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں غم اور خوف سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کمزوری اور سستی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی اور بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قرضوں کے بوجھ اور لوگوں کے ستم سے۔ وہ کہتے ہیں میرا یہ پڑھنے سے غم جاتے رہے قرضے اتر گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو غم اور فکر زیادہ ہوں وہ یہ بار بار پڑھتا رہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ حضور ﷺ کو جب کبھی کوئی غم یا خوف ہوتا حضور ﷺ آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر تین مرتبہ پڑھتے۔

سبحان اللہ العظیم اور دعا کے دوران بار بار **یاحیی یا قیوم** پڑھتے۔

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی یونس نے مچھلی کے پیٹ میں رہائی کے لئے جو دعا پڑھی تھی وہ تمام مسلمانوں کے لئے رنج خوف اور غم سے نکلنے کی بہترین ترکیب ہے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین

حضور ﷺ نے ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ میرے نزدیک غم کے مارے ہوئے انسانوں کے لیے اس سے عمدہ کوئی ترکیب نہیں (ترمذی)

اس ضمن میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تمہیں میں ایسے دو کلمے سکھا رہا ہوں جن کو غم اور فکر کے دوران پڑھ اور وہ یہ ہیں۔

اللہ ھو ربی لا شریك به شیئاً

اور کلمات صبح و شام سات سات مرتبہ پڑھے جائیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے ایک جگہ اور ارشاد فرمایا۔ مدد مانگا کرو صبر اور نماز کے ساتھ۔ قرآن مجید کی سورہ العصر میں فرمایا گیا ہے

"قسم ہے زمانے کی انسان خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں سورہ الصّفات میں فرمایا "تو ہم نے اُن کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی جب وہ اُن کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ انھوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہ ہی کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا' تو ہم نے اُن کو پکارا کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیک کاروں کا ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو اُن کا فدیہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ نیکو کاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں"۔

حضور ﷺ نے خوف ڈر اور پریشانی میں کبھی بھی صبر کا دامن نہ چھوڑا بلکہ ایسے بے شمار موقعوں پر آپ نے خوف' ڈر اور پریشانی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایسے عملی اقدام کیے کہ انسان ان کے اقدام پر عش عش کر اُٹھتا ہے۔

عظیم ہجرت میں حضور ﷺ بطور ماہر نفسیات ہیں کہ قریش کے سرداروں نے جب حضور ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان کو عملی جامہ پہننے کی کوشش کی تو حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اس منصوبے کی اطلاع مل گئی بلکہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ بستر پر آرام نہ کریں۔ آپ ﷺ جو امانتیں لوگوں کی رکھی ہوئیں تھیں اُن کو حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی جب ہجرت کے تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ تو حضور ﷺ نے سورہ یٰسین کی پہلی ۱۹ آیات پڑھتے ہوئے بے خوف و خطر گھر سے نکل پڑے۔ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور وہ ساری رات حضور ﷺ کے باہر نکلنے کا انتظار ہی کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی اور کفار کے لوگ حضور ﷺ کے گھر گھس گئے۔ مگر حضور ﷺ تو رات ہی کو اللہ کے بھروسے قرآنی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کو اندھا کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے کوچ کر چکے تھے۔

Marfat.com

انھوں نے جواب دیا حضور ﷺ قرضوں اور غموں نے پریشان کرنے کے یہاں لا بٹھادیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتادوں جس سے اللہ تمارے غم نکال دے اور تمارے قرض بھی ادا ہو جائیں۔ کہنے گئے ضرور پر صبح اور شام یہ پڑھا کرو۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں غم اور خوف سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کمزوری اور سستی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی اور بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قرضوں کے بوجھ اور لوگوں کے ستم سے۔ وہ کہتے ہیں میرا یہ پڑھنے سے غم جاتے رہے قرضے اتر گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو غم اور فکر زیادہ ہوں وہ یہ بار بار پڑھتا رہے۔

لا حول ولا قوة الا باللہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ حضور ﷺ کو جب بھی کوئی غم یا خوف ہوتا حضور ﷺ آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر تین مرتبہ پڑھتے۔

سبحان اللہ العظیم اور دعا کے دوران بار بار **یاحیی یا قیوم** پڑھتے۔

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی یونس نے مچھلی کے پیٹ میں رہائی کے لئے جو دعا پڑھی تھی وہ تمام مسلمانوں کے لئے رنج خوف اور غم سے نکلنے کی بہترین ترکیب ہے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین

حضور ﷺ نے ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ میرے نزدیک غم کے مارے ہوئے انسانوں کے لیے اس سے عمدہ کوئی ترکیب نہیں (ترمذی)

اس ضمن میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تمہیں میں ایسے دو کلمے سکھا رہا ہوں جن کو غم اور فکر کے دوران پڑھ اور وہ یہ ہیں۔

اللہ ھو ربی لا شریك به شیئاً

اور کلمات صبح و شام سات سات مرتبہ پڑھے جائیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے ایک جگہ اور ارشاد فرمایا۔ مدد مانگا کرو صبر اور نماز کے ساتھ۔ قرآن مجید کی سورہ العصر میں فرمایا گیا ہے

"قسم ہے زمانے کی انسان خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں سورہ الصّفّٰت میں فرمایا "تو ہم نے اُن کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی جب وہ اُن کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ انھوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہ ہی کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا' تو ہم نے اُن کو پکارا کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیک کاروں کا ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو اُن کا فدیہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ نیکو کاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں"۔

حضور ﷺ نے خوف ڈر اور پریشانی میں کبھی بھی صبر کا دامن نہ چھوڑا بلکہ ایسے بے شمار موقعوں پر آپ نے خوف' ڈر اور پریشانی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایسے عملی اقدام کیے کہ انسان ان کے اقدام پر عش عش کر اُٹھتا ہے۔

عظیم ہجرت میں حضور ﷺ بطور ماہر نفسیات ہیں کہ قریش کے سرداروں نے جب حضور ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان کو عملی جامہ پہننے کی کوشش کی تو حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اس منصوبے کی اطلاع مل گئی بلکہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ بستر پر آرام نہ کریں۔ آپ ﷺ جو امانتیں لوگوں کی رکھی ہوئیں تھیں اُن کو حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی جب ہجرت کے تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ تو حضور ﷺ نے سورہ یٰسین کی پہلی ۱۹ آیایت پڑھتے ہوئے بے خوف و خطر گھر سے نکل پڑے۔ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور وہ ساری رات حضور ﷺ کے باہر نکلنے کا انتظار ہی کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی اور کفار کے لوگ حضور ﷺ کے گھر گھس گئے۔ مگر حضور ﷺ تو رات ہی کو اللہ کے بھروسے قرآنی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کو اندھا کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے کوچ کر چکے تھے۔

Marfat.com

حضور ﷺ گھر سے نکلے تو ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچ گئے۔ابوبکر صدیقؓ نے بھی سارا انتظام کر رکھا تھا۔آپ ﷺ نے ایک اونٹنی اس لیے منتخب کی اور درخواست کی میں یہ اونٹنی اس شرط پر لوں گا کہ میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کی بات مان لی۔مکہ سے تین میل کے فاصلے پر غارِ ثور ہے۔اس غار میں آپ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ تین دن رات چھپے رہے۔اس دوران کفار نے ہر وادی اور ہر پہاڑ چھان مارا۔ان کی ایک جماعت غار تک بھی جا پہنچی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب قدموں کی آہٹ سُنی تو گھبرا گئے۔اور حضور ﷺ کو کفار کے آنے کی اطلاع دی۔حضور ﷺ نے ایسے میں ان الفاظ میں تسلی دی جو سورہ توبہ میں ہے۔(آپ ﷺ غم نہ کریں بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔

غارِ ثور میں ایک اور واقعہ ہو گیا تھا جب دونوں حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار کے پاس پہنچے تو حضرت صدیقؓ نے حضور ﷺ سے کہا خدا کے لئے ابھی آپ غار کے اندر نہ داخل ہوں میں پہلے غار کو اندر سے اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں۔اگر غار کے اندر کوئی چیز ہوئی تو حضور ﷺ کی بجائے مجھے اس سے سابقہ پڑے گا۔چنانچہ ابوبکر صدیقؓ غار کے اندر گئے اور غار کو صاف کیا۔ایک جانب چند سوراخ تھے جنہیں ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تہبند پھاڑ کر بند کیا پھر بھی دو سوراخ بچ گئے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان دونوں سوراخوں پر اپنے پاؤں رکھ لیے پھر حضور ﷺ سے عرض کی کہ اندر تشریف لے آئیں۔آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور ایسے میں ابوبکر صدیقؓ کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔اُدھر ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں میں کسی چیز نے ڈس لیا۔مگر انھوں نے اس ڈر سے حرکت بھی نہ کہ کہیں حضور ﷺ جاگ نہ جائیں لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کے آنسو حضور ﷺ کے چہرے پر ٹپک گئے۔ایسے میں حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔اس پر حضور ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور ابوبکرؓ کی تکلیف جاتی رہی۔

۲۰۱۰ء میں جب میں حج پر گیا تو وہاں پر فیصل آباد کے ایک نوجوان سے کھانے کے دوران ہوٹل میں اس سے ملاقات ہو گئی۔وہ اُس روز صبح کو غارِ ثور کی زیارت کر کے آیا تھا۔اُس نے بڑے جوش و خروش سے زیارت کا ذکر کیا۔ایک بات میں اُس کی آج تک بھول نہ سکا۔وہ بات میرے دل پر نقش ہو کر رہ گئی ہے۔اُس نے بتایا میں نے غارِ ثور میں جس سوراخ کو بند کرنے کے لئے ابوبکر صدیقؓ نے اپنا پاؤں رکھا تھا پھر مجھے حضور ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ یاد آ گئے۔میں نے سوچا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خدا جانے کون سا پاؤں سوراخ بند کرنے کے لئے رکھا تھا۔میں نے پھر یکے بعد دیگرے اپنے دونوں پاؤں باری باری سوراخ بند کرنے کے لئے رکھے کہ

Marfat.com

خدا جانے دایاں پاؤں تھا یا بایاں پاؤں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ کہتے ہوئے اُس نوجوان کی آنکھوں میں ایسی نور کی چادر پھیلی ہوئی تھی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے۔

ہجرت کے دوران ہی ایک مضبوط اور توانا شخص نے جس کا نام سراقہ بن مالک تھا سو اونٹوں کے لالچ میں حضور ﷺ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ خدا کی قدرت دیکھئے وہ جب بھی حضور ﷺ کو پکڑنے کی کوشش کرتا گھوڑے سے گر جاتا۔ ایک دفعہ تو گھوڑے کے پاؤں ریت میں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ اس پر اس کا ضمیر اُس کو ملامت کرنے لگا۔ سراقہ نے ایسے میں اپنے تیر پھینک دیے اور حضور ﷺ سے معافی مانگی۔ حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کے ہونے کے ناطے اُس کی طرف دیکھا مسکرائے اور رحم دل ہو کر سراقہ کو معاف کر دیا اور ساتھ ہی معافی نامہ لکھ کر اُسے دے دیا۔ اس وقت پیارے آقا ﷺ نے پیش گوئی بھی کی کہ سراقہ تمارے ہاتھ میں ایک دن فارس کے بادشاہ کے سونے کے کنگن ہوں گے۔ پھر سارے عالم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی جو بیس سال کے بعد پوری ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں فارس فتح ہو گیا۔ خلیفہ نے سراقہ کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں کنگن پہنائے۔ مدینہ تک کا ہجرت کا یہ سفر تقریباً سات دن میں پورا ہوا۔

ہجرت کے اس موقع پر ہم دیکھتے ہیں کہ سارے قریشی سردار آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ بھی کر لیا گیا تھا پھر کئی روز تک سینکڑوں کفار انعام کے لالچ میں آپؐ کو ڈھونڈنے میں لگے رہے مگر سب بے مراد رہے۔ ایسے میں حضور ﷺ کے جب اہل مکہ بدترین دشمن بن گئے تھے حضور ﷺ نہ گھبرائے۔ نہ خوف میں مبتلا ہوئے نہ ڈرے بلکہ خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے صبر اور سکون کے ساتھ ہجرت کا سفر طے کرتے رہے حالانکہ ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرا گئے تھے۔ اُن کا یہ گھبرانا فطری عمل تھا مگر حضور ﷺ کے قربان جائیے آپ کے چہرے پر ذرہ بھی ملال نہ آیا بلکہ واشگاف الفاظ میں قرآن کے یہ لفظ ادا کئے۔

آپ ﷺ نے کہا: غم نہ کریں بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اگر آج بھی ہم حضور ﷺ کے بتائے ہوئے قرآن کے ان الفاظ پر دل و جان سے عمل پیراء ہو جائیں تو ہمیں تو صبر کی روشنی مل سکتی ہے ہمارے بگڑے کام بن سکتے ہیں ہماری مشکلات خواہ معاشی ہو مالی ہوں یا سماجی ہوں یا ذاتی ہوں صرف اللہ پر بھروسہ کر لیں۔ تو ہمارے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات ہمیں بتا دیا ہے کہ ہر حال میں ہر وقت صرف اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں اور یقین محکم بنا لیں

Marfat.com

کہ واقعی اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے گرمی بڑی سخت تھی دوپہر کی تپتی ہوئی دھوپ میں سایہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سب درختوں کے جھنڈ کو دیکھ کر سب ایک جگہ آرام کرنے کے لئے اُتر پڑے۔ صحابہ کرامؓ مختلف درختوں کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے منتشر ہو گئے۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار درخت پر لٹکائی اور آرام کرنے کے لیے اُس سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ ایک بدو جو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اس تاک میں تھا کہ کب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرے۔ وہ آیا اور اُس نے درخت سے لٹکی ہوئی تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کھڑا ہو کر زور سے بولا کون بچائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوف زدہ ہوئے نہ ذرا سا بھی ڈرے بلکہ پُرسکون رہے اور ایک ماہر نفسیات کی طرح ذرا بھی نہ گھبرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان اور سکون سے فرمایا۔ مجھے میرا اللہ بچائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ایسے رعب دلیری سے کہے کہ بدو کے ہاتھ میں اللہ نے کپکپی پیدا کر دی اور تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی اور ڈر کے مارے کانپنے لگا۔

عامر بن طفیل اربد بن متیس اور جبار بن سلمہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ

فتح مکہ کے بعد ہر جگہ سے لوگ جوق در جوق آ کر مسلمان ہونے لگے۔ ایسے میں یہ تین رئیس، جن کا تعلق بنو عامر سے تھا' نے منصوبہ بنایا کہ عامر بن طفیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باتوں میں مشغول کر کے اور عامر کی باتوں میں غافل ہو جائیں تو اربد عامر کا اشارہ پاتے ہی تیزی سے جھپٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کام کر دے۔ اس اسکیم پر عمل کرنے کے لئے دونوں مدینہ پہنچے عامر بن طفیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور باتوں میں پھنسانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا محمد تین باتیں ہیں۔

اول یہ کہ اہل بادیہ پر تمہاری حکومت ہو ان کے حکمران تم بنو اور شہر والے میری حکمرانی میں رہیں اور ان کا سلطان میں بنوں۔

اگر تم کو پہلی بات منظور نہ ہو تو اپنے بعد اپنا جانشین مجھ کو منتخب کر جاؤ تاکہ تمہارے بعد تمہاری جگہ مجھے بخشی جائے۔ ثالثاً اگر تم کو یہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر قبیلہ غطفان کو لے کر تم پر حملہ کروں گا۔

عامر بن طفیل اپنے خیالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اپنی باتوں میں اُلجھا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں میں اپنی ذات سے غافل ہو چکے ہیں تو وہ بڑی بے چینی سے اربد اپنے ساتھی کا انتظار کرنے لگا کہ وہ اُٹھ کر جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کر دے۔ مگر عامر نے خلاف توقع اربد کو دیکھا کہ وہ بے

Marfat.com

حس وحرکت بت بنا کھڑا ہے، ٹس سے مس نہیں ہو رہا۔ اسے سخت حیرت ہوئی کہ سوچی سمجھی اسکیم پر یہ کیوں عمل نہیں کر رہا۔ آخر عامر کی گفتگو ختم ہو گئی پھر وہ دونوں ساتھی وہاں سے اٹھے اور چلتے بنے۔

یہ تم کو کیا ہو گیا تھا کہ تم بت بنے کھڑے رہ گئے اور سوچی سمجھی اسکیم کے تحت وار نہیں کر سکتے تھے۔؟

اربد نے جواب دیا کہ کیا بتاؤں ان کو دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور ان کے جاہ وجلال نے میرے دل میں ڈر اور خوف پیدا کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے کئی موقعوں پر حضور ﷺ صبر واستقلال اور ثابت قدمی سے اپنے موقف پر قائم رہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہم تن جوں کا توں مشغول رہے جس کا حضور ﷺ کو یہ ثمر ملا کہ ہم جیسے خستہ دل مسلمانوں کے لیے ان تاریخی حقائق میں درس عبرت ہے۔ کاش ہم اسے اپنانے کی جدوجہد کریں اور کامیاب ہو جائیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

سفر طائف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ابو طالب کی وفات کے بعد مکہ میں حضور ﷺ کی مخالفت روز بروز بڑھتی ہی گئی اور اسلام کے دشمنوں نے کوئی موقع ایسا نہ جانے دیا جس سے مسلمانوں کو اذیتیں نہ پہنچیں۔ جب اہل مکہ اور ان کے سردار حضور ﷺ کے مخالف ہو گئے۔ اور رات دن آپ کو تنگ کرنے لگے تو آپ ﷺ ان حالات کے پیش نظر شہر طائف کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے طائف کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کے رہنے والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن اس قبیلے کے تمام سرداروں نے نہ صرف اسلام کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ حضور ﷺ کی بات تک نہ سُنی۔ وہ لوگ حضور ﷺ سے بہت ترش روئی سے پیش آئے اور وہاں سے واپس تشریف آ رہے تھے تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا۔ جنہوں نے حضور ﷺ پر اس قدر پتھروں کی بارش کی کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ اس دردناک اور انتہائی تکلیف کی حالت میں جب حضور ﷺ بستی سے باہر آئے تو آپ نے یہ دعا کی۔

ترجمہ۔ الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا (اے اللہ) اگر مجھ میں تیرا غصہ نہیں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کیوں کہ تیری عافیت میرے لیے وسیع ہے میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہے اور دُنیا اور دین کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں۔ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور (نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی) طاقت اور قوت تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی اس دعا سے زمین و آسمان تھرا اُٹھے اور جبریل علیہ اسلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے حضور ﷺ کو السلام علیکم کہا اور فرمایا کہ اللہ اس واقعہ سے باخبر ہے جو حضور ﷺ کے اور ان لوگوں کے درمیان پیش آیا۔ اور اس نے پہاڑوں پر متعین فرشتہ آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ ﷺ اس کو جو حکم دیں۔ وہ بجالائے یہ کہا کہ جبریل علیہ السلام نے وہ فرشتہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں آپ ﷺ کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر آپ فرمائیں تو اس شہر کے دونوں جانب کے پہاڑوں کو ٹکرا دوں تا کہ ان کے درمیان میں رہنے والے سب لوگ پس کر ہلاک ہو جائیں یا جو بھی آپ ﷺ سزا تجویز فرمائیں وہ کر دوں۔ لیکن حضور ﷺ کی رحیم و کریم کی ذات نے جواب دیا اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا۔ مجھے اُمید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لائیں گی اور اس کی عبادت کریں گی۔

طائف کے اس واقعہ سے حضور ﷺ کے نہ صرف اعلیٰ اخلاق اور رحمت اللعالمین ہونے کا ثبوت ملتا ہے بلکہ بڑے ماہر نفسیات ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد کامل کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ تمام دشمنوں کے درمیان تن تنہا تھے۔ پھر بھی حضور ﷺ نے طائف کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا نہیں چھوڑا۔

بہت سے یورپین مصنفین جو اسلام پر اور آپ ﷺ پر تنقید کرتے رہتے ہیں وہ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو تکالیف اور اذیتیں اُٹھائیں طائف میں ان کی وجہ سے حضور ﷺ کا اعلیٰ کردار اور بلند شخصیت اور زیادہ نمایاں ہوگئی۔

اس سلسلے میں مشہور مورخ ولیم مور لکھتا ہے حضور ﷺ کی عظمت ان کے طائف کے سفر میں کھل کر سامنے آجاتی ہے ایک تن تنہا شخص جس کو اس کے اپنے لوگوں نے نہ صرف نفرت سے دیکھا بلکہ شہر سے باہر بھی نکال دیا۔ وہ اللہ کے راستے میں شہر چھوڑتا ہے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح ایک دوسرے مقام کے اجنبی لوگوں میں جو کہ کافر تھے میں جا کر دعوت اسلام دیتا ہے اس کی یہ ثابت قدمی اور جرات اس کے اپنے اس مشن (دعوتی کام) میں کامل یقین اور صداقت کو ظاہر کرتی۔

ہم محسوس کرتے ہیں آپ بھی ذرا تصور کریں کہ ایک آدمی جس کے جسم سے خون بہہ رہا ہو اور اُس کے جوتے بھی خون میں بھر گئے ہوں اور وہ بری طرح زخمی بھی ہو اُس وقت بھوکا بھی ہو پیاسا بھی ہو گرمی کا بھی زور

Marfat.com

ہو اُس پر کیا بیت رہی ہوگی۔ مگر قربان جائیں حضور ﷺ کے آپ نے ایسے موقعے پر ذرا بھر بھی ڈر اور خوف کا اظہار نہ کیا بلکہ صبر سے کام لے کر بدؤعا کی بجائے دعائیں دیں۔ آپ ہی بتائیں کیا ایسا کوئی مائی کا لال پیدا ہوا ہے۔ ایسے موقعوں پر بڑے بڑے نامور جنگجو قسم کے سورما گھبرا جاتے ہیں اور اپنی بات سے ہٹ جاتے ہیں مگر حضور ﷺ اس واقعہ کے بعد اور مستعد، پُرعزم اور پُراستقلال ہو گئے۔

ابو طالب کی سرپرستی میں آنے کے بعد بھی حضور ﷺ کی مالی پریشانیاں دور نہ ہوئیں۔ حضور ﷺ نے خندہ پیشانی سے خوش دلی سے اجرت پر بکریاں چرائیں اور اس طرح سے شعور تک پہنچ کر اپنے زور بازو سے حلال کی کمائی کھائی اور بکریاں چرا کر قوم اور اُمت کی چراہی کا سبق پڑھا۔ کچھ اور بڑے ہوئے تو چچا کے ساتھ تجارت کی خاطر وطن سے باہر نکلے۔ حضرت خدیجہؓ کا سوداگری کا مال لے کر اُن کے لئے تجارت کی اور اپنی ایمان داری کی بدولت دوسروں سے زیادہ منافع کما کر دیا۔ کون عقل مند عرب کی تجارت کے متعلق کہہ سکتا ہے خاص طور حضور ﷺ کے وقتوں میں سفر کی کوئی سہولیات وہ نہ تھیں جو آج کل میسر ہیں۔ لق و دق صحرا ہوتے تھے راستے میں پانی نہ ملتا تھا سایہ دار درخت دُور دُور تک نظر نہیں آتے تھے سفر کچھوے کی چال کا ہوتا تھا۔ جو ایک بہت ہی صبر آزما کام ہوتا تھا۔ تصور کریں کہ اُس وقت بے آب و گیاہ تپتے ریگستان میں چلنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ آج کا انسان یہ تصور کر کے ہی پریشان ہو جاتا ہے اور انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آپ میں سے کئی لوگ جانتے ہی ہیں کہ بکریاں کیسی ہوتی ہے کوئی کمزور ناتواں چلنے پھرنے سے بیزار۔ کوئی اُچھلنی کودتی قابو میں نہ آنے والیاں کئی ایک پہاڑ پر چڑھ جانے والیاں۔ کئی ایک قابو میں نہ آئے والیاں۔ کئی ایک دوسرے سے لڑنے والیاں کئی سینگ پھنسانے والیاں۔ غرض مختلف مزاج کی بکریوں کی آپ نے رکھوالی کی تھی۔ آپ ﷺ نے ان بکریاں کی مختلف قسموں کا مشاہدہ کیا تھا اور اُن کو اکٹھا کر کے رکھا تھا۔

اللہ کی قدرت دیکھیے کہ انسانی فطرت بھی بکریوں کے ریوڑ جیسی کوئی کمزور کوئی بزدل۔ کوئی صحت مند۔ کوئی مظبوط و توانا کوئی درمیانہ کوئی اچھا کوئی بُرا کوئی شرابی کوئی نشہ باز کوئی منافق تو کوئی ایماندار کوئی نیکو کار کوئی اچھائی کا پتلا کوئی برائی کا پتلا، غرض جتنے لوگ اُتنے ہی ذہن اوپر سے وہ کہلاتے تھے جس کو آج تک ہم اُجڈ اور گنوار کہتے ہیں۔

قربان جایئے حضور ﷺ کے آپ نے ہر طرح کے انسانوں کو ماہر نفسیات کی طرح ایک لڑی میں پرو دیا۔ سب کے ذہین جو مختلف خیالات رکھتے تھے اُن کو یکجا کیا۔ اُجڈ اور گنوار لوگوں کی ایسی تربیت کی کہ عقل انسانی اس کا احاطہ ہی نہیں کر سکتی۔ یہ وہ ہی لوگ تھے جو بات بات پر لڑتے جھگڑتے تھے پھر ان کا لڑنا جھگڑنا سالوں

Marfat.com

ختم نہ ہوتا تھا آپ ﷺ نے اپنی نفسیاتی کرشماتی سوجھ بوجھ سے کام لے کر ان سب کو ایک اُمت بنایا۔ اُمت بھی ایسی بنائی جس نے چند سالوں میں اہل عرب کی نہیں بلکہ دُنیا کے کثیر حصے کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔

ہمیں یقین ہے آج بھی ہم حضور ﷺ کی نفسیاتی کرشماتی زندگی کے نقش قدم پر چل کر نہ صرف اپنی تقدیر بلکہ پوری قوم اور ملک کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچے اور نوجوان اپنی زندگی میں حلال کی روزی کماتے ہیں وہ ہنسی خوشی رہتے ہیں۔ وہ اپنے لیے بھی اور اپنے اہل خانہ کے لیے بھی باعث برکت اور باعث رحمت ہوتے ہیں اور حلال کی کمائی کھانے والے آخری سفر تک حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے بگڑے ہوئے ماحول میں ایسی سیرت پائی کہ غم خواری اور انسانی ہمدردی کا علم بلند کیے رکھا۔ ابھی آپ اعلان نبوت بھی نہ کیا تھا پھر بھی پورا شہر مکہ ان پر فریفتہ ہوتا تھا۔ اُن کے حسن اخلاق کی وجہ سے اور چھوٹے بڑے سب آپ کا نام عزت واحترام سے لیتے تھے اُس وقت بھی اہل مکہ میں ہر جگہ شراب وکباب کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ جوئے کے اڈے موجود تھے جہاں پر جوا کھلے عام ہوتا تھا۔ عیاشی اور زنا کاری کا چرچا عام تھا۔ اُس وقت نہ کوئی سکول کا رواج تھا نہ دارلعلوم میں کالج اور یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مکہ کا ماحول تاریک تھا۔ جس کی کوئی مثال نہ ملتی تھی۔ ان سب برائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ ہمارے حضور ﷺ نے یہ سب کچھ کرتے وقت نہ ڈرے نہ خوف زدہ ہوئے۔

جنگ اُحد میں مسلمانوں کو وقتی طور پر نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔ کئی گھروں کے چراغ بجھ گئے۔ بڑا غمگین ماحول تھا۔ گھر گھر صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ آپ زخمی تھے، ان تمام باتوں کے باوجود آپ نے دشمن کو پیچھا کیا اور للکار کر اگلے سال جنگ کا سندیسہ بڑے جوش سے دیا۔ مدینہ آ کر شہیدوں کے عزیز رشتے داروں کی دل جوئی کی اور اُن کو خوف ڈر سے نجات دلائی۔

جنگ خندق میں آٹھ گنا دشمن نے مدینہ کو گھیرا ہوا تھا۔ دوسرا یہ ہے مدینہ کے یہودی بھی دشمنوں سے مل چکے تھے۔ ایسے میں حضور اکرم ﷺ نے بطور ماہر نفسیات ایسی سیاسی بساط بچھائی کہ دشمن ناکام ونامراد ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

حضور ﷺ نے بے شمار موقعوں پر کہا کہ خوف اور ڈر صرف اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے ہے۔

Marfat.com

صرف اللہ کے خوف سے اور اللہ کے ڈر سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے اللہ کے سوا مسلمان کو کسی سے خوف اور ڈر محسوس نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ اللہ سے ڈر کر خوف سے اللہ کی بندگی کریں گے تو یہ ہی لوگ فلاح پائیں گے۔ ان کو اللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سرفراز کرے گا۔ بس مسلمان کا کام ہے کہ اللہ اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر بے خوف و خطر چلتے رہنا چاہیے۔ اسی میں ہماری کامیابی اور کامرانی ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

منشیات اور حضور ﷺ کا نفسیاتی کردار

ہم سب سے پہلے منشیات کے بارے میں قرآن اور حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اُس کا ذکر کریں گے پھر ہم موجودہ دور میں اس کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔

حضور ﷺ نے جب اسلام کی تبلیغ شروع کی تو اُس وقت شراب کے ساتھ ساتھ دیگر مروجہ منشیات بھی عام تھیں۔ اُن کو استعمال کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ منشیات کو استعمال کر کے ہر انسان بہک جاتا ہے اور ایسے میں بہک جانا کوئی انہونی بات بھی نہیں ہے۔ اُس وقت اسلام کے ابتدائی طور پر مسلمان بھی شراب پینا معیوب خیال نہ کرتے تھے اور اُن کا اُس وقت بہک جانا کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

جب حضور ﷺ نے مدینہ میں ہجرت کی تو اُس وقت بعض اوقات شرابیوں کے ہاتھوں امن کے مسائل پیدا ہونے شروع ہو گئے تو ایسے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

> ”تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے ان کو بتاؤ کہ ان میں بہت زیادہ نقصان اور گناہ ہے اگر چہ فوائد بھی ہے“۔ (سورۃ البقر: ۲۱۹)

اس آیت کے نزول سے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ شراب اور جوا نقصان دہ ہے ایسے میں نیک صالح مسلمان پہلی بار چونکے۔

اس آیت کے اُترنے کے کچھ دنوں بعد جب مسلمانوں کا ایک گروہ شراب پینے میں مصروف تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ان مسلمانوں نے اسی حالت میں نماز پڑھنی شروع کر دی لیکن شراب کے نشے میں غلبے کے باعث ترتیب بگڑ گئی۔ رکوع کی جگہ سجدہ ادا ہو گیا اور سجدہ کی جگہ رکوع ادا ہو گیا یعنی نشے کی حالت میں نماز کی ترتیب میں خلل پڑ گیا۔

Marfat.com

ایسے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو فوراً قرآن مجید میں فرمایا اور حکم دیا۔

''تم لوگ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جایا کرو''۔ (سورۃ النساء:۴۳)

یہ فرمان اتنا سادہ اور واضح تھا کہ کوئی بھی مسلمان اس کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا لیکن یہاں پر ایک مسئلہ پیدا ہو گیا۔ مسلمان پانچ وقت کی نماز بڑی پابندی سے پڑھتے تھے شراب نوشی کے تمام اوقات کار میں کوئی نہ کوئی نماز آجاتی تھی جس کا پڑھنا ہر مسلمان پر واجب تھا۔ آج کل تو مسلمان نماز کے پڑھنے میں اتنی پابندی نہیں کرتے بلکہ تمام مسلمان ان اوقات کار میں کانوں سے اذان سن کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے اور اپنے آپ کو پھر بھی مسلمان کہلوانے پر اصرار اور خوشی محسوس کرتے ہیں مگر اُس وقت ایسا نہ تھا ہر مسلمان نماز کو فرض سمجھ کر دِل و جان سے خلوص نیت سے نماز ادا کرتا تھا۔

ایسے حالت میں نماز آجاتی تو مسلمان اگر شراب کے نشے میں ہوتے تو بڑا کٹھن اور مشکل وقت ان پر آجاتا تھا کیونکہ یہ دونوں کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

اسی دوران جب مسلمانوں کا ایک گروہ شراب نوشی میں مصروف تھا اور حضرت انسؓ ان کو شراب پلا رہے تھے تو ایک شخص نے آکر کہا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ شراب اسلام میں حرام قرار دے دی گئی ہے۔ ایسے میں اس گروہ کے ہاتھ وہیں رُک گئے جو پیالے ہونٹوں سے لگے ہوئے تھے وہ فوراً ہونٹوں سے الگ ہو گئے اور جس کے منہ میں شراب کا گھونٹ تھا اس نے وہیں اُگل دیا۔ جس کے معدے میں شراب کی بو اُٹھ رہی تھی اس نے فوراً اسی وقت حلق میں اُنگلی ڈالی اور جب تک قے نہ کر لی چین نہ آیا۔

صرف ایسا ہی نہیں ہوا بلکہ مدینہ منورہ میں جس گھر میں بھی شراب کا مٹکا اور برتن تھا اہل خانہ نے ان دونوں کو لا کر باہر پھینک کر توڑ دیا۔

لوگوں نے اُس دن دیکھا کہ سارے شہر سے شراب کی بُو اُٹھ رہی ہے۔ مگر یہ بُو زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ چند ہی ساعتوں میں صحرا کی ہوا اسے ساتھ لے اُڑی اب صرف ایمان کی خوشبو تھی جو چاروں طرف بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگی اب بھی اس شہر میں پندرھویں ہجری میں بھی یہ خوشبو ایسے ہی پھیلی ہوئی ہے۔ جیسے حضور ﷺ کے زمانے میں یہ خوشبو پھیلی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''نشہ دینے والی ہر چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔

حضرت عثمان روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''مسکرات سے بچتے رہو کیونکہ یہ ہر برائی

Marfat.com

کی جڑ ہیں"۔

قرآن مجید میں سورۃ المائدہ آیت نمبر: ۹۰:۹۱ میں فرمایا گیا ہے۔

"وہ لوگ جو خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ان کو بتایا گیا کہ شراب، جوا، بت پرستی اور قسمت کے پانسے برائی کے ذریعے ہیں۔ شیطان لوگوں کو ان کی ترغیب دیتا ہے۔ کیونکہ ان کے نتیجے میں جھگڑا فساد اور آپس میں عداوت پیدا ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اللہ کے ذکر سے دور رکھنے والی ہیں۔ کیونکہ نشہ کی حالت میں اچھی بات منہ سے نہیں نکلتی"۔

ہر نشے کے کئی اثرات ہوتے ہیں کئی لوگ تو نشے میں اپنے آپ میں نہیں رہتے بہک جاتے ہیں ہوش و حواس کھو دیتے ہیں۔ منہ میں جو آئے کہتے چلے جاتے ہیں۔ جس میں دوسروں کو بُرا بھلا کہنے کے علاوہ اُن کو گالیوں کی بوچھاڑ ایسے کرتے ہیں جیسے میدان جنگ میں گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ ایسے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ گولیاں کن لوگوں کا شکار کریں گی بالکل اسی طرح نشہ باز کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اور کیوں بس ایک رٹی ہوئی گردان کی طرح واہی تباہی بکے جا رہا ہوتا ہے۔

بعض اوقات نشے باز اپنے آپ میں نہیں ہوتا اپنے کپڑے پھاڑ کر مادر زاد ننگا ہو جاتا ہے یا پھر وہ گندگی پر گر جاتا ہے اور پھر یہ گندگی اُس کے چہرے پر اور کپڑوں پر پھیل جاتی ہے اُس وقت یہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوتا ہے۔

زیادہ نشہ کرنے سے دماغ، جگر اور گردے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جس سے اُس کی طبعی عمر میں بھی قدرتی طور پر کمی ہو جاتی ہے ایسے میں ہم دیکھتے بھی ہیں اور آئے روز اخبارات و رسائل میں پڑھتے بھی رہتے ہیں کہ فلاں نشے باز جوانی میں مر گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرتی ہے اس چیز کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے"۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس کو عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

"حضور ﷺ نے ہر نشہ آور چیز کے استعمال کو لعنت قرار دیا اور اس پر دس طرح سے لعنت ہے۔

Marfat.com

اس کو نچوڑنے والا، نچڑوانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، اُٹھانے والا، جس کے لیے اٹھایا جائے۔ اس کی قیمت کھانے والا اس کو پلانے والا اور پینے والا تمام کے تمام لعنتی ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ مدینہ کے ایک شخص سمرہ نے شراب فروخت کی ہے تو انھوں نے اس کے لیے باقاعدہ بددعا فرمائی۔

ایک اور روایت میں بتایا گیا ہے کہ منشیات کی فروخت سے ہونے والی کمائی کو رنڈی کی کمائی کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امہ بنت یزیدؓ روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''جو شخص شراب پیئے گا (یا منشیات استعمال کرے گا) اللہ تعالیٰ اس سے چالیس دن خفا رہے گا۔ اگر وہ اس دوران مر گیا۔ تو اس کی موت بطور کافر ہوگی اور اگر وہ توبہ کرے گا اور اس کے بعد بھی اس نے وہ ہی حرکت دوبارہ کی تو اللہ تعالیٰ یقیناً دوزخیوں کے ساتھ رکھے گا اور پیپ اور پسینہ پلائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

''روز حشر نشہ کرنے والے کے ساتھ وہ ہی سلوک کیا جائے گا۔ جو بت پرستوں کے ساتھ کیا جائے گا''۔

رسول کریم ﷺ کے ایک دوست ثقیف دوس میں تھے یوم الفتح پر وہ شراب کا تحفہ لے کر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کو علم نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے۔ اس نے فوراً اپنے غلام کے کان میں کہا تم یہ شراب بازار میں جا کر فروخت کر دو۔ حضور ﷺ کو جب اس کی سرگوشی کو علم ہوا تو انھوں نے فرمایا۔

''جس نے اس کا پینا حرام کیا اس نے اس کی فروخت بھی حرام کر دی۔ لہٰذا وہ ساری شراب بطحا میں بہادی گئی۔ (مسلم احمد نسائی)

حضرت ابو طلحہؓ کی پرورش میں ایک یتیم بچہ تھا انھوں نے اس کی روایت سے فصل کے موقع پر شراب خریدی۔ تاکہ قیمت بڑھنے پر فروخت کر کے یتیم کو رقم دے دی جائے لیکن اس دوران شراب حرام ہوگئی تو وہ

Marfat.com

حضور ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے سارا واقعہ سن کر فرمایا ''اسے جلا دو''۔ حضرت طلحہؓ نے پھر پوچھا کہ اس کا سرکہ نہ بنالوں تو فرمایا نہیں۔ (احمد داؤد)

حضرت طارق بن سویدؓ نے ایک بار حضور ﷺ سے پوچھا ہمارے ملک میں انگور بہت ہوتے ہیں کیا ہم ان کو نچوڑ کر استعمال کرلیں تو حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔

انھوں نے پھر دریافت کیا کہ ہم اس سے بیماریوں کا علاج کرتے ہیں حضور ﷺ نے کہا دوا نہیں بلکہ بذات خود ایک بیماری ہے۔

کئی بار ہمارے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض متنازعہ چیز کے بارے میں کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ اس کو کھانے سے اس کی بیماری کو فائدہ ہوسکتا ہے تو قرآن میں ایسا کرنا جائز قرار دیا ہے۔

''اور اگر تم کسی اضطراری کیفیت میں مبتلا ہو اور تمہارا ارادہ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کا نہ ہو اور نہ ہی تم اس خلاف ورزی کو عادتاً کرنا چاہتے ہو تو تم کو ممنوعہ چیزیں استعمال کرنا روا ہوگا۔ اللہ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے''۔

یہ بات قرآن مجید میں سورۃ المائدہ، انعام اور النحل میں بھی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

حرام چیزوں کو اسلام اپنے وقار کا مسئلہ نہیں بناتا بلکہ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کو استعمال کرکے اپنی صحت نہ خراب کرلیں اور اس کو اپنی عادت کے طور پر نہ اپنالیں۔ اسی لیے تو مفسرین نے مفہوم کو سامنے رکھ کر اس کے استعمال پر درج ذیل شرائط لگائی ہیں۔

۱۔ حرام چیز کو کسی مجبوری یا اضطراری کیفیت میں ہی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ حرام چیز کو استعمال کا فیصلہ مریض کی مرضی پر منحصر نہ ہو بلکہ کسی مستند طبیب، ڈاکٹر اور سرجن واقعات اور حالات دیکھ کر اس کے تجویز کرے۔

۳۔ حرام چیز کے استعمال کی مقدار اور عرصہ کا تعین بھی مریض کی بجائے طبیب اور ڈاکٹر ہی کرے مریض کا اپنا فیصلہ اس سلسلے میں قطعی طور پر درست نہ ہوگا۔

۴۔ ڈاکٹر یا طبیب اُس وقت تک اس کو حرام چیز استعمال کرنے کی اجازت دے جب تک کہ وہ صحت مند نہیں ہو جاتا۔ اس میں مریض کی اپنی مرضی بالکل شامل نہ ہوگی اخلاقی اور مذہبی طور پر ڈاکٹر ہی مریض کا ایک مقررہ وقت تک علاج کرسکتا ہے۔

Marfat.com

یاد رہے کہ حضور ﷺ نے اس سلسلے میں بطور ماہر نفسیات ایک چیز بالکل صاف اور واضح بیان کر دی ہے کہ ''کسی حرام چیز میں شفاء نہیں''۔ اس کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے۔

منشیات کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا انسان پرانا ہے۔ انسان چونکہ سب سے اعلیٰ مخلوق ہے اس لیے اس کے طور طریقے بھی دوسری مخلوقات سے الگ تھلگ ہیں۔ انسان نیکی اور بدی کا قدرتی شاہکار ہے۔ اگر نیکی پر آجائے تو فرشتے بھی عش عش کر اٹھیں۔ اگر بدی پر آجائے تو شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگا کر کہے کہ باری تعالیٰ میں ایسی بدی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جتنا انسان بدی کرتا ہے۔

جب ہاروت اور ماروت نے پہلے بار شراب منہ کو لگائی شراب کا منہ کو لگانا تھا کہ انسان جو سب سے زیادہ دل حسین تخلیق تھی اور اشرف المخلوقات تھا نشہ کر کے خطا کار بن کر رہ جاتا ہے اور بنتا رہے گا۔

خود فراموشی کے لیے شراب دنیا کا قدیم ترین ذریعہ ہے تمام مقدس کتابوں میں شراب نوشی کے حوالے ملتے ہیں۔ مصر، روم، یونان، عرب اور ہندوستان کی ثقافت میں اس کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

فراعنۂ مصر کی کھدائی کی گئی پرانی چیزوں کے ساتھ ساتھ آلات مے نوشی بھی برآمد ہوئے۔

اہل روم انگور کی شراب کشید کر کے اس میں سرخ رنگ ملاتے تھے اور پورے شہر میں مے نوشی کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ایسے میں تمام حجابات اُٹھ جاتے مگر جب صبح نمودار ہوتی اور ہر بیٹی باپ اور ہر بھائی بہن سے آنکھ چرا رہا ہوتا۔

یونانی اپنے دیویوں اور دیوتاؤں کو شراب میں غسل دے کر مذہبی فریضہ سرانجام دیتے پھر ان پر گری ہوئی متبرک شراب کے حصول کے لیے آپس میں لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتے۔ سقراط اور اُس کے شاگرد بہت زیادہ شراب پی کر ننگے پاؤں برف پر پھرتے رہتے اور ارسطو کا جنگجو سکندر اعظم کا باپ ایک بار پی کر لڑھک گیا، تو سکندر نے شاہی محل کی چھت پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ یونان کی مائیں دیکھیں کہ وہ اپنے بچوں کو جس شخص کی شجاعت اور بہادری کی داستانیں سناتی ہیں آج وہ ایک پیالہ شراب سے شکست کھا گیا۔

اے اہل یونان دیکھو تمہارے سپہ سالار کی ٹانگوں میں اتنا بھی دم خم نہیں کہ وہ بستر پر پہنچنے کے لیے اس کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ اے یونان کے لوگوں گواہ رہنا۔ سکندر شراب نہیں پیئے گا کیوں کہ سکندر کو شکست سے نفرت ہے۔

Marfat.com

عرب کے بدو مٹی کے پیالوں میں بدبودار شراب ڈال کر پیتے تھے۔ پھر مرد اور عورتیں پی کر ہوش و حواس سے بے گانہ ہو جاتے تھے تو کپڑے اُتار کر طوائف کعبہ میں مصروف ہو جاتے کیوں کہ اُس وقت اُن کی نظر میں عبادت ریاضت کا اس سے اعلیٰ ذریعہ کوئی اور نہ تھا۔

اگر ہم ہندوستان کی بات کریں تو جب آریائی قوم نے ہندوستان میں قدم رکھا تو اپنے ساتھ بڑے بڑے مٹکوں میں شراب بھی ساتھ لائے جس سے دور تک بدبو اُٹھتی تھی۔

آریائی قوم ان مٹکوں سے شراب نکال کر اپنے پیالے بھر بھر کر پیتے تو ان کے سارے خوف اور وسوسے ہندوستان کے بارے میں اور اپنے آبائی رسم و رواج کو بھول کر شاداں ہو جاتے تھے۔ رات کی سیاہی چاندنی کی چادر کا روپ دھار لیتی۔ ہندوستان کی گرم ہوائیں نسیم سحر کا روپ اختیار کر لیتیں۔ اگر ہمالیہ کی سرد ہوائیں چلتیں تو یہ نشے میں اپنے آپ کو مخمور کر لیتے۔

مقامی باشندوں نے بھی اس کام میں بڑھ بڑھ کر حصہ لیا وہ بھی پیچھے نہ رہے اور انھوں نے شراب کو اپنا مشروب سمجھ کر گلے اور منہ سے لگا لیا۔

پھر جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں شراب کی اثر پذیری ویدوں کا حصہ قرار پائی۔ ہندومت کی کتابوں میں شراب کی وہی حیثیت ہے کہ ان میں دیوی اور دیوتا شراب کے گھروں میں رہتے ہیں۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ خوش ہوتے تو شراب کی ہی شکل میں انعام و اکرام سے نوازتے تھے۔

ہندوستان کے مغل بادشاہ اس سے کب پیچھے رہنے والے تھے۔ ان میں شراب بہت ہی مقبول مشروب تھا۔ کہتے ہیں ظہیر الدین بابر بلا کا مے نوش تھا اس کے پینے کے لئے سمرقند سے شراب منگوئی جاتی تھی۔ جو سمرقند کے مخصوص انگور سے تیار کی ہوئی ہوتی لیکن ''کنواہہ'' کی لڑائی میں جب اس کو مضبوط اور طاقت ور دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا تو اس نے منت مانی کہ اگر لڑائی میں اسے فتح نصیب ہوئی تو وہ شراب کو کبھی پھر نہیں پیئے گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کو فتح نصیب ہوئی۔ اس نے سارے لشکر کے سامنے مے نوشی کے آلات توڑ کر ابدی توبہ کر لی لیکن آگے چل کر اس کی اولاد نے اس بات کی پاسداری نہ کی۔

چنانچہ بابر کے بعد مغل بادشاہ، شہزادے امراء، درباری اہلکار زندگی بھر ''شراب کے مزے لیتے رہے''۔

Marfat.com

شہنشاہ جہانگیر روزانہ ۱۹ تولے دو آتشہ شراب پیتا تھا۔ شراب کی کثرت سے اس کا جگر خراب ہو گیا۔ سانس لینے میں بھی دشواری پیش آتی تھی۔ اُس نے اس کا حل یہ نکالا کہ وہ شراب نوشی کے بعد اونٹنی کا دودھ پیتا تھا۔ اس نسخہ سے اس کی سانس تو بحال ہو جاتی لیکن جسمانی کمزوری کا شکار ہو جاتا۔ اس کی سرحدیں برما، چین اور ایران تک وسیع تھیں۔ اس کو چار کہار ڈولی میں بٹھا کر دربار میں لاتے تھے۔ دربار میں ابھی یہ چند الفاظ ہی بولتا تو اسے کھانسی کا دورہ پڑ جاتا۔ ایسے میں اس کو اپنی ملکہ جو اس کی خاص منظورِ نظر اور آنکھوں کا تارا تھی کا سہارا لینا پڑ جاتا۔

اصل میں جہانگیر کی قوت فیصلہ شراب کی کثرت سے جواب دے چکی تھی۔ اسی لئے تو یہ بات کرتے وقت نور جہاں کا چہرہ دیکھتا رہتا۔ جہاں نور جہاں کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوتے وہیں عالم پناہ اپنا فیصلہ بدل لیتے اور کہتے ہیں آخر میں ایک پیالہ شراب، سیخ کباب اور نور جہاں کی آغوش ہی اس کا ٹھکانہ تھی۔

شاہ جہاں اور اس کے ایک دو بیٹوں کے علاوہ سب ہی شراب کی رات کو محفلیں سجاتے اور نشے میں ایک دوسرے سے داد پاتے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں کچھ عرصہ سکون رہا۔ اس کے زمانے میں پینے پلانے کا معاملہ زیر زمین چلا گیا۔

پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُس وقت ہندوستان کے امراء اور خاص لوگوں نے دیکھا محمد شاہ رنگیلا شراب کے نشے میں دھت ہو کر سرِ عام پیشاب کرتا تھا اور درباری ایسے میں خوشی سے ناچ کے اس کو داد دیتے تھے۔

آخری مغلیہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو شراب کی دیمک نے چاٹ لیا تھا۔ غدر کے دوران جس کو ہم جنگ آزادی کہتے ہیں کہ موقع پر بہادر شاہ ظفر جب اسلامی لشکر کی قیادت کے لیے نکلے تو لال قلعے کے سامنے ہی گھوڑے سے گر گئے تھے۔

جنگ عظیم دوم میں جب اتحادیوں کو شکست ہو رہی تھی تو ایسے میں فوجیوں کے لیے شراب کا کوٹہ بڑھا دیا گیا۔ امریکی فوجیوں پر کوٹہ بڑھانے کا بڑا اچھا اثر پڑا اس سے ان کی کارکردگی بڑھ گئی۔

انگریز سرکار دیسی سپاہیوں کو لڑنے مرنے پر اُکسانے کے لئے بے تحاشا شراب پلاتی تھی۔ یہ سلسلہ پاکستان بننے کے بعد بھی ایک لمبے عرصے تک چلتا رہا۔ جبکہ ہندوستان میں یہ رواج اب بھی جاری وساری ہے۔

پنجاب کے جاگیردار بھی اپنے کمیوں سے لڑائی کا کام لینے کے لئے یہ ہی کچھ کرتے رہے۔ سکھ بھی

Marfat.com

اپنے لڑائی جھگڑوں میں حصہ لینے کے لئے شراب کا بے دریغ استعمال کرتے رہے۔ یہ سلسلہ اب تک اُن میں چل رہا ہے۔

شراب کے بعد پوست دنیا کا دوسرا بڑا نشہ ہے۔ پوست سے نشے کی ۱۸ اقسام تیار کی جاتی ہیں ان میں افیون پہلے نمبر پر ہے۔ زمانہ قدیم ہی سے ہندوستان میں اس کا استعمال جاری ہے۔ نشئی اس کیفیت کو ترنگ کہتے ہیں۔

مغل بادشاہ ہمایوں اس لت کا بری طرح شکار تھا۔ اس کا انتقال بھی افیون کے نشے میں سیڑھیوں سے گر کر ہوا۔ اودھ کے نواب بھی افیون کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔

چین میں افیون بہت کم پیدا ہوتی تھی۔ ۱۷ویں صدی کے شروع میں برطانوی اور فرانسیسی تاجروں نے ان کو اس نشے پر لگا دیا۔ نشہ عام ہوا تو چینی حکمرانوں "مانچو" نے ۱۸۳۸ء اس پر پابندی لگا دی جس کے نتیجے کے طور پر برطانیہ نے چین سے اعلان جنگ کر دیا۔ ۴۲۔۱۸۳۹ء میں چین میں افیون کی جنگ لڑی گئی۔ جس سے برطانیہ کو فتح ہوئی۔ جس کے بعد برطانوی تاجر بھارت سے افیون اور کوکین چین میں فراہم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ پوری چینی قوم افیونی ہو گئی۔

پوست سے چانڈو بنایا جاتا۔ آج سے تیس چالیس سال پہلے لاہور میں چانڈو خانے عام تھے۔

افیون سے ایک کیمیائی عمل سے گزار کر اس سے مارفین تیار کی جاتی۔ یہ مارفین ٹیکے کے ذریعے مریض کے جسم میں داخل کی جاتی مگر نشے بازوں نے اس کو نشے کے طور پر آزادانہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔

جب دنیا میں منشیات نے باقاعدہ کاروبار کی شکل اختیار کی تو سسلی کا جزیرہ 'پلرمو' ڈرگز کا ہیڈ کوارٹر بن گیا۔ انھوں نے زیر زمین اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اس کا سربراہ "گاڈ فادر" کہلانے لگا۔ پھر ڈرگ مافیا نے سیاست دانوں کو خریدنا شروع کر دیا اور اپنی مرضی کے ان سے کام لینے لگے۔

ان کے اثر کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی حکمران کو چند منٹ کے نوٹس پر قتل کروا سکتا ہے۔

ہم نے دیکھا موجودہ دور میں ڈرگ مافیا نے ہیروئن ایجاد کر لی۔ جس سے نشہ دوآتشہ ہو گیا۔ امریکہ، یورپ، ایشاء کے تمام ممالک میں ہیروئن پھیل گئی جس سے ہزاروں اموات ہونی شروع ہو گئیں۔

ادویات اور نشہ آور اجزاء کے استعمال کا آغاز ویدک طب سے ہوا۔ مسلمان حکیموں نے بھی اس کا استعمال بے دریغ کیا۔ اس طرح دانت درد، زکام، آشوب چشم کے لئے بھی اپنے نسخوں میں منشیات کا استعمال بلا

Marfat.com

جواز شروع کر دیا۔

جسمانی کمزوری کی بھی زیادہ تر ادویات میں پوست اور بھنگ استعمال ہونے لگی۔ میڈیکل سائنس اور سرجری کے آغاز کے ساتھ ہی طبی نقطہ نظر سے منشیات کا استعمال لازمی ہوگیا۔ حادثے کے بعد یا اپریشن کے دوران مریض کا احساس درد دور کرنے کے لئے مارفین اور پیتھے ڈین کا انجکشن لگایا جانے لگا۔ گو چند روپے کے اس ٹیکے کے بعد مریض کا درد احساس دور ہو جاتا۔ لیکن انجکشن کا اثر ختم ہونے کے بعد تکلیف زیادہ شدت اختیار کر لیتی۔ لہٰذا مریض کو مجبوراً پھر انجکشن لگانا پڑتا۔ اس عمل کے دروان مارفین کی لذت مریضوں کے نس نس میں بس جاتی اور وہ اس کے مستقل عادی ہو جاتے جس کے بعد ان کی باقی ماندہ زندگی منشیات کے ارد گرد گھومتی رہتی۔ یہاں تک تو بات قابل قبول تھی۔ کیونکہ مارفین کے زد میں آنے والی آبادی کسی طرح اشاریہ ۵ سے زائد نہ تھی۔ لیکن نیند کی ادویات کی ایجاد کے بعد غیر محسوس طریقے سے عام آدمی کی زندگی میں منشیات شامل ہو گئیں۔

مسکن ادویات کا استعمال، اعلیٰ سوسائٹی سے شروع ہوا جہاں تاجر، سیاست دان جاگیردار، وکلا اور زندگی کے مختلف شعبوں سے منسلک لوگوں نے جن کو وقت پر نیند نہ آتی تھی ڈپریشن کا شکار رہتے تھے ان کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے ان کے ڈپریشن کا شکایت رفع ہوگئی تو ان لوگوں نے اس بات کا چرچا اپنی نجی محفلوں میں بڑے فخر سے بیان کرنا شروع کر دیا۔ جس سے سننے والوں کا متاثر ہونا قدرتی امر ہے۔

لہٰذا اس سے خواب آور ادویات کے استعمال کا دائرہ کار وسیع ہوتا چلا گیا۔ اور جلد ہی پھر ترقی یافتہ مما لک میں ان ادویات کا استعمال فیشن بن گیا۔

لوگ سونے سے پہلے گولی کھانا باعث فخر سمجھنے لگے۔ جن لوگوں کو دوا کے بغیر نیند آجاتی اُن کو غریب اور گنوار تصور کیا جانے لگا۔

دوا ساز کمپنیوں نے مارکیٹ دیکھ کر دھڑا دھڑ مسکن ادویات بنانی شروع کر دیں۔ آج یہ گولی تو کل فلاں گولی اس دوڑ میں کچھ عرصہ قبل جرمنی میں نیند کی ایک ایسی حیرت انگیز دوا دریافت ہوئی جو نہ صرف دکھتے ہوئے اعصاب کو سکون دیتی تھی بلکہ مریض اگلے روز خود کو ہشاش بشاش بھی محسوس کرتا تھا۔ اس گولی نے بس پھر کیا تھا یورپ میں تہلکہ مچا دیا۔ ہر مرد کے کوٹ کی جیب میں یہ گولی اور ہر خاتون کے پرس میں یہ گولی ہوتی تھی۔ اس تریاق کی شہرت یورپ سے نکل کر سارے جہاں میں پھیل گئی۔

لیکن پھر ایک حادثہ ہوگیا فرانس کی ایک حاملہ عورت نے کچھ عرصہ تک یہ دوائی کھائی جب اس کے

Marfat.com

ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس کی ٹانگیں اور ہاتھ غائب تھے۔ چند روز کے بعد ہی اسی محلے کی عورت نے بھی ایک ایسے ہی بچے کو جنم دیا۔

تحقیقات کے بعد معلوم ہوا وہ بھی یہ ہی دوا استعمال کرتی تھی۔ اس کے بعد پوری دنیا سے معذور بچوں کی پیدائش کی خبریں آنے لگیں۔

بیلجیم میں ایک عورت نے اپنے معذور بچے کو قتل کر دیا۔ ایک امریکی عورت نے ایسے میں ہسپتال کی انتظامیہ کو اسقاط حمل پر مجبور کیا۔ انکار پر وہ اس کام کے لیے سویڈن چلی گئی۔ اس خوفناک تجربہ کے بعد حاملہ عورتوں کے لئے خواب آور ادویات کے استعمال پر پابندی لگا دی گئی۔

ڈپریشن اور فرسٹریشن کی دریافت کے بعد مسکن ادویات کا استعمال مزید بڑھ گیا۔ کیونکہ ان نشئی مرکبات کے استعمال سے اضطراری کیفیت کے شکار شخص کی حساسیت کند ہو جاتی ہیں اور وہ دوا کے اثر تک پرسکون رہتا ہے۔ ان کے مرکبات کو نشے کی گولیاں یا خواب آور گولیاں کے ٹائیٹل سے بچانے کیلئے ''ٹرینکلا ئزز'' کا نام دے دیا گیا۔ اس وقت ۱۵۰ سے زائد ایسی ادویات مارکیٹ میں موجود ہیں جو سکون یا نیند لانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ طبی نسخوں میں کثرت استعمال اور دوا سازوں کے اشتہارات کے باعث معمولی گھبراہٹ، بے قراری اور ذہنی خلفشار میں ان کا استعمال لازمی ہوتا جا رہا ہے۔ ۸۰ فیصد پڑھے لکھے لوگوں کو ان ادویات کے نام تک زبانی طور پر یاد ہیں۔ جیسے ہی کوئی شخص پریشانی محسوس کرتا ہے فوراً بازار سے گولی خرید کر کھا لیتا ہے۔ مگر نشہ اُترنے کے بعد ذہنی پریشانی دوگنی طور پر اُس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔

ہم نے سب سے پہلے منشیات کے بار میں قرآن مجید سے اور حضور ﷺ کے مختلف فرمانوں سے منشیات کی پرانی تاریخی کچھ روایات تحریر کی ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب اُبھر کر ہمارے سامنے آتا ہے جو منشیات کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ یہ ہمیں اچھے بُرے کی تمیز بتاتا ہے۔

ہم نے دیکھا کہ اسلام سے پہلے شراب اور جوا عرب میں عام تھا۔ اسلام کے شروع میں بھی شراب پینی منع نہ تھی مگر اسلام نے اس کو دھیرے دھیرے وقت کے ساتھ ساتھ پرکھا اور پھر برملا کہا کہ نشہ اور جوا اسلام میں حرام ہے۔

اگر حضور ﷺ پہلے دن سے ہی شراب اور جوئے کے بارے میں سخت رویہ اختیار کرتے تو ہو سکتا

Marfat.com

ہے کہ عرب کی تاریخ آج کچھ مختلف ہوتی اور اسی طرح عالمی تاریخ پر بھی اس کے اثر پڑھتے۔

مگر ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارے پیارے رسول پیارے نبی، پیارے محمد ﷺ نے شراب اور جوئے سے اُس وقت کے مسلمانوں کی ایسے طریقے سے جان چھڑائی کہ موجودہ دور کے ماہر نفسیات بھی حیران ہیں۔

عرب سر عام شراب پیتے تھے وہ بھی بدبودار اور جوا بھی ڈنکے کی چوٹ پر کھیلتے تھے۔

ہمارے نبی ﷺ نے پہلے بتایا نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ جب دیکھا کہ مسلمانوں کی ذہنی تعلیم میں اچھائی آگئی ہے وہ اچھے بُرے کی تمیز کرنا شروع ہو گئے ہیں تو پھر ماہر نفسیات ہونے کے ناطے انھوں نے مسلمانوں کو قرآن کے ذریعے اور احادیث کے ذریعے سے نشے سے نفرت دلوائی اور یہ نفرت ایسے طریقے سے دلائی کہ سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹی گویا ماہر نفسیات حضور ﷺ نے ایک پنتھ دو کاج والا معاملہ کیا۔

جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میری ہر ایک بات کو دل و جان سے مان رہی ہے۔ مجھے اپنی جانوں سے زیادہ عزیز جان رہی ہے اُن کی نظروں میں حضور ﷺ کا مرتبہ دنیا میں اور آخرت میں سب سے بڑا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشہ ختم کروانے کے لیے اپنی طے شدہ حکمت عملی پر عمل کیا۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب قرآن میں فرمایا گیا۔

"تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے ان کو بتاؤ کہ ان میں بہت زیادہ نقصان اور گناہ ہے اگرچہ فوائد بھی ہیں"۔

پھر دوسری بار قرآن میں ارشاد فرمایا گیا تم لوگ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جایا کرو۔

پھر قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر جب شراب کو منع قرار دیا گیا تو حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے پھر حضور ﷺ نے ایک جگہ اور فرمایا۔

"مسکرات سے بچتے رہو کیونکہ یہ ہر برائی کی جڑ ہیں"

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات ہر نشہ آور چیز کے استعمال کو لعنت قرار دیا اور مزید کہا کہ اس پر دس طرح سے لعنت ہے۔ تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں اُن کے تہواروں میں ناچ گانا شراب جوا ور زنا اکثر ہوتا ہے مگر اسلام میں ہر تہوار کا ایک اپنا اعلیٰ مقام اور معیار ہے۔ اسلام ہر خوشی کے موقع پر کہتا ہے کہ

Marfat.com

پہلے اللہ کی عبادت کرو پھر حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے تحت اپنی خوشی کا اظہار کرو مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل سارے مسلمان پریشانیوں میں اور مشکلات کا شکار ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ ہم نے اسلام کے بنائے ہوئے اور بتائے ہوئے اصولوں کو نظرانداز کر دیا ہے۔

اگر نشہ کے بارے میں قرآن اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلیں تو ہمارا ڈپریشن' ہماری پریشانیاں نہ صرف دور ہوں گی بلکہ ہمیں ذہنی سکون بھی میسر آئے گا۔

جب انسان نشہ کرتا ہے تو پھر وہ اپنے ہوش وحواس کھو دیتا ہے وہ ایسی حرکتیں کرتا ہے جس کی کوئی بھی تہذیب اجازت نہیں دیتی مگر اس کا کیا کریں کہ انسان نشے سے باز ہی نہیں آتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی شرابیوں اور جواریوں کے گھر برباد ہو گئے اور وہ منہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہے۔ معاشرے میں بھی وہ ذلیل ورسوا ہوئے اور آخرت میں بھی وہ ذلیل ورسوا ہی ہوں گے۔

نشہ وقتی طور پر تو آپ کو ذہنی سکون اور کچھ خوشی عطا کر سکتا ہے مگر دائمی طور پر نشہ آپ کو ہمیشہ کیلئے اپنا بنا لیتا ہے اور آپ کا پھر ہمیشہ کے لیے ذہنی سکون برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ نشے میں انسان کو طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔ پھر وہ ان ہی بیماریوں کو گلے سے لگائے چل دیتا ہے جیسے جگر کی بیماری، گردوں کا فیل ہونا، پھیپھڑوں کا ناکارہ ہونا۔ جسم سے طاقت کا ختم ہونا۔ کسی کام کاج کے قابل نہ رہنا۔ نشے میں ہی وہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جاتا ہے۔

یورپ' امریکہ' ایشیا' افریقہ اور آسٹریلیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ مادی ادوار میں شامل ہونے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلتے ہیں پھر جب اُن کو اپنی منزل دکھائی نہیں دیتی تو نشے کا سہارا لیتے ہیں جس سے وہ دھرتی کا بوجھ بن جاتے ہیں جس میں وہ رہ رہے ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت لقمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت اور نفسیات کو مدنظر رکھ کر ایسی عملی تعلیم دی ہے کہ آج تک کسی بھی آسمانی کتاب میں اتنا مفصل اور تشریح کے ساتھ ذکر پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ حضرت لقمان نے جو اپنے بیٹے کو نصیحتیں کیں تھیں ہمارے حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات ساری زندگی خود ان باتوں پر عمل کیا بلکہ اپنے صحابہ کرامؓ اور آئندہ قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کو ان نصیحتوں پر عمل کرنے پر زور دیا اور حضور ﷺ اس مسئلہ پر کامیاب و کامران رہے۔ جب تک دنیا باقی ہے نصیحتیں عام انسان کے لئے زندگی گزارنے کے لئے اُن کے لئے روشنی کا مینار اور مشعل راہ رہیں گی ہم اُن نصیحتوں کا نفسیات کے حوالے سے یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت لقمان نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا یہی بات ہمارے حضور ﷺ نے ہمیں سب سے پہلے بتائی تھی۔ یعنی توحید کا اقرار جس میں پانچ کلمے آجاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات شرک اور بدعت کے فرق کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ پھر ہمیں اس کی نمایاں جھلک سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۃ اخلاص اور سورۃ محشر کی آخری آیات میں ملتی ہے۔ اگر ہم نے اللہ کی صفت کو جاننا ہو پہچاننا ہو تو مندرجہ بالا سورتوں کو پڑھ کر جان سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا ناطہ بڑے احسن طریقے سے جوڑ سکتے ہیں۔

دوسری نصیحت حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ کی کہ اپنے والدین کا حق پہچانو یعنی ماں باپ کی عزت کرو اُن کی فرمابرداری اور تابع داری کرو۔ اس بات کو ہمارے حضور ﷺ نے مزید وضاحت کے ساتھ عملی طور پر والدین کے حقوق اور ان کے احترام کرنے پر زور دیا ہے۔ ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اُسے اپنے پیٹ میں رکھا' دو سال تک پھر اُسے دودھ اپنا پلایا۔ سردی اور گرمی میں اُس کی حفاظت کی مرتے دم تک اُس کو دعائیں دیں اور باپ نے اُس کی تعلیم و تربیت کی۔ خود بھوکا رہا مگر اُس کو کھانا کھلاتا رہا۔ یعنی اُس کے بڑا ہونے تک اُس کے نان نفقہ کو ادا کرتا رہا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تمہاری والدہ وفات پا چکی ہوں تو والدہ کی سہیلیوں

Marfat.com

کی ماں کی طرح عزت اور خاطر داری کرو۔ ماں باپ کے ساتھ اونچی آواز کے ساتھ نہ بولو اور انہیں اُف تک نہ کہو۔ ماں باپ کے پاؤں تلے جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا شکر ادا کرو پھر والدین کا شکر ادا کرو۔ ایک دفعہ ایک شخص آیا اُس نے کہا حضور ﷺ میں کافروں سے جنگ کرنا چاہتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا ہاں تو حضور ﷺ نے فرمایا انہی کی خدمت کر۔ پھر حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہو اللہ اسے نکال لائے گا وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ بیٹا نماز قائم کرنے کا حکم دے بدی سے منع کر اور جو مصیبت پڑے اُس پر صبر کر۔

اس کی مزید وضاحت قرآن مجید کی سورۃ الزلزال میں یوں بیان کی گئی ہے۔

> ”جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی۔ اور انسان کہے گا یہ اس کو کیا ہو رہا ہے؟ اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی کیوں کہ تیرے رب نے اُسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا۔ اُس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تا کہ اُن کے اعمال اُن کو دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا“۔

پھر اس بات کو حضور ﷺ نے ماہر نفسیات انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے یعنی اگر انسان کوئی نیکی خلوص دل سے کرے گا تو اُس کا بدلہ بھی اُس کو ایسا ہی ملے گا اور اگر کوئی انسان نیکی صرف دکھاوے کے لئے کرے گا تو اُس کی نیکی رائیگاں جائے گی اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم جو کام بھی کریں وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے کریں۔ ایسا کرنے سے کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

حضور ﷺ نے ساری زندگی اپنی امت کو نماز پڑھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ لڑائی میں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ساری زندگی صحابہ کرامؓ کو نیکی کرنے کے لیے کہا اور بدی کے آگے ڈٹ جانے کو کہا یعنی بدی کو جڑ سے اُکھاڑنے پر زور دیا اور مشکل وقت میں صبر کرنے کا کہا۔ حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کی طرح خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ جنگ اُحد میں جنگ خندق میں اور مکہ میں آپ کو سینکڑوں تکالیف

Marfat.com

برداشت کرنی پڑیں۔ طائف کے سفر کے موقع پر شعب ابی طالب کے موقع پر ہجرت کے موقعے پر آپ نے لاتعداد مشکلات کا سامنا کیا مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ پھر حضور ﷺ کا صبر کام آیا اور حضور ﷺ انسان کامل تھے انبیاء علیہم السلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے اونچا بنا' آپ کو خوشخبری دینے والا بنایا گیا۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کا کہ تو اکڑ کر زمین پر نہ چل۔ اللہ تعالیٰ خود پسند اور فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اسی بات کو حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے پسند کیا۔ حضور ﷺ نے کئی بار فرمایا تکبر اور ظاہری دکھاوے سے بچو۔ اکڑ اکڑ کر نہ چلو۔ زمین پر عاجزی سے چلو۔ ایڑیوں کے بل نہ چلو بلکہ میانہ روی اور وقار کے ساتھ چلو۔ جس میں عاجزی اور انکساری ہو۔ اور اونچی اونچی آواز میں باتیں نہ کرو اور اپنی آواز کو پست کرو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اونچی آواز میں بولتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ وہ جھگڑ رہے ہیں۔ دوسروں پر بے جا رعب ڈال رہے ہیں۔ فرعونیت دکھا رہے ہیں۔ اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ اور ممتاز بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنی مکاری خود فریبی دروغ گوئی کر کے اصلی بات کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے ایک مقولہ سنا ہوگا کہ ''پھلدار ٹہنی اور جھک جاتی ہے''۔ یہ مقولہ بالکل سچ ہے۔ اسی لیے تو ہمارے حضور ﷺ نے اونچی آواز سے بات کرنے مکاری اور دروغ گوئی کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم جب گفتگو کریں تو دھیمے لہجے میں آرام کے ساتھ سکون کے ساتھ دوسرے کی بات سنیں اور پھر تحمل سے اعتدال پسندی سے جواب دیں کیوں کہ سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔

پھر سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کر رکھی ہیں''۔ (آیت:۲۰)۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایجادات کا زمانہ ہے۔ انسان ہر روز نت نئی ایجادات کر رہا ہے۔ انسانی عقل ان ایجادات کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے مگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بتا دیا تھا کہ انسان کے لئے زمین و آسمان کی تمام کی تمام چیزیں مسخر کر رکھی ہیں۔ اُس وقت لوگ معراج کے واقعہ کو سن کر حیران ہوتے تھے اُس وقت نہ تو ایجادات ہوئیں تھیں اور نہ ہی انسان نے سائنسی ترقی کی تھی مگر حضور ﷺ کے توسط سے ہمیں اُس وقت بھی معلوم ہو گیا تھا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور جو کچھ بھی ہے دنیا میں انسان کے لئے ہی ہے حضور ﷺ نے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے جس طرح سفر کیا تھا ابھی تک انسان اس طرح کا سفر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ قرآن کی ایک ایک بات اور حضور ﷺ کا ایک

Marfat.com

ایک ارشاد سچا اور برحق ہے۔ ہوسکتا ہے ہم نہ ہوں گے آنے والے وقتوں میں انسان شائد ویسے ہی سفر کرے جیسا ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے راتوں رات کرایا تھا۔ شرط صرف اتنی سی ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے بتائے ہوئے راستوں اور اصولوں پر چلا جائے۔

سورۃ لقمان میں پھر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ زمین میں جتنے بھی درخت ہیں قلم بن جائیں اور سمندر (دوات) بن جائیں تب بھی اللہ کی باتیں لکھنے سے ختم نہ ہوں گی اللہ تعالیٰ ہر رات اور دن کو پیدا کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔

ہماری کائنات میں جتنے بھی جہان ہیں سب اللہ نے ہی بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی مخلوقات بنائی ہیں کہ انسان شائد قیامت تک اُس کا احاطہ نہ کر سکے گا۔ ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ بارش اللہ برساتا ہے۔ انسان کیا کماتا ہے کیسے کماتا ہے اور مستقبل میں وہ کیا کرے گا۔ یہ سب راز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ وہی مارنے والا وہی زندہ کرنے والا اُسی کی حکمرانی سمندروں اور ہواؤں میں ہے۔ وہ سب کچھ کرنے والا ہے بس اگر انسان صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے تو اُس کو پھر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابی کا پروانہ کہہ لیں ٹکٹ کہہ لیں کامیابی کی کنجی کہہ لیں۔ کامیابی کی ضمانت کہہ لیں کوئی بھی نام رکھ لیں لیکن ہے تو وہ کامیابی بھی اور کامرانی بھی اول بھی اور آخر بھی۔ انسان کو آخر کار انشاء اللہ کامیابی ملے گی۔ حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات یہ تمام باتیں اپنی امت کو سمجھا دیں تھیں۔ آگے اُمت کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان باتوں پر غور کرے سمجھے اور عمل کرے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

القابات: عشرہ مبشرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہر اچھا کام کرنے والا جو بھی ہوتا ہے، جیسا بھی ہوتا ہے۔ دنیا میں ازل سے ہی اچھے کام کرنے والے کو کوئی نہ کوئی لقب دیا جاتا ہے۔ پھر وہ لقب اس کے نام کا حصہ بن جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے اصلی نام کی بجائے اس کو جو لقب عطا کیا جاتا ہے اسی کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے اور دنیا اس کو لقب سے ہی پکارتی ہے یا بلاتی ہے۔

یہ لقب بہادری پر بھی ملتا ہے، نیکی پر بھی ملتا ہے۔ اس کے کردار کی وجہ سے بھی ملتا ہے۔ اس کے کسی خاص کارنامے کی وجہ سے بھی ملتا ہے جو کارنامہ اس نے سرانجام دیا ہوتا ہے۔ کسی کو بہادری میں یعنی جنگ میں، کسی کو ایمان داری میں، کسی کو کسی چیز کو ایجاد کرنے پر، کسی کو سخاوت پر، کسی کو شجاعت پر، کسی کو ایسے اچھے کارنامے پر جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لوگوں کے لیے باعث رحمت بن جائے۔

القابات بادشاہ وقت بھی عطا کرتے ہیں اور بعض اوقات عوام بھی کسی انسان کو اس کی خاص خوبی کی بنا پر عطا کرتے ہیں۔ القاب کو دینے والا خواہ بادشاہ ہو یا عوام ہوں سب القاب دے کر القاب کو دینے والے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس سے عوام میں خوشی، جوش و خروش بڑھ جاتا ہے اور القاب لینے والا بہت زیادہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے وہ پھر پوری لگن سے تن دہی سے ساری زندگی اچھے کاموں میں صرف کرنے کے لیے دل کی گہرائیوں سے کوشاں رہتا ہے۔ ایسے میں وہ ہمیشہ شاداں رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے مشن کی کامیابی کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

ہمارے پیارے حضور ﷺ دنیا کے سب سے بڑے ماہر نفسیات تھے۔ حضور ﷺ

Marfat.com

ہر انسان کو دیکھتے تھے، پرکھتے تھے۔اس سے بات چیت کرتے تھے۔دوست ہو یا دشمن، سب کی ٹھنڈے دل سے صبر کے ساتھ بات سنتے تھے پھر اس انسان کی ذہنی کیفیت کے مطابق اس سے اچھا سلوک کرتے تھے۔ بدترین دشمن کو بھی وہ پوری بات کرنے کا موقع دیتے تھے اور اس کو ہر طرح سے قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جن میں سو فیصد کامیاب رہتے تھے۔

آپ نے اپنی حیات میں بے شمار لوگوں کو دیکھا۔ان کی دل جوئی کی، ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جنہوں نے بہت زیادہ اچھے کام کیے ان کے ساتھ دل و جان سے پیار کیا، شفقت کی، محبت کی، الفت کی، صلہ رحمی کی۔ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھا۔ان کے غم کو اپنا غم جانا۔ ہر مشکل وقت میں حضور ﷺ نے ان کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے ساتھ کوئی قول و قرار کیا تو اپنے وصال تک اس کو پورا کیا۔

عقبہ ثانی پر جب حضور ﷺ نے مدینہ سے آنے والے لوگوں سے پوچھا:

”کیا تم دین حق میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟ اور جب میں تمہارے شہر جا بسوں، کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہلِ وعیال کی طرح مدد کرو گے اس پر مدینہ کے ایمان والوں نے پوچھا کہ ایسا کرنے کا ہمیں کیا معاوضہ ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جنت (جو نجات اور اللہ کی خوشنودی کا محل ہے) پھر ان سب عاشقان رسول ﷺ نے اس رات بیعت کر لی“۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ان میں سے بارہ (۱۲) آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان سب کو نقیب کا لقب عطا فرمایا:

”آپؐ نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے لیے بارہ آدمیوں کا انتخاب کیا تھا اسی طرح میں نے آپ کو منتخب کیا ہے تاکہ تم جا کر یثرب میں اسلام کی اشاعت کرو اور مکہ والوں میں یہ کام میں خود کروں گا“۔

Marfat.com

بارہ (۱۲) نقیبوں میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارہؓ	۲۔ سیدنا رافع بن مالکؓ	۳۔ عبادہ بن صامتؓ
۴۔ سعد بن ربیعؓ	۵۔ عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ	۶۔ عبداللہ بن رواحہؓ
۷۔ براء بن معرورؓ	۸۔ عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ	۹۔ سعد بن عبادہؓ
۱۰۔ اسیر بن حضیرؓ	۱۱۔ سعد بن خیثمہ	۱۲۔ ابوالھشیم بن تیہانؓ

ان بارہ (۱۲) نقیبوں نے وہ کام کیا جو اس سے پہلے کرنا ناممکن تھا۔ ان چاہنے والوں نے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ جب یہ یثرب واپس پہنچ گئے پھر ان سب نے دن کو دن نہ سمجھا، رات کو رات نہ سمجھا۔ بس ان پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح سارا مدینہ مسلمان ہو جائے یہ سب گھر گھر جاتے' اسلام کا پیغام سناتے' دین اسلام کی تبلیغ کرتے ۔ یہ گلی گلی جاتے، محلے محلے جاتے' مدینے کے باغوں میں جاتے' ہر آنے جانے والے کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے صرف ایک ہی مشن کے لیے سوچتے، وہ مشن دین اسلام کی اشاعت کا مشن ہوتا۔ جب نیت نیک ہو مقصد اعلیٰ ہو خلوص ہو' کام کرنے کی لگن سوار ہو اور دھن کے پکے ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدوں کی دعائیں بھی اور ان کی کوششیں بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے' پھر وہ اپنی غیبی مدد بھی فراہم کرتا ہے۔ اب ان کی کوششوں سے مدینے کے گلی کوچوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ مدینے کے لوگوں کو مسلمانوں سے ہمدردی ہونے لگی۔ ان میں اسلام کے متعلق جاننے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پھیلانے کے لیے راہیں کھول دیں۔

حضور ﷺ نے جب ان کا لگن اور شعور دیکھا تو ان کو اطمینان ہونا شروع ہو گیا۔ دوسری طرف مکہ کے مسلمانوں پر کافروں نے زندگی اجیرن کر کے رکھ دی۔ آئے روز وہ مکہ کے مسلمانوں کو تنگ کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ترک وطن کی اجازت دے دی۔ ترک وطن کرنے والے مہاجرین خوش ہو گئے۔ ان کو اپنا گھر بار چھوڑنے کی نہ پرواہ تھی اور نہ ہی غم تھا بلکہ ان کی خوشی یہ تھی کہ وہ مدینہ جا کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت پوری یکسوئی اور پوری آزادی سے کر سکیں گے۔

مدینہ کے ان بارہ نقیبوں اور ان کے ساتھیوں نے ایسی فضا قائم کر دی کہ مدینہ کے

Marfat.com

لوگ شدت سے بے تاب ہو کر چاہنے لگے کہ حضور ﷺ بھی اب مدینہ میں ہجرت کر کے آ بسیں پھر ان کی محنت رنگ لائی۔ مدینہ کا بچہ بچہ حضور ﷺ کی مدینہ میں آنے کی راہ دیکھنے لگا۔ آپ حیران ہوں گے کہ مسلمانوں کے اس جذبے سے یہودی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضور ﷺ کے آنے کی اطلاع بھی ایک یہودی نے جو ایک پہاڑ پر کھڑا تھا ہی نے مدینہ کے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی تھی وہ مسرور ہو کر بولا تھا۔ لو محمد ﷺ آ گئے۔ جن کا تمہیں انتظار تھا۔ اس کی اس بات میں جوش و خروش نمایاں تھا۔

بارہ نقیبوں اور دوسرے مسلمانوں کی بدولت مدینہ میں پہلی مسجد بنی۔ پہلی اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی۔ ان نقیبوں اور دوسرے مسلمانوں نے اسلام کی سربلندی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا پھر سارے عالم نے دیکھا کہ اسلام نہ صرف مدینہ سے نکل کر عرب کے کونے کونے میں پھیل گیا بلکہ اس نے بہت جلد دنیا کے کئی ممالک تک اپنے آپ کو منوا لیا۔ یہ حضور ﷺ کے القابات کا ہی اثر تھا کہ اسلام تیزی سے ترقی کی طرف گامزن ہو گیا۔

مختلف القابات جو حضور ﷺ نے مختلف مسلمانوں کو دیے۔ ان کو صرف مختصر طور پر ذکر کیا جائے گا۔ انشاءاللہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو حضور ﷺ کے القابات پر پوری کتاب لکھنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں پر چند صحابہؓ کے بارے میں بیان کیا جائے گا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور ﷺ نے سیدنا امیر حمزہؓ کو جو فاتح بدر، عم الرسولؐ تھے۔ ان کی شہادت پر سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا تھا۔ حضرت حمزہؓ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ آپؐ کے چچا ہونے کی نسبت سے پیار اور محبت بھی بہت زیادہ تھا۔ ان میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ یہ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ ان کی خوبیاں بے شمار تھیں۔ یہاں پر چند خوبیوں کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔

۱: یہ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کو لشکر اسلام کے پہلے کمانڈر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے دین مصطفیٰ کو تقویت اور عزت ملی۔

۲: ان کو حضور ﷺ کے رضائی بھائی پیارے چچا بچپن کے عزیز دوست ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۳: انھوں نے رسول اللہؐ مدد کی اور معاونت کی خاطر بدر اور اُحد میں مشرکین مکہ کے غرور اور تکبر کو خاک میں ملا دیا تھا۔

۴: جب حضرت حمزہؓ مدینہ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے پہلا پرچم ''لوائے ابیض'' آپ کے لیے باندھا۔

۵: ان کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز میں براق اور میرے چچا حمزہؓ میری اونٹنی ''عفیا'' پر سوار ہو کر میدان قیامت میں آئیں گے۔

۶: آپؓ کی شہادت پر حضور ﷺ نے (۷۰) بار استغفار کی اور قبر کھود کر دفن کیا۔

۷: ان کی قبر کی زیارت کرنے کو حضور ﷺ باقاعدگی سے تشریف لاتے اور پہچان کے لیے پرچم نصب فرمایا۔

۸: یہ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کی تربیت اطہر سے خاک شفا لے کر خاتونِ جنت سیدہ فاطمہؓ

Marfat.com

نے تسبیح بنائی اور ان پر ذکر الٰہی فرمایا کرتی تھیں۔

9: یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے حب رسولؐ میں ابوجہل کے سر پر کمان مار کر زخمی کر دیا تھا (المعارف)

10: حضورؐ نے اپنی چادر مبارک میں کفن دے کر سپرد خاک کر کے بہشت کی طرف روانہ کر دیا

11: یہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کو ساتویں آسمان پر اسد اللہ اور اسد الرسولؐ لکھا گیا۔ (معراج النبوۃ، جلد اوّل)

12: حضورؐ نے آپ کی صاحبزادی کو فرمایا تھا کہ میں تمہارا والد ہوں۔

13: ان کی شہادت پر آنسو بہانے والی خواتین صحابیات سے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری اولاد اور ان کی اولاد سے راضی ہو (روزنامہ نوائے وقت، ۲۳ اگست ۲۰۱۳ء)

حضرت حمزہؓ کو غزوہ اُحد میں لشکر اسلام کے جو لوگ زرہ پوش نہ تھے۔ ان کا حضور ﷺ نے ان کو سردار بنایا (سیرت ابن اسحاق) حضرت حمزہؓ نے عثمان بن ابی طلحہ کو قتل کیا تھا جو بڑا دشمن دین تھا۔ حضرت حمزہؓ کو وحشی بن حرب نے قتل کیا تھا جو جبیر مطعم کا غلام تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اس نے مسلیمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے آپ کی شہادت کے بعد کلیجہ چبایا اور ان کی لاش کا مثلہ بھی کیا (سیرت ابن اسحاق) حضرت حمزہؓ کی شہادت پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا جذبہ تو ہے کہ حضرت حمزہؓ کی لاش اسی حالت میں پڑی رہے اور قیامت کے روز اس کے اجزاء درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع ہوں مگر اس جذبہ پر عمل اس لیے نہیں کرتا کہ پھر یہ ایک سنت مان لی جائے گی۔ اس کے علاوہ حضرت حمزہؓ کی بہن صفیہؓ ان کو برداشت نہیں کریں گی۔ (صحابہ کرامؓ کا عہد زریں، سیرت علیہ، مدارج النبوت) حضور ﷺ سب سے زیادہ ان کی شہادت پر روئے (سیرت ابن ہشام) حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھ کر فرمایا تھا ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گذرا۔

حضرت حمزہؓ ساتوں آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول ہیں (صحیح بخاری)

Marfat.com

ان کے بلند درجات کا تصور کیجیے کہ جن کو حضور ﷺ نے شیر خدا اور شیر رسول ﷺ کے علاوہ سید الشہدا کہا ہو ان کا کتنا بڑا مقام ہوگا۔ حضرت حمزہؓ اگر جنگ اُحد میں شہادت کے مرتبے پر فائز نہ ہوتے تو ہو سکتا ہے ان کا رتبہ اپنے کارناموں اور بہادری اور جوشیلے پن کی وجہ سے کوئی بھی نہ جان سکتا۔ اب بھی ان کے رتبے کو شاید ہی کوئی پا سکے۔ جنگ بدر اور جنگ اُحد میں ان کی خدمات کسی بھی بات کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔ آپ ﷺ نے کہا تھا کہ قیامت والے دن میں براق اور حضرت حمزہؓ اونٹنی پر سوار ہو کر میرے ساتھ میدان قیامت میں آئیں گے۔ بھلا اس سے زیادہ کسی شہید کو اس سے بڑا قابلِ تحسین مرتبہ کیا ہو سکتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے ہمارے حضور ﷺ نے ان کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ قیامت والے دن سو فیصد سچ ثابت ہوگا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم حضرت حمزہؓ کے نقش قدم پر چلیں تا کہ اسلام کا غلبہ ساری دنیا میں ہو جائے (آمین ثم آمین)

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام عبداللہ ہے، ابوبکر کنیت ہے، صدیق اور عتیق لقب، باپ کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ ہے، ماں کا نام سلمیٰ اور اُم الخیر کنیت ہے، حج فرض ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا قائم مقام اور امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا۔ آپ کا تعلق قریش کے معزز قبیلہ بنوتیم سے تھا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ''عتیق من النار'' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ (محمد عربیؐ انسائیکلوپیڈیا مولف ڈاکٹر ذوالفقار کاظم) پھر حضور ﷺ نے ان کو صدیق اکبر کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ معراج کے واقعہ پر ان کو صدیق اکبرؓ کہا گیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ معراج کے واقعے کے بعد کئی لوگ اس وقت یقین نہیں کر رہے تھے۔ ان کا ایمان کمزور تھا۔ ان کے لیے یہ بات ناقابل یقین لگتی تھی کہ حضور ﷺ ایک ہی شب میں بیت المقدس سے ہو کر واپس آگئے ہیں۔ جہاں پر پہنچنے کے لیے ایک مہینہ آنے میں اور ایک جانے میں لگ جاتا ہے۔ مگر حضور ﷺ وہاں سے بھی اور آسمانوں سے بھی ہو آئے ہیں۔

ایسے موقعے پر صرف واحد ہستی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے جب اہلِ مکہ نے یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کو سنایا تو انھوں نے سن کر فرمایا اگر آپ ﷺ نے واقعی یہ ہی فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے۔ انھوں نے مزید کہا ہے کہ جب اللہ آسمان سے چند لمحوں میں وحی نازل فرما سکتا ہے تو اس کے لیے رات بھر میں حضور ﷺ کو مسجد حرام (مکہ) سے بیت المقدس لے جانا اور واپس لے آنا کونسا مشکل کام ہے۔

یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد میں آئے اس وقت حضور ﷺ بیت المقدس کا

Marfat.com

حال بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی بیت المقدس دیکھ رکھا تھا جب حضور ﷺ مسجد اقصیٰ کا بیان فرما کر فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا (صدقت یا رسول اللہؐ)......یعنی حضور ﷺ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کہلائے۔ (حیات محمدؐ مولف: محمد حسین ہیکل)

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کے بچپن کے ساتھی اور غمگسار تھے۔ ایک دوسرے کو جانتے تھے اور دل و جان سے ایک دوسرے پر فدا تھے۔ آپؓ نے اپنی لخت جگر حضرت عائشہؓ کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا۔ اس طرح یہ دوستی رشتے داری میں تبدیل ہوگئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ آپؓ ہر وقت اور ہر خاص موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ ان کا سایہ بن کر رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے جب اسلام کے لیے دعوت دی تو انھوں نے غیر مشروط طور پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام کو گلے لگالیا اور اس موقع پر کسی بھی قسم کا شک وشبہ نہ کیا کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ ایماندار، دیانتدار کبھی جھوٹ نہ بولنے والے تھے۔ اسی لیے ابوبکر صدیقؓ **سابقون الاولون** میں سے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ اپنا مال جسم و جان سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رہتے۔ آپ لڑائی کے وقت آپؐ کے اردگرد حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ پھر ہجرت کے موقع پر آپؓ ہر آن ہر لمحہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی نصرت سے مدینہ تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ سے بڑھ کر مجھ پر کسی نے مجھ پر احسان نہیں کیا۔ انھوں نے اپنے مال کا بڑا حصہ راہ حق پر خرچ کر ڈالا۔ حضرت بلالؓ جو غلام تھے۔ ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مال سے آزاد کروایا۔ آپؓ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی کسی کے سامنے متکبرانہ انداز اختیار نہ کیا۔ آپؓ کھانے پینے میں اور لباس میں حلال کا خاص رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے بکثرت روتے رہتے تھے۔ آپؓ شجاعت اور ثابت قدمی میں بے مثال تھے۔ حضور ﷺ کے وصال پر اور زکوٰۃ کے مسئلے پر ڈٹ گئے تھے اور نہایت بردباری سے اپنی باتیں ٹھوس دلائل سے منوائیں تھیں۔ حضرت اسامہ کے لشکر کی روانگی

Marfat.com

میں کمال ہمت کا مظاہرہ کیا تھا۔

۱: آپؓ نے بغیر کسی تردد وشک کے دل وجان سے دین اسلام قبول کیا۔

۲: اسلام لانے کے بعد اپنے تمام احباب جن میں دوست، رشتے دار، ملنے جلنے والے سب شامل تھے کو دعوت اسلام دی جن کی مثالیں عثمان عفانؓ، زبیر بن العوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، ابوعبید بن الجراحؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عثمان بن مظعونؓ ابوسلمہ الارقمؓ اور خالد بن سعیدؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ آپؓ کی دعوت ہی سے اسلام کے سچے اور کھرے سپاہی بنے۔

۳: رسول اکرم ﷺ کا دفاع کئی موقعوں پر جان ہتھیلی پر رکھ کر کیا مکہ میں ایسے کم از کم تین موقعوں پر آپؓ حضور ﷺ کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔

۴: ہجرت کے موقعے پر حوصلہ مند شخص ابوبکرؓ ہی ہو سکتے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت میں رفاقت کروں گا تو خوشی سے رونے لگے۔ ان کی شجاعت ہجرت کی راہ میں قدم قدم پر ظاہر ہوتی ہے۔ غارِ ثور میں تین دن آپؓ کی بیٹی کھانے لے کر آتی تو مکہ کی خبریں ان کو پہنچ جاتیں۔

۵: آپؓ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ بدر سے لیکر بتوک تک۔ یہاں تک کہ بدر کے دن آپ اپنے بیٹے کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے تھے مگر حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ آگے نہ بڑھو تمہاری ہمیں ضرورت ہے۔ اپنے وجود سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ (خلفائے راشدین حسن کردار اور عمل از الشیخ خالد البیطار)

حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر کمرے کے درمیان اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کپڑے میں لپٹے آرام فرما رہے تھے۔ یمن کے علاقے کی چادر آپ پر ڈھکی ہوئی تھی جناب ابوبکرؓ وجود مقدس کی طرف متوجہ ہوئے چہرے انور سے چادر ہٹائی اس پر متوجہ ہو کر اسے بوسہ دیا اور کہا:

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ اللہ تعالیٰ نے جو موت آپ ﷺ کے لیے لکھی تھی اس کا ذائقہ آپ ﷺ نے چکھ لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر کبھی موت طاری نہ ہوگی

Marfat.com

پھر آپؓ نے ایسی پُر سوز تقریر کی جس میں قرآن کی آیات میں حضور ﷺ کا ذکر تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے آپ کو مخاطب کر کے کہا

"گویا اب میری سمجھ میں آیا۔ میں زمین پر گر پڑا میرے پاؤں نے میرا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ حادثہ موت سے دوچار ہو چکے ہیں"۔ (خلفائے راشدین از الشیخ خالد البیطار)

صلح حدیبیہ میں جب مسلمان پریشان تھے۔ حضرت عمرؓ کی باتیں سن کر کہا عمرؓ اپنے دائرہ میں رہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں جو مستقبل کے فیصلے کیے تھے۔ ان پر سختی سے عمل کیا اور کہا "کتے اور درندے مجھے نوچ ڈالیں تو بھی میں حضور ﷺ کے طے شدہ فیصلے تبدیل نہیں کر سکتا۔ آپؓ نے قرآن عزیز کو جمع کیا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے۔ آپؓ نے حضور ﷺ کی زندگی میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ابا حضورؓ کمزور دل کے مالک ہیں۔ قرآن پڑھتے ہوئے ان کے آنسو نہیں رکتے۔ آپ ﷺ امامت کسی اور سے کروالیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

نماز ابوبکرؓ ہی پڑھائیں گے...... یوسف علیہ السلام کو جس طرح باتوں میں کچھ خواتین نے الجھانے کی کوشش کی تھی تم بھی ایسا ہی کرنا چاہتی ہو۔

لوگوں نے پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر ابوبکر صدیقؓ نے

۱۔ جیش اسامہ کو جنگ کے لیے روانہ کیا۔

۲۔ مرتدین اور مدعیان نبوت کے خلاف لشکر کشی کی۔

۳۔ عراق کی طرف لشکر اسلام روانہ کیا۔

۴۔ شام کی طرف لشکر اسلام کی معرکہ آرائیاں شروع ہو گئیں۔

ابوبکر صدیقؓ کا سب سے بڑا کام جو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کسی عزیز رشتے دار کو والی مقرر نہیں کیا۔ منگل کی شب مغرب اور عشاء کے درمیان

Marfat.com

آپ کا انتقال ہوگیا۔۲۲ جمادی الآخر ۱۳ ہجری کی تاریخ تھی ۔حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔روضہ رسولؐ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔آخری جملہ جو ابوبکرؓ نے ادا کیا۔وہ سورہ یوسف کی آیت کا ٹکڑا تھا۔

"پروردگار حالت اسلام میں مجھے موت دے اور مجھے نیکوکاروں میں شامل کردے"

آپؓ سے ۱۴۲ احادیث روایات کی گئی ہیں۔آپ اپنی زبان کو پکڑ کر فرماتے "یہ ہی ہے جو باعث ہلاکت مقامات سے دوچار کرتی ہے"۔

حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات آپ کو دو القابات دیئے تھے۔جن کا ذکر کیا جا چکا ہے لیکن سب سے زیادہ لقب صدیق اکبر ہی مشہور ہوا۔حضور ﷺ کی زندگی میں اور اپنی خلافت میں آپؓ نے وہ کارنامے سرانجام دیے جو کوئی اور نہ دے سکتا تھا۔آپؓ نے ہر وقت ہر گھڑی دین اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کرلیا تھا۔سخاوت ،بہادری ،جانثاری ،سچ بولنے ،سچ کہنے ، مسلمانوں کی مدد اور فلاح کے کاموں میں اور اسلام کو سارے عرب میں پھیلانے کے لیے آپ نے اپنی ساری زندگی کو اپنا مشن بنائے رکھا۔اللہ نے ان کا مشن پورا کرنے میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا ہے۔جب بھی اللہ اور رسول ﷺ کا نام آئے گا پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے جو انھوں نے اسلام کے لیے سرانجام دیئے تھے کا ذکر بھی ضرور آئے گا۔حضور ﷺ نے بطور نفسیات دان جو ان کی دنیا کے لیے اور آخرت کے لیے ترتیب دی تھی قیامت والے دن ان کا کام آئے گی۔خدا کرے ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلیں ۔اے اللہ جب ہم قرآن پڑھیں تو ہم بھی ویسا ہی روئیں جیسا ابوبکر صدیقؓ روتے تھے۔ہم بھی وہ ہی اچھے کام کریں جو انھوں نے جہاد میں ،سخاوت میں اپنے حسن اخلاق سے کیے تھے۔ہمیں بھی اے اللہ وہ جذبہ وہ ولولہ وہی لگن وہی دھن وہی عاجزی وہ ہمت عطا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو عطا کی تھی۔اے اللہ ہمیں قیامت والے دن حضور ﷺ کے ساتھ اور ان کے جانثاروں کے ساتھ اٹھانا۔ہم سے بھی ویسی رحمت اور شفقت کرنا جیسی رحمت اور شفقت کا تو نے ہمارے حضور ﷺ سے اور عشرہ مبشرہ سے وعدہ کیا ہے۔آمین ثم آمین

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام عمر ہے، ابو حفص کنیت اور فاروق لقب ہے، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ، آپ بنی عدی سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کا خاندان عرب میں بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ قریش کی سفارت اور ان کے باہمی جھگڑوں میں ثالثی کی خدمات اسی خاندان سے متعلق تھی۔ آپ کی ولادت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بارہ سال بعد ہوئی۔ آپ نے سپہ گری اور فن تقریر میں مہارت حاصل کی، ابھی جوانی کا آغاز تھا کہ آپ کی جراءت وشجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھ گئی۔ پھر آپ نے تجارت کے سلسلہ میں دور دور کے ملکوں کا سفر کیا، دور بینی، وسیع النظری اور تجربہ کاری کے اوصاف بھی پیدا ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاروق کا لقب کیسے دیا' یہ بڑا دلچسپ واقعہ ہے۔ ہم آپ سے بیان کرتے ہیں پھر ان کی خوبیاں اور کارنامے سے مختصر طور پر بیان کریں گے۔

ایک دفعہ کفار مکہ نے حرم کعبہ میں بیٹھ کر آپس میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب جیسے ہی یہاں آئیں سب مل کر ان کو قتل کر ڈالیں۔ اتفاق سے حضرت فاطمہ زہراؓ نے کفار کی یہ گفتگو سن لی وہ روتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کفار کے ناپاک ارادے سے مطلع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بیٹی گھبراؤ نہیں اللہ میرے ساتھ ہے"۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ اور سیدھے حرم کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ صحن میں پہنچے تو کفار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بے خوفی کا یہ اثر ہوا کہ ان کی نگاہیں خود بخود جھک گئیں

Marfat.com

اور کسی کو حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ گھڑ سواری، شمشیر زنی اور کشتی لڑنے میں عرب میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے دعا کی تھی۔ اے خدا! عمرؓ کی ذات سے اسلام کو عزت دے۔

جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بتوں کو برا کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو ایک نئے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ تو آپ کو بہت غصہ آیا، تلوار اٹھالی اور حضور ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کر کے نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص ملا اس نے پوچھا:

اے عمرؓ کہاں جاتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا (نعوذ باللہ) محمد کو قتل کرنے۔ اس شخص نے کہا: میاں پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کر حضرت عمرؓ کو اور بھی غصہ آیا اور بولے۔ اچھا پہلے میں گھر کی خبر لیتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ جب آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو بہن اور بہنوئی قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ انھوں نے ڈر کے مارے قرآن شریف چھپا دیا۔

دروازہ کھلنے پر حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے اور ان سے پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے؟

انھوں نے ٹالنا چاہا تو حضرت عمرؓ کو زیادہ غصہ آ گیا ان دونوں کو اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئے۔ آپ کی بہن کے سر سے خون بہنے لگا وہ بھی آخر عمرؓ کی بہن تھی۔ کہنے لگی۔

اے عمرؓ تم چاہے ہمیں جان سے مار دو لیکن ہم اسلام کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ بہن کی اس بات پر عمرؓ کچھ نرم پڑ گئے کہنے لگے۔ اچھا تو جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔

بہن یہ سن کر خوش ہو گئی۔ اس نے پہلے عمرؓ کو وضو کروایا اور پھر قرآن شریف کے اوراق ان کے ہاتھ میں دے دیے۔ حضرت عمرؓ نے چند آیتیں پڑھیں تھیں کہ اللہ کے کلام نے ان کے دل پر اچھا اثر پیدا کر دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور پتھر جیسا دل موم کی طرح نرم ہو گیا۔ اسی حالت میں اٹھے اور حضور ﷺ کی طرف چل دیئے۔ ننگی تلوار ابھی تک ان کے ہاتھ میں تھی۔ صحابہ کرامؓ عمرؓ کو اس حالت میں دیکھ کر ڈر گئے مگر حضور ﷺ ہرگز نہ گھبرائے اور بڑے اطمینان،

Marfat.com

حوصلہ مندی اور سکون سے پوچھا۔

اے عمرؓ کیوں آئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اسلام لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا مکہ میں بہت رعب تھا۔ بڑے بڑے بہادر آپؓ سے ڈرتے تھے۔ اس وقت ایک تو مسلمانوں کی تعداد اس وقت بہت کم تھی۔ دوسرے کافر سخت دشمن تھے۔ اس لیے مسلمان چھپ چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ سے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! جب یہ کافر کھلم کھلا اپنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو ہم کیوں ڈریں ہم بھی کھلم کھلا اپنے خدا کی عبادت کریں گے۔

حضور ﷺ اسی وقت مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور اذان دلوا کر باجماعت نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ کے رعب کی وجہ سے کسی کافر کو روکنے ٹوکنے کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ کی اسی بہادری کی وجہ سے آپؓ کو فاروق کا لقب دیا۔ اس لیے کہ آپؓ کی بہادری کی وجہ سے مسلمانوں اور کافروں میں فرق ظاہر ہو گیا تھا۔

حضرت عمرؓ حضور ﷺ سے ۱۲ برس چھوٹے تھے۔ آپؓ مسلمان ہونے سے پہلے جتنے سخت مزاج تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد اتنے ہی نرم دل ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جناب عیاش بن ابی ربیعہ کے ساتھ مل کر ہجرت کا سفر طے کیا تھا۔ پہلی مسجد بنانے میں آپؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ مل کر کام کیا۔ آئندہ کے لیے یہ مسجد نئی حکومت کا مرکز بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن زید الخزرجیؓ نے خواب میں اذان کے الفاظ سنے۔ حضور ﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں۔ عمرؓ اپنے گھر سے بھاگتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا جیسا اس شخص نے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس پر اللہ کا بے حد شکر اور احسان ہے۔ جنگ بدر میں فتح کے بعد حضرت عمرؓ کی رائے تھی مجرم اور جنگجو لوگوں کی گردنیں ماردی جائیں مگر حضور ﷺ نے فدیہ لے کر ان کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ سمجھ رہے تھے کہ صلح حدیبیہ مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ اپنے دائرے میں رہو۔ حضرت عمرؓ چونکہ جوشیلے تھے اس لیے انھوں نے ایسے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ حضرت عمرؓ منافقوں کے مقابلے میں تمام صحابہ سے بڑھ کر سخت تھے۔ حضور ﷺ اس

Marfat.com

حقیقت سے آشنا تھے۔آپ فرماتے......عمرؓ تمہاری مثال جناب نوح علیہ السلام جیسی تھی۔جنھوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا تھا:

''میرے پروردگار ان کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ رہنے دے''۔

(نوح:۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے

۱: آپ نے روزوں میں نماز تراویح کے لیے ایک امام پر جمع کیا۔

۲: شرابی کو ۸۰ کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

۳: الکوفہ۔البصرہ نئے شہر بسائے اور آباد کیا۔

۴: گورنری میں جو لوگ عیش کی زندگی گذار رہے تھے ان کو الٹ پلٹ کر دیا گیا۔

۵: مسجد نبویؐ میں توسیع کی گئی کنکریاں ہٹا کر پختہ فرش کا اہتمام کیا گیا۔

۶: یہودیوں کو حجاز کی سرزمین سے نکال کر حضور ﷺ کے ارشاد کو عملی جامہ پہنایا۔

۷: مسجدوں میں روشنی کا انتظام رائج کیا گیا۔

۸: ہجری کیلنڈر کا انتظام رائج کیا گیا۔

۹: دفتری زبان یعنی سرکاری خط و کتابت کو رواج دیا۔

۱۰: عراق، شام اور بیت المقدس کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔

۱۱: ان کے زمانے میں عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا۔

سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کو ۲۳ ہجری میں نماز میں شہید کر دیا گیا۔تین دن بعد ان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔آپؓ کی عمر اس وقت ۶۳ سال تھی۔

حضرت عمرؓ کو فاروق اعظم کا لقب ملا تھا۔آپؓ نے اس لقب کی لاج رکھی۔ساری عمر امت مسلمہ کا خیال رکھا اور اسلام کو عرب سے لیکر افریقہ تک پہنچایا اور اس سے پہلے اتنی فتوحات نہ ہوئی تھیں۔یہ سب کچھ آپ کی بہادری، معاملہ فہمی، دوراندیشی اور اسلام سے لازوال محبت کا اثر تھا۔حضور ﷺ نے ان کو دین اسلام کے لیے اللہ سے مانگا تھا اور یہ مانگنا مسلمانوں کے لیے باعث برکت اور باعث نعمت ثابت ہوا۔حضور ﷺ کی بصیرت نے محسوس کر لیا تھا۔وہ ماہر

Marfat.com

نفسیات تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے لیے ان کی ترقی کے لیے ان کے وقار کے لیے ان کی عزت کے لیے بے پایاں خدمات سرانجام دیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ آج بھی ہم سب ان کی فتوحات کا اور ان کے کارناموں کا ایسے ذکر کرتے ہیں جیسے کل کی بات ہو اور ان کے سنہری دور کو قیامت تک ہر مسلمان ان کو یاد کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ہم بھی دنیا میں اور آخرت میں بھی سرخرو ہو سکیں اور جنت میں ان کے ساتھی بنیں۔ آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام عثمان ہے، ابو عمر کنیت ہے، ذوالنورین لقب ہے، والد کا نام عفان ہے اور والدہ کا اروی، آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی اُمیہ سے تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی نانی بیضاء اُم حکیم بنت عبدالمطلب حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے آپ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمانؓ دونوں ہجرتوں میں شریک رہے، غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے؛ کیونکہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ ان دنوں بیمار تھیں۔ مقام حدیبیہ میں جو بیعت رضوان ہوئی اس میں حضرت عثمانؓ شرکت نہ کر سکے اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لئے مکہ بھیج دیا تھا، جب بیعت رضوان ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے دست مبارک پر مار کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کے لیے ہے، ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے، کیوں کہ ان کے نکاح میں حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ یکے بعد دیگرے آئیں۔

حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

۱: میں اس شخص عثمان سے حیا نہ کروں جس سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ (البخاری۔ مسلم)

۲: ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوگا میرے رفیق عثمان ہونگے۔

حضرت عثمانؓ، حضرت ابوبکرؓ کے بعد دوسرے مسلمان ہیں جو اسلام لائے۔ آپؓ نے راہ حق میں مصائب برداشت کیے اور جنت کی بشارت پائی۔ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ رقیہؓ کی شادی ان سے کردی۔ یہ اس وقت بہترین جوڑا تھا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ ان کے

Marfat.com

چچا الحکم بن ابی العاص نے قبول اسلام کے بعد ان کو رسی سے باندھ دیا تھا کہ دین اسلام چھوڑ دو۔ حضرت عثمانؓ نے برجستہ کہا تھا رب حقیقی کی قسم ایسا کبھی نہ ہوگا۔ اس دین کو چھوڑ دوں ممکن ہی نہیں۔ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا "سیدنا لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہلِ خانہ سمیت ہجرت کی"۔ (خلفائے راشدین حسن کردار و عمل از خالد البیطار)

سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضور ﷺ نے آپ سے پڑھایا۔ اسی وجہ سے آپ ذوالنورین کہلائے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنے تمام رفقاء کو بلایا کہ وہ بیعت کریں کہ عثمانؓ کا ہم انتقام لیں گے۔ یہ بیعت ایک درخت تلے ہوئی موجود حضرات میں جب سب حضور ﷺ سے بیعت لے چکے تو حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا "اے اللہ! یہ بیعت عثمانؓ کی طرف سے ہے جو تیرے اور تیرے نبی کے حکم کی تعمیل میں کیا گیا ہے۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر ایک ہزار اونٹ اور ۶۰ گھوڑے اللہ کی راہ میں پیش کیے۔ رومہ نامی کنواں جو ایک یہودی کی ملکیت تھا کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ چوبیس ہزار درہم میں خریدا گیا تھا۔ ۲۵ ہزار میں مسجد نبوی کے ساتھ منسلک زمین خرید کر مسجد میں توسیع کے لیے وقف کر دی۔ شرم و حیاء کا یہ عالم تھا کہ غسل کرتے وقت بھی تہہ بند جیسی کوئی چیز پہن کر غسل کرتے آپؓ بیٹھ کر نہاتے تھے۔ ہر جمعے کو ایک غلام آزاد کرتے تھے اگر کسی جمعہ کو وہ ایسا نہ کر سکتے تو دوسرے جمعے کو دو غلام آزاد کر دیتے۔ ایک دفعہ شام سے ایک قافلہ تجارت کا آیا جو سامان ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ آپؓ نے وہ سارا مال مدینہ کے فقراء و مساکین میں صدقہ کر دیا۔ آپؓ اکثر قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جب آپ شہید ہوئے اس وقت بھی تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے۔ ہجری کے سال کو اختیار کرنے میں حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کی مدد اور راہنمائی فرمائی۔ ستر سال کی عمر میں آپؓ کو خلافت ملی تھی اور وفات کے وقت ۸۳ سال کے تھے۔ آپؓ کے زیر سایہ ۲۴ صوبائی مراکز اور ۲۴ ہی گورنر تھے۔ مناسک حج میں آپ اتھارٹی تھے۔ ۱۶۴ احادیث آپؓ سے روایت کی گئی ہیں۔ آپ کی حکمرانی میں فتوحات کا سلسلہ مصر کی آخری سرحدوں تک جا پہنچا تھا اور ہندوستان تک بات جا پہنچی تھی۔ شمالی افریقہ فتح ہوا۔ جزیرہ قبرص اور جزیرہ

Marfat.com

روڈس پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مسلمان قسطنطنیہ تک پہنچ گئے تھے۔

حضور ﷺ نے آپؓ کو شرم وحیا کا پیکر کہا۔ آپؓ کو سخاوت کی وجہ سے غنی کا لقب ملا۔ آپؓ ذوالنورین کہلائے۔ تیسرے خلیفہٗ راشد بنے۔ قرآن مجید کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہے۔ اسلام کی سرحدوں کی جہاں تک عمرؓ چھوڑ گئے مزید بڑھائیں۔ دنیا میں ان کو جنت کی بشارت عطا ہوئی۔ نیکی اور شرافت کا حسین پیکر بنے۔ آپؓ بہت رحمدل اور مسلمانوں کے لیے ہر وقت دل میں درد لیے رکھتے تھے۔ نوجوانوں میں دوسرے مسلمان ہوئے تھے۔ آپؓ کی شفقت، الفت، محبت اور پیار کا کمال تھا کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان غنیؓ کا ہاتھ فرمایا۔ اتنے القابات نوازے کہ ہر مسلمان ان پر رشک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عثمان غنیؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ عثمان غنیؓ کو حضور ﷺ نے جس شفقت اور ماہر نفسیات کی رو سے دیکھا تھا، سمجھا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی حضور ﷺ کی وہی شفقت، پیار، انس نصیب فرمائے اور قیامت والے دن حضور ﷺ کے جھنڈے تلے ہمیں جگہ نصیب عطا فرمائے تاکہ ہم قیامت والے دن صحابہ کرامؓ کی طرح کامیاب وکامران ہوں۔ آمین

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام علیؓ ہے، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت ہے، والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ ہے۔ آپ کو حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی کے علاوہ داماد (حضرت فاطمہؓ کے شوہر) ہونے کا شرف حاصل تھا۔ بعثت کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی جبکہ آپ نے اسلام قبول کیا، بجز غزوہ تبوک تمام غزوات میں شریک رہے۔

حضرت علیؓ کی خوبیاں ہزاروں ہیں۔ سمجھ نہیں آتا کہ ان کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے اور کن خوبیوں کو مختصر کیا جائے۔ ماشاءاللہ۔ ہمارے چاروں خلفائے راشدین پر ہزاروں کتابیں پوری جزئیات کے ساتھ لائبریوں اور دکانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ جن کو لاکھوں مسلمانوں کے دل میں پڑھ کر نئی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ آپ کو ان پر مختصر کتابوں سے لے کر متعدد جلدوں میں مشتمل کتابیں جن میں ان کے کارنامے لکھے گئے ہیں، مل جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی چند خوبیاں جو سنہری حروف میں لکھی جانے والی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

سب سے پہلے بچوں میں آپؓ ہی مسلمان ہوئے اور آپؓ کی کفالت ہمارے پیارے حضور ﷺ نے اپنے ذمہ لے لی۔ پھر یہ ساری زندگی سایہ کی طرح حضور ﷺ کے ساتھ زندگی گذارتے رہے۔ جب یہ ابھی بچے ہی تھے۔ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی آواز پر لبیک کہہ کر ان کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ ان کی تربیت حضور ﷺ نے اپنی اولاد کے ساتھ کی اور اپنی سب سے پیاری بیٹی فاطمہؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ یوں حضرت علیؓ حضور ﷺ کے داماد بنے اور علم کا خزانہ لیے علم کے خزانے کو عام مسلمانوں میں تقسیم کرتے رہے۔ حضرت علیؓ ہر جنگ کے موقع پر حضور ﷺ کے شانہ بشانہ داد شجاعت دیتے رہے۔ اور ہر جنگ میں مختلف طریقوں سے جنگی

Marfat.com

حکمت عملیاں بنا کر دشمنوں کا غرور خاک میں ملاتے رہے۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو آپؐ کی تدفین حضرت علیؓ کے ہاتھوں ہی سرانجام ہوئی۔ ان کی شجاعت اور بہادری بے مثال تھی۔ وہ ساری زندگی جہاد کرتے رہے۔ ساری زندگی مشکلات کے باوجود بچپن سے لے کر شہادت تک مجاہد کے طور پر مسلمانوں کو گائیڈ کرتے رہے۔ نسب اور رشتہ داروی کے لحاظ سے حضرت علیؓ باقی صحابہؓ سے یہ خوب سے خوب تر تھے۔ ان میں فضل و کمال اور حق کی راہ میں مسلمانوں کے لیے قندیل تھے۔ ایسی قندیل جس کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت علیؓ نے مختلف عبادات کے ذریعے سے اپنے احباب و رفقاء کار کی روحانی تربیت میں حضور ﷺ کا اسلوب اختیار کیا۔ حضرت علیؓ نے تلاوت، حفظ، فہم اور عمل سے قرآن کے سائے میں زندگی گذاری۔ ان کا ارشاد تھا جس نے قرآن پڑھا پھر مر گیا اور جہنم میں داخل کیا گیا تو یہ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ (سیدنا علیؓ ابی طالب از ڈاکٹر علی محمد محمد العلالی)

قرآن پڑھنے والوں کے لیے بشارت ہے یہ لوگ اللہ کے رسولؐ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب تھے (ڈاکٹر علی محمد) حضرت علیؓ فرماتے: میرے خیال میں وہ شخص عقل مند نہیں جو سورہ بقرہ کی آخری تین آیتوں کی تلاوت کے بغیر سو جائے۔

حضرت علیؓ نے قرآن کی اہمیت اور اس کی عظمت اور فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں تم سے پہلے لوگوں کی تاریخ ہے۔ تمہارے بعد کے لوگوں کی خبریں ہیں۔ وہ تمہارے مسائل کا حل ہے وہ برحق ہے۔ کھلواڑ نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑے گا اللہ اسے توڑے گا اور جو اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں ہدایت تلاش کرے گا۔ اللہ اسے گمراہ کرے گا۔ وہ مضبوط رسی ہے حکمت سے بھرپور نصیحت کی کتاب ہے۔ وہی صراط مستقیم ہے۔ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس پر عمل کر کے خواہشات بہک نہیں سکتیں اور نہ ہی دوسری زبانیں اس میں غلط ملط ہو سکتی ہیں۔ اس کے عجائبات اور معجزات کی انتہا ہیں۔ جس نے اس پر عمل کیا وہ ثواب سے نواز گیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو گیا۔ علامہ ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے حضور ﷺ کی

Marfat.com

زندگی میں قرآن حفظ کیا تھا۔حضرت علیؓ نے زندگی کے آخری ایام میں فرمایا۔قرآن کے بارے میں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو اس سے قبل کہ میں تم میں زندہ نہ رہوں۔حضرت علیؓ جب تک زندہ رہے قرآن مجید سے ہر مسئلے کا حل تلاش کرتے۔دوسرا ماخذ سنت حضور ﷺ رہا اور تیسرا ماخذ پیش رو خلفاء راشدین کی اقتداء پر سختی سے کاربندر ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''علیؓ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے البتہ فرق یہ ہے کہ میری بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جس کا میں دوست ہوں اس کا حضرت علیؓ بھی دوست ہے (ترمذی المناقب)

حضرت عمرو بن شاس (الاسلمی) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے حضرت علیؓ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ہجرت کے موقع پر دشمنان دین ملت ننگی تلواریں لے کر بیت نبوت کے دائیں بائیں گلی میں کھڑے ہو گئے۔اس کو حضور ﷺ کے بستر پر حضرت علیؓ کو سونے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضور ﷺ اس وقت سورہ یاسین کی تلاوت فرما رہے تھے۔جب آپ اس آیت پر پہنچے: ''اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار بنادی ہے اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار ہے۔پھر ہم نے ڈھانک دیا ہے کہ وہ دیکھ نہیں سکتے''۔(یٰسین: ۹) حضرت علیؓ نے تین دن میں کفار مکہ کی تمام امانتیں جن کی تھیں ان کے مالکوں تک پہنچا کر ہجرت کی راہ پر چل پڑے اور اللہ کی مدد سے مدینہ پہنچ گئے۔قبا میں پھر حضور ﷺ سے آن ملے۔حضرت علیؓ نے خیبر کا قلعہ فتح کیا۔حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں ہم آٹھ شخص جس دروازے کو الٹ نہ سکے ،حضرت علیؓ نے تن و تنہا الٹ دیا (مسند احمد) جنگ بدر ہو جنگ احد ہو، جنگ خندق ہو، جنگ حنین ہو خیبر کا قلعہ ہو کوئی بھی جنگ ہو آپ نے ہر جنگ میں اپنی بہادری کی لازوال مثالیں قائم کیں۔حضور ﷺ نے آپ کو شیر خدا کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت علیؓ معمولی عام لباس زیب تن کرتے تھے۔ایک بار حضرت علیؓ نے فرمایا: میرا لباس ایسا ہے کہ اس میں تکبر و خود پسندی کا شائبہ نہیں اور یہ ایسا لباس ہے کہ اس کا ہر مسلم اس کا

Marfat.com

اہتمام کرسکتا ہے۔حضرت عمرؓ اہم فیصلوں میں آپؓ کو ساتھ رکھتے تھے اور مشورہ لیتے تھے۔ایک دفعہ ابن عباسؓ نے ان کے بارے میں فرمایا:''علم وحکمت اور زور وقوت کا خزینہ تھے''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بقول حضرت ابو بکر صدیقؓ،عمرؓ بن خطاب،عثمان غنیؓ سمیت حضرت علیؓ کو حضور ﷺ نے جنت کی بشارت سے نوازا۔جنگوں میں حضرت علیؓ کبھی علمبردار نظر آئے۔کبھی دشمنوں کی صفوں میں گھس کر لڑتے نظر آئے۔کبھی قریش کے سورماؤں کو قتل کرتے نظر آئے۔کبھی قلعہ فتح کرتے نظر آئے۔کبھی بتوں کو توڑنے میں مصروف نظر آئے وہ عظمت کا نشان اور سراپا شجاعت تھے۔

حضرت علیؓ نے اپنی ساری زندگی جہاد،اور تبلیغ اسلام میں گذار دی۔پہلے آپؓ حضور ﷺ سے مشورہ کرتے رہے۔پھر آپؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ،حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازتے رہے۔آپؓ کو مختلف القابات بھی ملے،خطابات بھی ملے۔آپؓ نے ساری زندگی تلواروں کی چھاؤں میں بسر کی اور آخر کار شہادت کا رتبہ پایا۔یہ ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا پھر کچھ عرصے بعد یہ ہی رتبہ ان کے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کو نصیب ہوا۔جب تک آخرت کا بگل نہیں بجتا۔خلفائے راشدین کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ،حضرت فاطمہؓ،حضرت حسنؓ وحسینؓ کو مسلمان یاد کرتے رہیں گے۔جہاں اللہ کا ذکر ہوگا،حضور ﷺ ذکر ہوگا۔وہاں پر سب کا ذکر آب وتاب سے ہوتا رہے گا۔اور مسلمان خلفاء راشدین اور آل محمد کو ہمیشہ ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔

اب بھی ساری دنیا کے ممالک نہ صرف اپنے ملک کے لوگوں کو خطابات سے نوازتے ہیں بلکہ ساری دنیا کے ملکوں میں جہاں جہاں کوئی انسان اس ملک کا ایجنٹ بن جاتا ہے۔اس کو خطابات سے نوازا جاتا ہے۔جیسے آج کل نوبل انعام ہے یہ انعام اور لقب شاید ہی چند اصلی کام کرنے والوں کو ملتا ہے۔باقی سب انعامات اور القابات جو اس ملک کے لیے کام کرتے ہیں۔ان کو نوازا جاتا ہے۔انعامات دیے جاتے ہیں۔اپنے ملک کی قومیت عطا کی جاتی ہے۔پھر ان کو وہاں وظیفہ،جو کہ بھیک جیسا ہوتا ہے ان کو ملتا رہے۔آج کل یورپ اور امریکہ والے ایسا کام کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔اپنے ایجنٹوں کو بھرتی کرتے ہیں وہاں پر پھر ان کی حکومتیں الٹا دیتے ہیں

Marfat.com

وہاں پر ایسے لوگوں پر حکمران بنا دیا جاتا ہے جو صرف His master voice کا کام کرتے ہیں۔ چند تمغوں چند ڈالروں کے عوض ننگ دین ننگ وطن ننگ ملت ہو جاتے ہیں۔ ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا صرف ان کے پیش نظر دنیا حاصل کرنی ہوتی ہے اور اپنے آپ کو مشہور کرنا ہوتا ہے۔ مگر میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ اب بھی کئی لوگ اپنے ضمیر کا سودا نہیں کرتے۔

اس کے مقابلے میں حضور ﷺ نے جن کو القابات دیئے اپنے حواری بنائے سب نے ساری زندگی غربت افلاس کے علاوہ اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ اب ان سب کا نام رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے واپس حاصل کر لیں گے۔ وہ دن دور نہیں جب یورپ اور امریکہ اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتیں گے اور انشاء اللہ مسلمان سارے عالم میں چھا جائیں گے کیوں کہ مسلمانوں میں اب بھی وہ جذبہ شہادت اور جذبہ جہاد ہے جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ آیئے سب دعا کریں کہ اللہ جس جس جگہ مسلمان مظلوم ہیں اور ان کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ اپنا کرم کرے اور یہ مسلمان اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لے سکیں۔ آمین

☆......☆......☆

Marfat.com

عشرہ مبشرہ

(وہ جلیل القدر صحابہ کرام جنھیں حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی)

خلفائے راشدین کا ہم پچھلے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔ اب عشرہ مبشرہ کے باقی چند صحابہ کرامؓ کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(۶) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے طلحہؓ بن عبیداللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اگر

Marfat.com

کوئی روئے زمین پر کسی کو چلتے پھرتے کسی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو اپنی ذمہ داری پوری کر چکا ہے تو طلحہؓ کو دیکھ لے۔

دوسری روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں جو کوئی روئے زمین پر چلتے پھرتے کسی شہید کے کردار سے اور دیدار سے خوش ہونا چاہے تو وہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھ لے (ترمذی، مشکوٰۃ، مناقب العشرہ)

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا ہے کہ غزوہ اُحد کے دن حضور ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں پس آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو (بوجھ کی وجہ سے) نہ چڑھ سکے چنانچہ حضرت طلحہؓ آپ کے نیچے بیٹھ گئے اور (ان پر بوجھ ڈال کر آپ چٹان پر متمکن ہو گئے پس میں نے حضور ﷺ کو کہتے سنا' طلحہؓ نے اپنے لیے جنت واجب کر لی (ترمذی۔ مشکوٰۃ، مناقب العشرہ)۔

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا (اس کے ذریعے اس نے غزوہ اُحد کے دن (دشمن کے تیروں کو روک کر) حضور ﷺ کو بچایا تھا (البخاری)

واضح رہے کہ طلحہؓ غزوہ اُحد میں پہلے اپنی ڈھال سے اور ڈھال گر جانے کے بعد اپنے ہاتھوں سے کفار کے تیر روکتے ہوئے حضور ﷺ کا چہرہ مبارک بچاتے رہے۔ جس سے ایک ہاتھ تو بالکل شل ہی ہو گیا اور روایت کے مطابق جسم پر جنگ اُحد میں ۸۰ سے زائد زخم لگے (البخاری)

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں بصریٰ میں گیا میرا گذر ایک گرجا گھر کے پاس سے ہوا۔ میں نے سنا کہ وہاں پر ایک رہبر (راہب) اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ اس میلے میں آنے والوں سے پوچھو کہ کیا کوئی ان میں اہلِ حرم (مکہ) میں سے آیا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ میں حرم کا باشندہ ہوں راہب نے کہا۔ آج کل وہاں احمدؐ کا ظہور ہو گیا ہے۔ میں نے راہب سے پوچھا کون احمد۔ اس نے کہا عبد اللہ بن عبد المطلب کے بیٹے یہی ان کے ظہور کا مہینہ ہے وہ تمام انبیاء کے بعد میں ہیں۔ ان کے ظاہر ہونے کی جگہ حرم (مکہ) ہے۔ وہ اس جگہ ہجرت کریں گے جس

Marfat.com

جگہ کھجور کے درخت پتھر اور ریت ہوگی۔ اس کی یہ بات میرے جی کو لگ گئی۔ میں اسی وقت وہاں سے مکہ چل پڑا۔ مکہ پہنچ کر میں نے لوگوں سے پوچھا کیا کوئی نیا آدمی ظاہر ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں محمدؐ بن عبداللہ، جو امین کے لقب سے مشہور ہیں۔ انھوں نے نبوت کا ادعویٰ کیا ہے اور ابوبکرؓ نے ان کی نبوت کو مان لیا ہے۔ میں اس بات کی تصدیق کے لیے ابوبکرؓ کے ہاں پہنچا تو انھوں نے اس بات کی تصدیق کی اور مجھ سے کہا۔ تم بھی جاؤ ان کی پیروی کرلو وہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ میں نے ان سے راہب کا واقعہ بیان کیا۔ وہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور میں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ ان کا اسلام لانا ہی تھا کہ ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کفار نے ان کے ہاتھ ان کی گردن پر باندھ دیے اور گلے میں رسی باندھ کر کھینچتے ہوئے بازار لے گئے۔ کفار جتنی ان پر سختیاں کرتے، اتنا ہی زیادہ ان کا ایمان مضبوط ہوتا گیا اور محبت کا جذبہ بڑھتا چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی بڑی قدر اور محبت تھی۔ چنانچہ غزوہ اُحد کی واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابتؓ جو اس وقت کے بہت مشہور شاعر تھے، فرمایا کہ حضرت طلحہؓ کے بارے میں کچھ کہو حسان بن ثابتؓ نے اسی وقت فی البدیہہ چھ اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے "اور طلحہؓ نے گھاٹی کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے وقت میں حفاظت کی جو وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے رہے اور اپنی انگلیاں تلواروں کے نیچے دے دیں جو شل ہو گئیں۔ اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے آپ کی حفاظت کرتے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: طلحہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی حالانکہ جنگ میں سوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کر رہے تھے۔ جب سوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئے تو یہ دین کی حفاظت فرماتے۔ نیزوں پر انھوں نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ ایسے وقت جب لوگ پیٹھ پھیر لیتے تھے۔ کچھ لوگ ہدایت پر تھے اور کچھ آزمائش میں ڈالے گئے۔ اے طلحہؓ تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری چمکدار حورعین سے شادی کردی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ طلحہؓ نے اپنی سونتی ہوئی تلوار کے ذریعے ہدایت دینے والے نبی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس وقت حفاظت کی جب تمام لوگ بھاگ گئے اور اِدھر اُدھر ہو گئے۔ جنگ اُحد میں ان کی دو انگلیاں کٹ گئیں جن کی وجہ سے ان کا ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا۔ جنگ جمل میں ۳۶ ہجری میں شہادت نوش فرمائی۔ جنگ اُحد میں

Marfat.com

چھ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو گھیرے میں حفاظت میں لے لیا تھا۔ان میں طلحہؓ بن عبید اللہ بھی شامل تھے۔بعض مؤرخین صحابہؓ کی تعداد نو بھی بتاتے ہیں۔حضور ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ یہ جنگ کل کی کل طلحہؓ کے لیے تھی یعنی حضور ﷺ کے تحفظ کا ذمہ اور اصل کارنامہ انھوں نے (حضرت طلحہؓ) نے انجام دیا۔(محمد عربی انسائیکلو پیڈیا)

جنگ اُحد میں حضور ﷺ گردن اٹھا کر اوپر دیکھتے تو ابو طلحہؓ کہتے۔حضور ﷺ پر میرے ماں باپ قربان۔گردن اٹھا کر نہ دیکھیے۔ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے یہ میرا سینہ حضور ﷺ کے سینے کے لیے ڈھال ہے۔(محمد عربی انسائیکلو پیڈیا)

عشرہ مبشرہ میں حضرت طلحہؓ کو ایسے ہی شامل نہیں کیا گیا تھا۔دین کے لیے ان کے بے پناہ قربانیاں تھیں۔اسلام لاتے ہی کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بن گئے۔مگر راہ حق میں ڈٹ کر مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا کیا۔اپنی جان کو حضور ﷺ کی جان بچانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ذرا پھر بھی خوفزدہ نہ ہوئے۔اسلام کے سچے شیدائی ثابت ہوئے۔پھر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی میں ہی ان کو جنت کی بشارت سنا دی۔بھلا اس سے بڑی کامیابی دین اور دنیا میں اور قیامت میں کیا ہو سکتی ہے۔بطور ماہر نفسیات حضور ﷺ نے جنت کی خوشخبری سنا کر ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہ صرف اپنا گرویدہ کر لیا بلکہ مسلمانوں کو ایک نئی راہ دکھانے میں کامیاب وکامران ثابت ہوئے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام

حضرت زبیرؓ قریش کے خاندان بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے، ان کے والد عوّام اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھائی اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کے شوہر تھے۔ حضرت زبیرؓ نے سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں میں شریک رہے۔ آپ کی شادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے ہوئی جن سے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن زبیر پیدا ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ کے نام پر اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی تھی، اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے بھی اُم عبداللہؓ کنیت اختیار کی۔ حضرت زبیرؓ حواری رسول کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے، فتح مکہ کے موقع پر حضرت زبیرؓ اس دستہ کے علم بردار تھے جس میں حضور ﷺ موجود تھے۔

حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے جنگ احزاب کے موقع پر فرمایا: قوم (دشمن) کی اطلاع مجھ تک کون پہنچائے گا تو زبیرؓ نے عرض کیا۔ میں (یہ کام کروں گا) پس حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے (حواری خاص مصاحب) کو کہتے ہیں اور میرے حواری زبیرؓ ہیں۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ۔ باب مناقب العشرہ)

حضرت علیؓ نے زبیر بن عوامؓ کے بارے میں روایت کی ہے کہ دونوں کانوں سے میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔ وہ فرما رہے تھے طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میری دونوں ہمسائے ہوں گے (ترمذی، مشکوۃ: باب مناقب العشرہ) ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: زبیر کا قاتل جہنمی ہے۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپؓ کے نانا حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جو حضور ﷺ کے رفیق غار تھے۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء صدیقؓ اکبر کی بیٹی تھیں۔ ہجرت کے موقعہ پر

Marfat.com

انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے والد کی غارِ ثور میں روزانہ مدد کی تھی۔ زبیر بن عوامؓ کے کئی رشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے۔ آپؓ تجارت کرتے تھے۔ آپؓ نے دیگر صحابہ کی طرح ہجرت کی۔ آپؓ بے شمار جنگوں میں شرکت فرما کر دشمنوں کو جہنم کی آگ میں دھکیل چکے تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ فتح شام، فتح سکندریہ میں حصہ لیا۔ حضرت زبیرؓ بے حد پارسا، متقی، حق پرست، سخی اور فیاض تھے۔ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ معمولی سے معمولی واقعہ پر کانپ اٹھتے تھے۔ لوگوں کی امانتیں بھی ان کے پاس امانت کے طور پر رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابہ نے انہیں اپنا ولی بنایا تھا۔ جب آپؓ کا نکاح حضرت اسماءؓ سے ہوا۔ اس وقت یہ مالدار نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں برکت ڈالی اور یہ مالدار ہو گئے۔ آپؓ کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ نے تاریخ میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے جس میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماءؓ کا بھی ہاتھ تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ حجاج بن یوسف کے آگے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور لڑتے لڑتے شہادت پائی۔ ایسی شہادت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ انھوں نے یہ شہادت دین کی حفاظت اور ملوکیت کے خلاف جہاد کرتے ہوئے پائی۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کا شمار اپنے دور کے دولت مند ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے پانچ کروڑ کا ترکہ چھوڑا۔ اس میں بائیس لاکھ قرض ادا کرنے کے بعد تیسرا حصہ زبیر کی وصیت کے مطابق ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کو ملا۔

زبیر بن العوامؓ حواری رسول تھے۔ انھوں نے اس لقب کی ہر لمحہ ہر آن لاج رکھی۔ جب بھی مسلمانوں پر جنگ میں حالات بگڑتے نظر آتے یہ بقول حضرت علیؓ شیر بن جاتے اور جم کر مقابلہ کر کے دشمن کو قتل کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی نہیں ان کو حواری رسول کا خطاب دیا تھا بلکہ انھوں نے یہ خطاب ماہر نفسیات بن کر سوچ سمجھ کر دیا تھا۔ میرا ایمان ہے ایسے لوگ یقیناً آنے والے وقتوں میں آئیں گے اور اسلام کو پھر وہی بلندی اور سرفرازی ملے گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ملی ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ سے دس سال بعد خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی ابتدائی تعلیم وتربیت بھی اسی طرح ہوئی جس طرح سرداران قریش کے بچوں کی ہوا کرتی تھی۔ آپؓ کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ یمن میں ایک بوڑھے عیسائی راہب نے انؓ کو نبی آخرالزماں ﷺ کی ظہور کی خبر دی اور یہ بتایا کہ وہ مکہ میں پیدا ہونگے اور مدینہ منورہ ہجرت کریں گے۔ جب یہ یمن سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ چنانچہ ایک دن انھوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ آپ سے پہلے چند ہی افراد نے اسلام قبول کیا تھا لہٰذا مسلمان ہوتے ہی آپؓ کے گھر والوں نے آپ پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنا شروع کردیا، اس لئے آپؓ ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے، پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور اپنا سارا مال واسباب چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ منورہ میں آپ نے تجارت شروع کی اور چند ہی دنوں میں اس قدر خیر وبرکت ہوئی کہ آپؓ کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا۔

تمام اسلامی لڑائیوں میں آپ نے جان ومال کے ساتھ شرکت کی، جنگ اُحد میں ایسی جان بازی اور سرفروشی کیساتھ کفار سے لڑے کہ ان کے بدن پر اکیس زخم لگے تھے۔ ان کے پاؤں میں بھی ایک گہرا زخم لگ گیا تھا جس کی وجہ سے یہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو صدقہ کی ترغیب دی تو آپؓ نے چار ہزار درہم پیش کیے۔ دوسری مرتبہ چالیس ہزار درہم اور تیسری مرتبہ پانچ سو گھوڑے، پانچ سو اونٹ پیش کردیئے۔ بوقت وفات ایک ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار دینار کی وصیت فرمائی۔ جنگ بدر میں شریک صحابہ کرامؓ کے لئے چار چار سو دینار کی وصیت فرمائی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواج مطہرات کے لئے ایک باغ کی وصیت کی جو چالیس ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔ ۷۲ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور مدینہ منورہ میں

Marfat.com

جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو اپنی ازواج سے فرماتے سنا کہ جو شخص میرے بعد اپنی دولت سے تمہاری بھرپور خدمت کرے گا وہ ہے صادق الایمان اور صاحب انسان بندہ، یا اللہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنت کے چشمہ سے سیراب فرما (مسند احمد)

عائشہؓ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے فرمایا اللہ تیرے باپ کو جنت کی سبیل (چشمہ) سے پلائے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا ایک باغ امہات المؤمنین کے لیے وقف کر دیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا (ترمذی۔ مشکوۃ۔ مناقب العشرہ)

حضرت حارث بن صمہ الغاریؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ غزوہ اُحد کے دن جب کہ حضور ﷺ گھاٹی میں تھے۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور ﷺ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ پہاڑ کے سیاہ پتھروں کی طرف اور ان پر مشرکین کی ایک جماعت حملہ کر رہی تھی۔ تو میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا تا کہ میں ان کو بچاؤں مگر اسی وقت میری نگاہ آپ ﷺ پر پڑی تو میں آپ ﷺ کی طرف چلا آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فرشتے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ہمراہ جنگ لڑ رہے تھے۔ (حارث کہتے ہیں کہ) حضور ﷺ سے یہ بات سننے کے بعد میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف لوٹ آیا تو میں نے اس کو اس حال میں دیکھا کہ سات مشرکوں کی لاشیں ان کے پاس پڑی ہیں۔ پس میں نے ان سے کہا کامیاب اور فتح رہے تمہارے ہاتھ کیا ان سب کو تم نے ان کو قتل کیا ہے۔ تو انھوں نے کہا یہ اعطاۃ بن عبد شرجیل اور یہ دو کو تو میں نے قتل کیا ہے باقی یہ چار میں نے نہیں دیکھا کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے (ان کا یہ جواب سن کر) میں نے کہا صادق ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ۔

ابراہیم بن سعد (تابعی) سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو غزوہ احد میں (تیروں اور تلواروں) کے اکیس زخم آئے تھے ان کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے (رواہ ابونعیم ابن عساکر)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مجمع بن حارث سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ امیر

Marfat.com

المومنین حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بیوی ام کلثوم بنت عقبہ سے دریافت کیا تھا کیا (یہ بات سچ ہے کہ) رسول ﷺ نے تم سے فرمایا تھا کہ تم عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے شادی کرلو۔ جو سید المسلمین ہیں؟ تو ام کلثومؓ نے کہا ہاں بے شک (حضور ﷺ نے مجھ سے یہ ہی ارشاد فرمایا تھا)

ان کا اصلی نام عبدعمرہ تھا۔ حضور ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا، کنیت ابومحمد ان کی والدہ بھی بنوزہرہ کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور یہ ہی قبیلہ حضور ﷺ کی والدہ کا بھی تھا۔ ان کا رشتہ حضور ﷺ کے ددھیال سے مل جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی بھی لگتے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔ ان کا خاندان اہل ثروت و دولت مند نہ تھا اس وجہ ان کو مناصب حرم میں کوئی منصب نہ مل سکا۔ آپ کے والد کا پیشہ تجارت تھا۔ ایک دفعہ ان کے والد عثمان غنیؓ کے والد عفان اور فاکہ بن مغیرہ کے ساتھ تجارت کے لیے یمن گئے تھے۔ راستے میں بنو جذیمہ نے ان کے والد کو قتل کردیا۔ عفان بچ گئے۔ عبدالرحمٰنؓ دس یا تیرہ برس حضور ﷺ سے چھوٹے تھے مگر عمرؓ تقریباً آپ کے ہم عمر تھے۔ حضور ﷺ کی نبوت کے وقت عبدالرحمٰن کی عمر ستائیس یا تیس سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق وہ اپنی اچھی فطرت کے مطابق ایام جاہلیت میں ہی شراب ترک کرچکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت پر یہ اسلام لائے۔ اسلام لانے میں یہ تیرہویں تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دونوں بار ہجرت کی یعنی حبش میں بھی اور مدینہ میں بھی۔ حضور ﷺ نے سعد بن ربیعؓ کے ساتھ بھائی چارے کا رشتہ قائم کردیا تھا۔ اس سے مہاجرین کی اعانت کرنا مقصود تھا۔ عبدالرحمٰنؓ کے بھائی نے ان کی ہر طرح بھرپور مدد کرنے کی کوشش کی مگر ان کی بے نیاز اور غیرت والی طبیعت نے گوارہ نہ کیا اور خود اپنا کاروبار شروع کردیا۔ روایت میں ملتا ہے کہ ایک وقت غلے اور خوراک سے لدے ہوئے سات سو اونٹ آئے تھے۔

شعبان ۶ ہجری میں دومتہ الجندل کے موقع پر سات سو آدمی تھے مگر حضور ﷺ نے ان کو خود اپنے دست مبارک سے سر پر عمامہ باندھا اور ہاتھ میں علم عطا کیا۔

دومتہ الجندل میں بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ فرمان نبویؐ کے مطابق حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اصبغ کی صاحبزادی سے شادی کرلی۔ ابوسلمہ جو راوی حدیث بہت مشہور ہوئے۔ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ۱۱ ہجری اور ۱۲ ہجری کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حج کا امیر

Marfat.com

بنایا گیا گو اس میں اختلاف بھی ہے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے بھی مشورہ لیا۔۱۳ہجری کو وہ پھر حج کے امیر بنائے گئے۔حضرت عمرؓ کے دور میں جو مجلس شوریٰ قائم ہوئی یہ اس کے مستقل اور سرگرم رکن تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سعد بن مالکؓ کے ساتھ مل کر عراق کو فتح کیا۔آپ نے شام میں بھی جہاد میں حصہ لیا۔بیت المقدس کی فتح کے بعد جو معاہدہ تحریر ہوا اس میں گواہ کی حیثیت سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دستخط کیے۔اس وقت معاہدے کے وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔

کئی صحابہ کرامؓ یا عام لوگوں نے کوئی بات حضرت عمرؓ کے علم میں لانی ہوتی تو ان ہی کو وسیلہ بنایا جاتا۔حضرت عمرؓ بھی ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے اور اعتماد بھی کرتے تھے۔جب حضرت مغیرہ کے پارسی غلام فیروز نے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا اور ان کو زخمی کر دیا تھا۔ایسے میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ پر کھڑا کیا تھا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے بعد خلافت کی ذمہ داری حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر ڈالنا چاہتے تھے لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔حضرت عمرؓ کو جن پانچ صحابہ نے قبر میں اتارا، ان میں سے ایک عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے۔آپ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے۔آپ نے ساری زندگی اسلام پھیلانے میں صرف کر دی۔آپ حضرت عمرؓ کے مخلص مشیر تھے۔ان جیسے مشیروں کے ذریعے ہی اسلام بڑی تیزی سے دنیا کے کونے کونے میں پھیلنے لگا اور اسلام کی گونج چاروں طرف پھیلنے لگی۔آپ حضور ﷺ کے درخشندہ ستارے تھے ایسے ستارے جنھوں نے قدم قدم پر مسلمانوں کی اور خلیفہ وقت کی عظمت کو چار چاند لگانے میں کسی قربانی سے گریز نہ کیا۔حضور ﷺ نے بطور ماہر نفسیات ایک ایسی جماعت تشکیل دی جو آگے چل کر مسلمانوں کی رہبری کا کام کرتی رہی اور ساری زندگی اپنے آپ کو اسلام کے لیے وقف کیے رکھا۔جن میں ایک درخشندہ ستارہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ قریش کی ایک معزز شاخ بنو زہرہ کے چشم و چراغ تھے۔ حضور ﷺ کی بعثت کی جونہی ان کے کانوں میں آواز پڑی۔ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور **سابقون الاولون** کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ آپ ان خوش نصیب ۷۷ صحابہ کرام میں سے ہیں۔ جنھیں دعوتِ حق کے ابتدائی سات دنوں کے اندر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی والدہ کو اپنے آبائی مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ بیٹے کے اسلام قبول کرنے کا حال سن کر اتنا رنج ہوا کہ کھانا پینا بلکہ بولنا چالنا تک بند کردیا۔ ہر وقت مغموم رہنے لگیں۔ حضرت سعدؓ کو بھی ماں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ماں کو آزردہ دیکھنا ان کے لیے بڑی آزمائش تھی۔ ہر چند ماں کو منانے کی کوشش کی لیکن اس نے کہا جب تک حضور ﷺ اور اس کے دین کو نہیں چھوڑو گے، نہ کچھ کھاؤں گی، نہ پیوں گی۔ لیکن حضرت سعدؓ کا ایک ہی جواب تھا ماں گو تم مجھے بے حد عزیز ہو لیکن تمہارے قالب میں خواہ ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے تب بھی میں اسلام اور حضور ﷺ کو نہ چھوڑوں گا!!۔

قبولِ اسلام کے بعد ماں کی ناراضگی کے علاوہ کفار اور مشرکین کی طرف سے انہیں طعنے سننا گالیاں سننا اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن کیا مجال کہ آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش آئی ہو۔

ہجرت سے قبل آپ تین سال تک حضور ﷺ کی رفاقت میں شعب ابی طالب میں محصور رہے اور حضور ﷺ کے ساتھ مصائب و آلام برداشت کیے حالانکہ یہ محصوری صرف بنو ہاشم سے مخصوص تھی۔ اس محصوری میں بسا اوقات محصورین کو جھاڑیوں اور درختوں کے پتے

Marfat.com

ابال ابال کر اپنا پیٹ بھرنا پڑا۔

ہجرت کے بعد مدینہ کے یہود اور مشرکین نے جب حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں تو صحابہ کرام نے معمول بنالیا تھا کہ رات کو باری باری کاشانہ نبی ﷺ پر پہرہ دیتے تھے۔ انہیں دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک رات اتفاق سے حضور ﷺ اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ کوئی شخص پہرہ پر موجود نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کاش! کوئی رجلِ صالح (نیک آدمی) آج پہرہ پر ہوتا۔ اتنے میں ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ ہوئی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کون؟ جواب ملا یا حضور ﷺ میں سعد ہوں۔ فرمایا کس لیے آئے ہو۔ عرض کیا، میرے دل میں آپ ﷺ کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور ﷺ یہ سن کر خوش ہوئے اور سعدؓ کے لیے دعا فرمائی۔

مدینہ پر حملے کے تدارک اور مشرکین مکہ کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے حضور ﷺ نے صحابہؓ کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں ترتیب دی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کی قیادت کا شرف حضرت سعدؓ کو بھی حاصل تھا۔ آپ فرماتے ہیں یہ بڑی تنگدستی کا زمانہ تھا۔ ہمارے پاس درختوں کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ غزوہ بواط میں جو ربیع الاوّل ۲ ہجری میں پیش آیا جس میں دو سو صحابہ کرامؓ حضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے اس کا جھنڈا حضرت سعدؓ کے ہاتھ میں تھا۔

جنگ بدر میں آپ نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ ان کا مقابلہ قریش کے نامی گرامی بہادر سعید بن عاص سے ہوگیا۔ حضرت سعدؓ نے دیکھتے ہی دیکھتے اس کو خاک و خون میں تڑپا دیا۔ جنگ اُحد میں جب مسلمان تتر بتر ہوگئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص ان چند جاں نثار صحابہ میں سے تھے جو شروع سے آخر تک حضور ﷺ کی ڈھال بنے رہے۔ وہ ایک ماہر تیر انداز تھے۔ کفار بار بار حضور ﷺ کو نرغے میں لینے کی کوشش کرتے رہے لیکن حضرت سعد اپنے تیروں سے ان کا منہ پھیر دیتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت سعد حضور ﷺ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ حضور ﷺ اپنے ترکش سے تیر نکال نکال کر دیئے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔

Marfat.com

"اے شیر میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں"

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے سعد کے سوا کسی اور کے حق میں حضور ﷺ کے زبان مبارک سے ایسے الفاظ نہیں سنے۔

روایت ہے کہ جنگ اُحد کے دن حضرت سعدؓ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے دوران جنگ ایک مشرک ابوسعید بن طلحہ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے تاک کر اس کے حلق میں ایسا تیر مارا کہ اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عاشق رسول ﷺ

روایت ہے کہ جنگ اُحد سے ایک دن پہلے حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے دعا مانگی "الٰہی کل جو دشمن میرے مقابلے پر آئے وہ بڑا بہادر اور غضبناک ہو اور مجھے اتنی طاقت دے کہ میں تیری راہ میں اسے ہلاک کر دوں۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے آمین کہی۔

پھر عبداللہ بن جحش نے یوں دعا مانگی۔

"الٰہی میرا مقابلہ کل ایسے دشمن سے ہو جو نہایت جنگجو اور غصہ ور ہو۔ اور مجھے اس کے ہاتھ سے شہادت نصیب ہو۔"

حضرت سعدؓ نے بھی ان کی دعا پر آمین کہی۔

اللہ نے ان دونوں کی دعائیں قبول کیں۔ حضرت سعدؓ نے ایک نامی مشرک کو قتل کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جحش نے جام شہادت نوش فرمایا۔ لڑائی کے بعد حضرت سعدؓ کا گذر ان کی لاش پر ہوا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔

"خدا کی قسم عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔"

غزوہ بدر اور غزوہ احد کے بعد حضرت سعدؓ نے غزوہ خیبر، فتح مکہ، جنگ حنین، طائف اور تبوک میں بھی رسول اللہ ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔ ۶ ہجری میں انہیں بیعت

Marfat.com

رضوان کرنے والے ان چودہ سو صحابہ میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔جنھیں بارگاہِ خداوندی سے اصحاب الشجرہ کا لقب مرحمت ہوااور کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی گئی۔۱۰ ہجری میں جب حضور ﷺ حجۃ الوداع کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت سعدؓ بھی آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے مکہ پہنچ کر حضرت سعدؓ سخت علیل ہوگئے۔حضور ﷺ نے ان کی شدید علالت کا حال سنا تو عیادت کے لیے تشریف لائے۔حضرت سعدؓ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔اشکبار ہوکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں مکے میں مر رہا ہوں۔حالانکہ میں راہِ حق میں اس سرزمین کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ چکا ہوں۔

حضور ﷺ نے انہیں دلاسا دیا اور ان کے چہرے، پیشانی اور پیٹ پر اپنا دستِ مبارک پھیر کر دعا فرمائی۔

"اے اللہ سعدؓ کو شفا دے اور اس کی ہجرت کامل کر۔"

رحمت للعالمین ﷺ کی دعا حضرت سعدؓ کے حق میں آبِ حیات ثابت ہوئی۔ان کی طبیعت اس وقت سے بحال ہونے لگی یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہوکر مدینہ واپس آگئے۔

حضرت سعدؓ کہا کرتے تھے کہ میں حضور ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک آج تک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کی عیادت کے موقع پر ان سے مخاطب ہوکر یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے تھے۔"اے سعدؓ شاید خدا تم کو بسترِ مرض سے اٹھائے اور تم سے کچھ لوگوں کو نفع اور کچھ کو نقصان پہنچے۔"

حضور ﷺ کی یہ بشارت حضرت سعدؓ کے حق میں پوری ہوئی اور چند سال بعد ان کی قیادت میں مجاہدینِ اسلام نے ایران کی قوت کو پاش پاش کردیا۔

ان جنگوں میں حضرت سعدؓ نے شجاعت کے وہ کارنامے انجام دیئے جو تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت سعدؓ نے آنحضرت ﷺ کی محبت کو اپنا اوڑھنا، بچھونا بنا لیا ہوا تھا۔ہر وقت اپنی جان حضور ﷺ پر قربان کرنے کو تیار رہا کرتے تھے۔اس والہانہ محبت کی بدولت انہیں بارگاہ نبوی میں خاص مقام حاصل تھا۔ایک مرتبہ حضرت سعدؓ بیمار پڑ گئے۔حضور ﷺ ان کی

Marfat.com

عیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے۔ حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ الٰہی سعدؓ کی دعا قبول فرمایا کر اور اس کی تیر افگنی درست رکھ۔" اس مبارک دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت سعدؓ کو مستجاب الدعوات بنا دیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے راہِ حق میں ایسی ایسی تکالیف برداشت کیں کہ ان کے تصور ہی سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ کئی سال مکہ میں مشرکین کا ہدف ستم بنتے رہے۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر کسی مالدار آدمی سے کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول نہ کیا اور نہ کبھی ایسا لقمہ کھایا جس کے پاک ہونے میں ذرا سا شبہ بھی ہو۔ ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا۔ نماز پڑھتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ دعا مانگتے تو گریہ طاری ہو جاتا۔ قرآن حکیم کی تلاوت سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عشق رسول صبر و استقلال اور شجاعت کے ساتھ ساتھ تدبیر سیاست، انتظام سلطنت اور قیادت جیسی صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا تھا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی گفتگو میں حضرت سعدؓ کے علاوہ کسی کے لیے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا۔ آپ نے جنگ اُحد کے موقع پر حضرت سعدؓ سے فرمایا تھا۔ تیر اندازی کرتے جاؤ، میرے ماں باپ تجھ پر قربان' نیز ان سے یہ بھی فرمایا۔ اے طاقت ور جوان تیر اندازی کرتے رہو (ترمذی۔ مشکوۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ آپ نے ایک موقع پر سعدؓ آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں پس ان جیسا کسی کا ماموں ہو تو مجھے دکھائے (ترمذی)

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک موقع پر دعا فرمائی۔ یا اللہ سعد جب بھی تجھ سے دعا کرے قبول فرما۔

حضرت سعدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کسی غزوہ سے مدینہ تشریف لائے یعنی (اس وقت کوئی وقتی خطرہ تھا) جس کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا۔ کاش کوئی مرد صالح اس وقت مدد کے لیے آجاتا۔ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اسی وقت ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے۔ آنے والے شخص نے کہا کہ میں سعدؓ ہوں حضور ﷺ نے فرمایا تم اس وقت کیوں

Marfat.com

آئے ہو۔ سعد نے عرض کیا میرے دل میں آپ کے متعلق خطرہ پیدا ہوا کہ (مبادا دشمن آپ کو ایذا نہ پہنچائے) تو میں آپؐ کی نگہبانی کے لیے چلا آیا۔ پس حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر حضور ﷺ اطمینان سے سو گئے۔

حضور ﷺ سے ان کی انسیت، پیار، محبت، وفا، ایثار والہانہ تھا جب ہی تو حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ جنت کی بشارت کی وجہ حضور ﷺ سے ان کا فدائی ہونا شامل تھا۔ سب کچھ حضور ﷺ پر نچھاور کرنے کی دھن سوار تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی حضور ﷺ سے ایسی ہی سچی محبت اور انسیت سے نوازے (آمین)

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرہ بن نفیل کے فرزند اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے بہنوئی ہیں۔ یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطابؓ کو بہت مارا۔ مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں حضرت طلحہؓ اور ان کو حضور ﷺ نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتہ لگانے کے لئے بھیج دیا تھا اس لئے جنگ بدر کے معرکے میں حصہ نہ لے سکے مگر اس کے بعد کی تمام جنگوں میں شمشیر بہ کف ہو کر کفار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ آپ دراز قد اور بہادر جوان تھے۔ آپ نے ۵۰ ہجری میں ستر سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہیں۔

سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں ان نو کے بارے میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دوں تو میں گناہ گار نہیں ہوں گا۔ عرض کیا گیا کہ وہ کیا بات ہے۔ انھوں نے فرمایا ہم حضور ﷺ کے ساتھ کوہ حراء پر تھے۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے حراء اپنی جگہ پر قائم رہ کیوں کہ تجھ پر نبیؑ، صدیق اور شہید (افراد) کے سوا اور کوئی نہیں۔ پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ سعیدؓ نے فرمایا۔ حضور ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبدالرحمٰن (بن عوفؓ)۔ پوچھا گیا دسواں کون ہے۔ آپ نے فرمایا میں ہوں (ترمذی مشکوٰۃ)

عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فرمایا ابوبکرؓ جنتی ہیں اور عثمانؓ جنتی ہیں۔ اور علیؓ جنتی ہیں۔ اور طلحہؓ جنتی ہیں اور زبیرؓ جنتی ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی

Marfat.com

ہیں اور سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں اور سعید بن زیدؓ جنتی ہیں۔ اور ابوعبیدہ بن جراحؓ جنتی ہیں۔

سعید بن زیدؓ، حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے۔ آپ کے والد زید بن عمرو اپنے وقت کے مواحد تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ انھوں نے دور جاہلیت میں ہی حق کا جلوہ دیکھ کر بت پرستی چھوڑ کر دین ابراہیم اختیار کر لیا تھا۔ آپ کا انتقال حضور ﷺ کی پیدائش سے پانچ سال پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اور ان کو کوہ حراء کے نیچے دفن کیا گیا تھا۔ ان کا اسلام میں داخل ہونے والوں میں اٹھائیسواں نمبر ہے جب کہ ان کی بیوی کا ستائیسواں نمبر ہے۔ ان کی شادی اسلام لانے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ آپ کی شادی فاطمہؓ بنت خطاب سے ہوئی تھی۔ حضرت سعیدؓ اسلام لانے سے پہلے سے ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس کا علم ہمیں اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جسے ابن سعدؒ نے حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی جب حضرت عمرؓ ان کے گھر تشریف لائے سورہ طٰہ پڑھ رہے تھے جو ان کے پاس لکھی ہوئی موجود تھی۔ آپ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ہجرت کے موقع پر آپ کو حضرت رافعؓ بن مالک زرقی کا بھائی بنایا گیا تھا وہ انصار کے ابتدائی مسلمانوں اور بیعت عقبہ کے بارہ افراد میں تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں آپ کو شام پر حملہ کرنے والی پیدل فوج کی کمان ملی تھی۔ رجب ۱۴۔ ہجری میں دمشق فتح ہوا۔ اس کے محاصرے میں سعید بن زیدؓ نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ اسی لیے جنگ کے دوران ہی حضرت ابوعبیدہؓ نے آپ کو دمشق کا گورنر مقرر کر دیا۔ آپؓ نے اپنا منصب سنبھال تو لیا لیکن شوق جہاد کے ہاتھوں بے چین رہے چنانچہ گورنری سے خود ہی دست بردار ہو گئے اور دوبارہ جہاد میں شامل ہو گئے۔ جب ۲۳۔ ہجری کو حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تھے تو اس وقت حضرت سعیدؓ ان کے گھر میں موجود تھے۔

آپؓ نے ۵۰۔ ہجری میں وفات پائی آپ کا جنازہ مدینہ لا کر دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ آپؓ کی اولاد سے چودہ لڑکے اور بیس لڑکیاں تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے لیے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ دعا کا اثر ایسا ہوا کہ حضرت سعید بن زیدؓ جو حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے اور ان

Marfat.com

کی بہن (فاطمہؓ) سبب بنیں۔آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔دنیا میں ہی آپؓ کو جنت کی بشارت پیارے رسول ﷺ نے دے دی تھی۔اس کے باوجود دمشق کی گورنری کو چھوڑ کر جہاد میں راہ حق کے لیے حصہ لینے لگے۔

حضور ﷺ بطور ماہر نفسیات کے ان کو پرکھا ان کی خدمات کو تسلیم کیا۔سب سے بڑی خدمت ان کی حضرت عمرؓ کو اسلام لانے کا سبب بننا تھا۔حضرت سعید بن زید کو قرآن پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔قرآن حکیم سے میاں بیوی کو عشق تھا۔یہ حضرت خبابؓ کو بعض اوقات اپنے گھر بلاتے تھے۔میاں بیوی نے شروع میں حضرت عمرؓ سے مار بھی کھائی مگر ثابت قدم رہے اور اس وقت تاریخی جملہ ادا کیا۔"ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے ہم حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں ہیں۔اسلام کا نقش ہدایت ہمارے سینے سے کبھی نہیں مٹ سکتا۔حضرت موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ سعید بن زیدؓ کا دامن کبھی گناہ کی آلودگیوں سے داغدار نہ ہوا اور وہ ہمیشہ حضور ﷺ کے لیے ان کی اتباع کے لیے کوشاں رہتے تھے' تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی۔وہ اس طرح دنیا میں بھی سرخرو ہوئے اور آخرت میں تو کیا ہی کہنا جنت کے حق دار کہلائے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو عبیدہ کا اصل نام عامر اور ان کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ ان کے والد عبداللہ نے دشمنان اسلام کا بھرپور ساتھ دیا اور جنگ بدر میں اہل ایمان کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے ہی بیٹے ابو عبیدہ کے ہاتھوں قتل ہوئے جب کہ والدہ امیمہ نے اسلام قبول کر لیا اور صحابیات میں شامل ہوئیں۔ واقدی کا کہنا ہے، ان کے والد آمد اسلام سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔

ابن اسحاق، حضرت ابو عبیدہؓ ہجرت نبوی سے ۲۳ سال قبل پیدا ہوئے لیکن واقدی کا بیان ہے کہ وہ ہجرت سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔ ابن مندہؒ نے واقدی کے بیان کو درست تسلیم کیا ہے۔ اس بارے میں واقدی کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں، عثمان بن مظعونؓ، عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ، عبدالرحمان بن عوفؓ، ابو سلمہ بن عبدالاسدؓ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ خود چل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور احکام شرعیہ سے آگاہ فرمایا تو یہ سب بیک وقت مسلمان ہوئے۔ (تہذیب الکمال) ابو عبیدہ کا شمار السابقون الاولون (سورۃ توبہ: ۱۰۰) میں ہوتا ہے۔ مکہ کے ابتدائی اسلامی دور میں انہیں بھی مشرکوں کی ایذائیں سہنا پڑیں۔ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حبشہ کو ہجرت کرنے والے مہاجرین کے دوسرے گروپ میں شامل ہوئے پھر ہجرت مدینہ سے قبل مکہ لوٹ آئے (ابن ہشام، ابن سعد)۔ ابن عقبہ اور چند دوسرے اہل تاریخ کا کہنا ہے، ابو عبیدہ حبشہ نہیں گئے بلکہ مکہ ہی میں رہ کر کفار کی اذیتیں برداشت کیں۔ ہجرت مدینہ کا موقع آیا تو ابو عبیدہ بن جراح باقی اہل ایمان کے ساتھ مدینہ پہنچے اور کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کو باہم بھائی بھائی قرار دیا تو ابو طلحہ انصاری ابو عبیدہ کے انصاری بھائی قرار پائے۔

Marfat.com

دوسری روایتوں کے مطابق آپ نے ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، بنو اشہل کے سعد بن معاذ (ابن اسحاق) یا محمد بن مسلمہ (تاریخ دمشق) سے ان کی مواخات قائم فرمائی۔

ابوعبیدہ ان دس جلیل القدر صحابہ میں سے ایک تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ انس بن مالک کی روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ ہماری اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔''

حضرت ابوعبیدہ بن جراح بڑے دلیر اور قوی تھے۔ تمام غزوات میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ جنگ بدر میں انھوں نے بڑی جواں مردی دکھائی، تب ان کی عمر ۴۱ برس تھی۔ کفار قریش ان سے خوف زدہ تھے اور جنگ میں ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت ابوعبیدہ بھی ایک شخص پر وار کرنے سے پرہیز کرتے رہے لیکن وہ بار بار ان کے سامنے آجاتا۔ یہ ان کا باپ عبداللہ بن جراح تھا۔ جب اس نے جنگ میں ابوعبیدہ کی حرکت مسدود کردی تو انھوں نے تلوار چلا کر اس کا سر قلم کر دیا۔

جنگ احد کی ابتدا میں اہل ایمان کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور ان میں سے بیشتر تتر بتر ہو گئے۔ اس جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار میں زرہ کے دو حلقے دھنس گئے ان دو حلقوں کو نکالتے ہوئے حضرت عبیدہؓ کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ان کا ایثار دیکھ کر حضرت صدیق اکبرؓ دنگ رہ گئے۔

رمضان ۸ھ میں ابوعبیدہ بن جراح غزوہ فتح مکہ میں شریک ہوئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیادہ دستے کی کمان سپرد فرمائی جو شہر میں داخلہ کے وقت آپ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ ۸ھ میں آپ نے ان کو تبلیغ اسلام کے لیے نصاریٰ کے ایک وفد کے ساتھ نجران بھیجا۔ یہی وہ موقع تھا جب آپ نے انہیں امینِ امت کے لقب سے نوازا۔ ۹ھ ہی میں وہ جزیہ کی وصولی کے لیے بحرین گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علا بن حضرمی کو عامل مقرر کر رکھا تھا۔ سیدنا ابوعبیدہ فجر کی نماز کے وقت واپس پہنچے تو انصار جمع ہو گئے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا، ''تم نے سن لیا ہے، ابوعبیدہ کچھ لے کر آیا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہاری محتاجی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ تم پر پہلی امتوں کی طرح دنیا کشادہ کر دی جائے گی پھر تم اس کے پیچھے بھاگ کر ویسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے جیسے پہلی قومیں ہوئی تھیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے وصال پر خلیفہ اوّل بنانے پر نزاع پیدا ہوا۔ ابو عبیدہؓ نے اس موقع پر کہا اے گروہ انصار تم نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی مدد کی۔ اب افتراق واختلاف میں پہل نہ کرو حالانکہ خلافت کے لیے ان کا نام بھی پیش کیا گیا مگر انھوں نے ابوبکر صدیقؓ کی حمایت کی اور خود خلافت کے لیے تیار نہ ہوئے۔

ابوبکر صدیقؓ کے خلافت کے دور میں آپ ناظم بیت المال تھے۔ آپ کے مشورے سے ابوبکر صدیقؓ کے لیے چار ہزار درہم وظیفہ مقرر ہوا۔ پھر آپ نے صدیق اکبرؓ کے دور میں شام پر حملہ کیا۔ اس دوران صدیق اکبرؓ کی وفات ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں خالد بن ولید کے ساتھ مل کر شام کے ملک کو فتح کیا۔ جابیہ اور سرغ کے شہر بھی ان کے ہاتھوں ہی فتح ہوئے۔

۱۸ھ میں ملت اسلامیہ میں قحط پھیلا تو حضرت عمرؓ نے تمام گورنروں کو غلہ اکٹھا کر کے مدینہ بھیجنے کا حکم دیا۔ ابوعبیدہ نے سب سے پہلے ان کی آواز پر لبیک کہا اور غلے سے لدے ہوئے ۴ ہزار اونٹ لے کر خود مدینہ پہنچے۔ سیدنا عمرؓ نے اس غلے کو مدینہ کے نواحی قبائل میں تقسیم کرایا اور ابوعبیدہؓ کو ۴ ہزار درہم ادا کرنے کا حکم دیا۔ وہ یہ رقم لینا نہیں چاہتے تھے لیکن امیر المومنین کے اصرار پر لینا پڑے۔ ۱۸ھ ہی میں (ابن کثیر)، (طبری: ۱۷ھ) میں حضرت عمرؓ تیسری بار شام پہنچے تو مہاجرین وانصار کا ایک دستہ ان کے ہم راہ تھا۔ سرغ پہنچے تو ابوعبیدہؓ اور دوسرے کمانڈروں یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل بن حسنہ نے ان کا استقبال کیا اور شام میں طاعون پھیلنے کی خبر دی۔ یہ وہ وقت تھا کہ پورا خطہ خلافت اسلامیہ کے زیر نگیں آ چکا تھا۔ عمرؓ نے اپنے رفقا سے مشورہ کیا، اکثریت نے رائے دی کہ مدینہ واپس چلے جائیں لیکن ابوعبیدہؓ نے کہا، کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، ابوعبیدہ، کاش تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ تم بتاؤ! اگر تمہارے پاس کچھ اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جا اترو جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز وشاداب اور دوسرا بے آب وگیاہ ہو۔ کیا سرسبز حصے میں جانور چرانا قضائے الٰہی کے موافق نہ ہوگا؟ ابوعبیدہ بن جراحؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے، "جب ایک شہر میں کوئی وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود نہ ہو تو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر وبا اس جگہ پھوٹے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔

Marfat.com

ابوعبیدہؓ اس کے باوجود اپنی رائے پر قائم رہے تو سیدنا عمرؓ مدینہ چلے آئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے ان کو خط لکھا، مجھے تم سے انتہائی ضروری کام آن پڑا ہے۔ اگر یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے ہی چل پڑنا اور اگر دن چڑھے موصول ہو تو میری طرف سے تاکید ہے کہ روانہ ہونے کے لیے شام کا انتظار نہ کرنا۔ ابوعبیدہؓ نے خط پڑھتے ہی کہہ دیا، امیر المومنین اس شخص کو بچانا چاہتے ہیں جو اب بچنے والا نہیں۔ انھوں نے جواب تحریر کیا، مجھے آپ کے کام کا پتا چل گیا ہے۔ اسلامی فوج کا ایک حصہ میری کمان میں ہے، میں اپنے سپاہیوں پر آنے والی آفت سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکتا۔ میں ان سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ میرے اور ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ آجائے لہٰذا مجھے اپنے حکم کی تعمیل سے بری الذمہ کر دیں۔ یہ ان کی پہلی اور آخری نافرمانی تھی حالانکہ وہ ہر طرح کے حالات میں امیر المومنین کی اطاعت کر چکے تھے۔ سیدنا عمرؓ کو جواب ملا تو رونے لگ گئے، آنسو آنکھوں سے ٹپک رہے تھے۔ ان کا گریہ دیکھ کر پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے پوچھا، کیا ابوعبیدہ رحلت کر گئے ہیں؟ سیدنا عمر نے کہا، نہیں لیکن موت ان کے قریب آچکی ہے۔ اب انھوں نے ایک اور خط بھیجا، تم نے لوگوں کو نشیبی اور مرطوب (damp) سرزمین میں ڈال رکھا ہے۔ انہیں اونچائی والے علاقے کی طرف لے جاؤ جہاں آب وہوا خوش گوار ہو۔ ابوعبیدہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا، لشکر لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ تب تک سیدنا ابوموسیٰ کی اہلیہ طاعون کا شکار ہو چکی تھیں۔ انھوں نے قصد سفر کیا تھا کہ ابوعبیدہ بھی اس موذی مرض کا نشانہ بن گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، ابوموسیٰ اس سال شام میں نہیں بلکہ بصرہ میں تھے۔ ابوعبیدہ کی تکلیف شدید ہوئی تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا، لوگو! یہ درد تمہارے رب کی رحمت، تمہارے نبی ﷺ کی دعا اور تم سے پہلے گزرنے والے نیک لوگوں کی موت ہے۔ دم آخریں اپنے فوجیوں کو وصیت کی، نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ وخیرات کرو، حج وعمرہ ادا کرو اور اپنے حکم رانوں سے خیر خواہی کرو۔ تمہیں دنیا ہلاکت میں ڈالنے نہ پائے۔ پھر حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور انہیں نماز کی امامت کرنے کو کہا۔ سیدنا معاذ ہی نے تجہیز وتکفین کی۔ ان کی جائے تدفین معین طور پر معلوم نہیں۔ اہل تاریخ کے اختلاف کے مطابق ان کی آخری آرام گاہ اردن کے نواحی قصبہ فحل میں، فلسطین کے قریہ بیسان میں یا رملہ سے بیت المقدس کی طرف ساڑھے تیرہ میل کی دوری پر واقع عمواس میں

Marfat.com

ہے۔ یہ وہی قصبہ ہے جہاں طاعون کی وبا پھوٹی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات کے بعد ان کا لشکر جابیہ پہنچا تو وبا کا زور ٹوٹا اور باقی مسلمانوں کی جانیں بچ پائیں۔ ۳۶ ہزار سپاہیوں میں سے صرف ۶ ہزار زندہ رہے۔ عام روایتوں میں طاعون سے مرنے والوں کی تعداد ۲۵ ہزار بتائی جاتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ انتظامی وفوجی ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ اپنے زیر اثر مسلمانوں کی تعلیم وتربیت سے ہرگز غافل نہ رہے۔ ان کی ترغیب سے بعض مفتوحہ شہروں میں درس وتدریس کے حلقے قائم ہوئے۔ یہاں صحابہ کرام قرآن پاک کی تعلیم دیتے اور فقہی مسائل حل کرتے تھے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ کی نمایاں خصوصیات تقویٰ، سادگی وانکسار، زہد وتواضع، شجاعت وہمت، ایثار و رحم دلی اور خوش خلقی وزندہ دلی ہیں۔ وہ اطاعت الٰہی، حب رسولؐ اور اتباع سنت میں پیش پیش تھے۔ انھوں نے اپنے زمانہ امارت میں اسلامی مساوات، اخوت ورواداری، رعایا پروری اور خیر کوشی کا خاص خیال رکھا۔ ان سب باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ دنیا کے سب سے بڑے ماہر نفسیات تھے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے کہا، دنیا (کے مال ودولت) نے سب کو بدل ڈالا ہے مگر ابوعبیدہؓ! تو نہیں بدلا۔

حضرت ابوعبیدہؓ لمبے، دبلے، چھریرے اور روشن رو تھے۔ ان کی ڈاڑھی لمبی اور ہلکی تھی، کندھے کچھ جھکے ہوئے تھے۔ سر اور ڈاڑھی کے بالوں پر مہندی یا وسمہ لگاتے۔ بالوں کی دو گتیں (چوٹیاں) بنا کر رکھتے۔ عام زندگی میں نرم خو، منکسر المزاج اور شرمیلے تھے لیکن جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو گرجتے ہوئے شیر بن جاتے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی زوجہ ہند بنت جابر سے ان کے دو بیٹے یزید اور عمیر پیدا ہوئے۔ آگے ان کے بیٹے بے اولاد رہے اس لیے ان کی نسل منقطع ہوگئی۔

سیدہ عائشہؓ سے سوال کیا گیا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود خلیفہ مقرر فرماتے تو کون ہوتا؟ انھوں نے کہا، سیدنا ابوبکرؓ۔ پوچھا گیا، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کون ہوسکتا تھا؟ فرمایا، عمرؓ۔ پھر سوال ہوا، عمرؓ کے بعد کس کی باری آتی؟ تو حضرت عائشہ نے جواب دیا، ابوعبیدہ بن جراحؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”حضرت ابوبکرؓ اچھے

Marfat.com

آدمی ہیں، حضرت عمرؓ عمدہ آدمی ہیں، ابو عبیدہ بن جراحؓ اچھے آدمی ہیں، اسید بن حفیرؓ عمدہ شخص ہیں، ثابت بن قیسؓ اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبلؓ اچھے انسان ہیں، معاذ بن عمرو بن جموحؓ اچھے آدمی ہیں۔'' ایک بار حضرت عمر بن خطابؓ نے (جو کسی حویلی میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے، باتوں باتوں میں) اہل مجلس سے کہا، اپنی اپنی آرزوئیں بیان کرو۔ ایک شخص نے کہا، میری تمنا ہے، یہ گھر درہموں سے بھرا ہو اور میں ان سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ دوسرے نے کہا، میرا دل چاہتا ہے، یہ مکان سونے سے معمور ہو اور میں سارا سونا اللہ کی راہ میں لٹا دوں۔ ان کے اصرار پر تیسرے مسلمان نے اپنی یہ آرزو بتائی، یہ حویلی جواہرات سے لب ریز ہو اور میں انہیں راہ خدا میں انفاق کر دوں۔ سیدنا عمرؓ نے تب بھی کہا، اپنی تمنائیں بتاؤ تو حاضرین نے کہا: یہ خواہشات رکھنے کے بعد ہم کیا تمنا کریں گے؟ اب انھوں نے خود اپنی دلی خواہش کا اظہار اس طرح کیا، میں تمنا کرتا ہوں، یہ گھر ابو عبیدہ بن جراحؓ، معاذ بن جبلؓ اور حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو اور میں ان کو اطاعت الٰہی کی تکمیل کرنے کے لیے عامل مقرر کر دوں۔ سیدنا عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل کہا، اگر ابو عبیدہ بن جراحؓ زندہ ہوتے تو کوئی مشورہ کیے بغیر میں انہیں اپنا جانشین مقرر کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے باز پرس کرتا تو کہتا، میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ''یہ (ابو عبیدہؓ) اس امت کے امین ہیں۔'' خلیفہ ثانی نے ایک بار ۴ سو دینار تھیلی میں ڈال کر اپنے غلام کو دیے اور کہا، ابو عبیدہؓ کے پاس لے جاؤ اور کچھ دیر ٹھہر کر دیکھنا، وہ اس رقم کا کیا کرتے ہیں؟ ابو عبیدہؓ نے اسی وقت اپنی باندی کو بلایا اور پانچ سات کر کے سب دینار تقسیم کرا دیے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اتنی ہی رقم معاذ بن جبلؓ کی طرف بھیجی۔ انھوں نے بھی اپنی کنیز کو بلا کر کہا، جاؤ! اتنی اتنی رقم فلاں فلاں کو دے آؤ۔ اتنی دیر میں ان کی اہلیہ بولیں، بخدا! ہم بھی مسکین ہیں، کچھ ہم کو بھی دے دو۔ ۲ دینار بچے تھے، انھوں نے ان کو تھما دیے۔ سیدنا عمرؓ بہت خوش ہوئے اور کہا، یہ سب بھائی بند ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ دونوں کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ قریش کے زیرک ترین آدمی ہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں، قریش کے تین اشخاص بہت خوب صورت، بہترین اخلاق والے اور انتہائی حیادار ہیں۔ اگر تم سے بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور اگر تم ان سے گفت گو کرو تو تمہیں نہ جھٹلائیں۔ یہ حضرت ابوبکرؓ،

Marfat.com

حضرت عثمانؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ ہیں۔

حضور ﷺ نے بطور نفسیات دان جن کو القابات دیئے انھوں نے اسلام کے لیے اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔ حضرت عبیدہؓ کو امین کا خطاب فرما کر ان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی پیدا کر دی۔ ان کی بہادری، عقل مندی اور ایثار کی وجہ سے بہت بڑا علاقہ فتح ہوا۔ پھر ان علاقوں نے ایسے علماء اور مسلمان پیدا کیے جنھوں نے اسلام کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کے کارناموں میں سے بڑے کارنامے دمشق حمص، حماۃ اور لازقیہ کی فتح شامل ہیں۔ اسلام کی خاطر انھوں نے اپنے والد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اسلام کو ہی اپنا اوڑھنا، بچھونا بنا لیا اور آخری وقت تک اسلام کی سر بلندی کے لیے جہاد کرتے رہے۔ یہ سب کچھ حضور ﷺ کے ماہر نفسیات کی بدولت ہوا کیوں کہ حضور ﷺ نے جن کو پرکھا پھر القاب دیے۔ یہ القاب رہتی دنیا تک ان سب کے کارناموں کے ساتھ زندہ جاوید رہیں گے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

خارجہ پالیسی اور حضور ﷺ

حضور ﷺ آخری رسول ہیں، ان کے بعد نبوت ختم ہوگئی۔ اب تا قیامت کوئی نبی نہ آئے گا۔ اب اسلام کی سربلندی کے لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کا کام کرے کیونکہ نبیوں کے بعد آخری نبی کی امت کے ذمے یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ کر پہنچائیں۔ ہمیں آج سے صدیوں پہلے حضور ﷺ نے ایک گائیڈ لائن عطا کر دی تھی اور عملی طور پر انھوں نے عرب کے علاوہ اُس وقت کی جتنی بھی عظیم حکومتیں تھیں اُن تک اللہ کا پیغام پہنچایا تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے دنیا کے بیشتر ممالک میں اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط مختلف نامہ بروں کے ہاتھوں بھجوائے تھے۔

ان خطوط کو آپ حضور ﷺ کی خارجہ پالیسی کا نقطۂ آغاز ہم کہہ سکتے ہیں آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی اُس وقت نہایت کامیاب رہی تھی کیونکہ آپ ﷺ نے خطوط کے ذریعے اسلام کا پیغام اُن تک بڑے احسن طریقے سے پہنچا دیا تھا۔ اسلام کا پیغام اب بھی مسلمان گوشے گوشے میں پہنچا رہے ہیں اس کے لئے مختلف جماعتیں کام کر رہی ہیں یہاں پر اُن کا ذکر اس وجہ سے نہیں کر رہے کہ اس کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے اور کئی کتابیں اس سلسلے میں لکھی جا چکی ہیں یہاں پر ہم صرف حضور ﷺ کی خارجہ پالیسی اور اُن کے خطوط جو انھوں نے اُس وقت کی دنیا میں حکمران لوگ تھے کو لکھے تھے پہلے آپ اُن خطوط کا مطالعہ کر لیں پھر بعد میں ان خطوط پر حضور ﷺ کی آفاقیت صداقت اور نفسیات پر بات کریں گے۔

حضور ﷺ کے خطوط مختلف بادشاہوں کے نام

۱۔ نجاشی شاہ حبش کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی شاہِ حبشہ کے نام

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا

Marfat.com

ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو قدوس اور سلام ہے۔ امن دینے والا محافظ و نگران ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں پاکیزہ اور پاکدامن مریمؑ بتول کی طرف ڈال دیا اور اس کی رُوح اور پھونک سے مریم عیسیٰ کے لئے حاملہ ہوئیں۔ جیسے اللہ نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں اللہ وحدہ لاشریک کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف (بلاتا ہوں) کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عز وجل کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بڑے یقینی انداز میں کہا ہے کہ یہی وہ خط ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے بعد نجاشی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ جہاں تک اس خط کی استنادی حیثیت کا تعلق ہے تو دلائل پر نظر ڈالنے کے بعد اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں رہتا لیکن اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے بعد یہی خط روانہ فرمایا تھا بلکہ بیہقی نے جو خط ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے اس کا انداز ان خطوط سے زیادہ ملتا جلتا ہے جنہیں نبی ﷺ نے حدیبیہ کے بعد عیسائی بادشاہوں اور امراء کے پاس روانہ فرمایا تھا کیوں کہ جس طرح آپ ﷺ نے ان خطوط میں آیت کریمہ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء۔ درج فرمائی تھی، اسی طرح بیہقی کے روایت کردہ خط میں بھی یہ آیت درج ہے۔ علاوہ ازیں اس خط میں صراحتاً اضحمہ بن الجبر (کئی کتابوں میں اصحم بن الجبر لکھا گیا ہے) کا نام بھی موجود ہے جبکہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے نقل کردہ خط میں کسی کا نام نہیں ہے، اس لئے میرا گمان غالب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا نقل کردہ خط درحقیقت وہ خط ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اضحمہ بن الجبر کی وفات کے بعد اس کے جانشین کے نام لکھا تھا اور غالباً یہی سبب ہے کہ اس میں کوئی نام درج نہیں۔

۲۔ مُقوقس شاہِ مصر کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک گرامی نامہ جریج بن متی کے نام روانہ فرمایا جس کا لقب مقوقس تھا اور جو مصر واسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ نامہ گرامی یہ ہے:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس شاہِ قبط کی جانب۔

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد۔

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اور اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہوگا۔ ''اے اہل قبط! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض کو اللہ کی بجائے رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

اس خط کو پہنچانے کے لئے حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا انتخاب فرمایا گیا۔ وہ مقوقس کے دربار میں پہنچے تو فرمایا ''(اس زمین پر) تم سے پہلے ایک شخص گذرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے آخر اوّل کے لیے عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسرے سے عبرت پکڑو، ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں''۔

مقوقس نے کہا: ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے۔ حضرت حاطبؓ نے فرمایا:

> ''ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام ماسوا (ادیان) کے بدلے کافی بنا دیا ہے۔ دیکھو! اس نبی نے لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے، یہود نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ کیلئے بشارت دی تھی، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے محمد ﷺ کے لیے بشارت دی ہے اور ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جیسے تم اہل تورات کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم کو پا جاتا ہے وہ

Marfat.com

قوم اسکی امت ہوتی ہے اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے، اور تم نے اس نبی کا عہد پالیا ہے اور پھر ہم تمہیں دین مسیح سے روکتے نہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں"۔

مقوقس نے کہا:

"میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا تو میں نے پایا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں کرتے۔ وہ نہ گمراہ جادوگر ہیں نہ جھوٹے کاہن، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں میں مزید غور کرونگا"۔

مقوقس نے نبی ﷺ کا خط لے کر (احترام کے ساتھ) ہاتھ دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا اور مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کر دیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ﷺ بن عبداللہ کے لئے مقوقس شاہِ قبط کی طرف سے۔

آپ ﷺ پر سلام! امابعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس میں آپ ﷺ کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کی آمد باقی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے نمودار ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا اعزاز واکرام کیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کپڑے بھیج رہا ہوں اور آپ ﷺ کی سواری کے لئے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں اور آپ ﷺ پر سلام"۔

مقوقس نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا اور اسلام نہیں لایا۔ دونوں لونڈیاں ماریہ اور سرین تھیں۔ خچر کا نام دلدل تھا جو حضرت معاویہؓ کے زمانے تک باقی رہا۔ نبی ﷺ نے ماریہؓ کو اپنے پاس رکھا اور انہیں کے بطن سے نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے اور سیرینؓ کو حضرت حسانؓ بن ثابت انصاری کے حوالے

Marfat.com

کر دیا۔

۳۔ شاہ فارس خسرو پرویز کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط بادشاہ فارس کسریٰ (خسرو) کے پاس روانہ کیا جو یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول ﷺ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں تا کہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے اور کافرین پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی بار گناہ ہوگا''۔

اس خط کو لے جانے کے لئے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو منتخب فرمایا۔ انھوں نے یہ خط سربراہ بحرین کے حوالے کیا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ سربراہ بحرین نے یہ خط اپنے کسی آدمی کے ذریعہ کسریٰ کے پاس بھیجایا خود حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو روانہ کیا۔ بہر حال جب یہ خط کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے چاک کر دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا: میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی جب خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے، اور پھر وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے یہاں سے اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کیے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا جس میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے کہا:

> ''شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو کسریٰ کے روبرو

Marfat.com

حاضر کرے اور باذان نے اس کام کے لئے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ چلیں۔ ساتھ ہی دونوں نے دھمکی آمیز باتیں بھی کہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ کل ملاقات کریں"۔

ادھر عین اسی وقت جب کہ مدینہ میں یہ دلچسپ "مہم" درپیش تھی خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعلہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارسی فوجوں کے پے در پے شکست کے بعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات، دس جمادی الاولیٰ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم وحی کے ذریعہ ہوا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی۔ ان دونوں نے کہا کچھ ہوش ہے آپ ﷺ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ ﷺ کی اس سے بہت معمولی بات بھی قابلِ اعتراض شمار کی ہے تو کیا آپ ﷺ کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اسے میری اس بات کی خبر کردو اور اس سے یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رُکے گی جس سے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔ تم دونوں اُس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیر اقتدار ہے وہ سب میں تمہیں دے دوں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں مدینہ سے روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ شیرویہ نے اپنے اس خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا تھا اسے تا حکم ثانی برانگیختہ نہ کرنا۔

اس واقعہ کی وجہ سے باذان اور اس کے فارسی رفقاء (جو یمن میں موجود تھے) مسلمان ہو گئے۔

۴۔ قیصر شاہ روم کے نام خط

رسول اللہ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ وہ مکتوب یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب ہرقل شاہ روم کی طرف

Marfat.com

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دوبارہ دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کی بجائے ہمارا بعض بعض کو رب نہ بنائے۔ پس اگر لوگ رُخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

اس گرامی نامہ کو پہنچانے کے لئے دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کا انتخاب ہوا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ یہ خط سربراہ بصری کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچا دے گا۔ اس کے بعد کو کچھ پیش آیا اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے بیان کیا کہ ہرقل نے اس کو قریش کی ایک جماعت سمیت بلوایا۔ یہ جماعت صلح حدیبیہ کے تحت رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان طے شدہ عرصہ امن میں ملک شام تجارت کے لئے گئی ہوئی تھی۔ یہ لوگ ایلیاء (بیت المقدس) میں اس کے پاس حاضر ہوئے۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار بلایا۔ اس وقت اس کے گرداگرد روم کے بڑے بڑے لوگ تھے پھر اس نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلا کر کہا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اس سے تمہارا کون سا آدمی سب سے زیادہ قریبی نسبی تعلق رکھتا ہے؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا، میں اس کا سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہ، اسے میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر کے اس کی پُشت کے پاس بٹھا دو۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ میں اس شخص سے اُس آدمی (نبی ﷺ) کے متعلق سوالات کروں گا۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا۔

۵۔ منذر بن ساوی کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس لکھ کر اسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اس خط کو حضرت علامہ بن الحضرمیؓ کے ہاتھوں روانہ فرمایا۔ جواب میں منذر نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا:

اما بعد! اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنا دیا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور اس کے حلقہ بگوش ہو گئے اور بعض نے پسند نہیں کیا۔ اور میری زمین میں یہود

Marfat.com

اور مجوس بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمایئے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خط لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف

تم پر سلام ہو میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

"امابعد! میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لئے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری سفارش قبول کر لی۔ لہٰذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے لہٰذا ان سے قبول کر لو اور جب کہ تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔

۶۔ ہوذہ بن علی (یمامہ) کے نام خط

نبی ﷺ نے ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام حسب ذیل خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آ کر رہے گا لہٰذا اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا"۔

اس خط کو پہنچانے کیلئے بحیثیت قاصد سلیطؓ بن عمرو عامری کا انتخاب فرمایا گیا۔ حضرت سلیطؓ اس مہر لگے ہوئے خط کو لے کو ہوذہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپؓ کو مہمان بنایا اور مبارکباد دی۔ حضرت سلیطؓ نے اسے خط پڑھ کر سنایا تو اس نے درمیانی قسم کا جواب دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ لکھا: آپ ﷺ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اس کی بہتری اور عمدگی کا کیا پوچھنا اور عرب پر میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس لئے کچھ کار پردازی میرے ذمہ کر دیں۔ میں آپ ﷺ کی پیروی کروں گا۔ اس نے حضرت سلیطؓ

Marfat.com

کو تحائف بھی دیئے اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا بھی دیا۔ حضرت سلیطؓ یہ تحائف لے کر خدمت نبوی میں واپس آئے اور ساری تفصیلات گوش گزار کیں۔ نبی ﷺ نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا۔ ''اگر وہ زمین کا ایک ٹکڑا بھی مجھ سے طلب کرے گا، تو میں اسے نہ دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہوگا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا۔'' پھر جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ خبر دی کہ ہوذہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سنو! یمامہ میں ایک کذاب نمودار ہونے والا ہے جو میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک کہنے والے نے کہا، یا رسول اللہ! اسے کون قتل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم اور تمہارے ساتھ اور واقعتہً ایسا ہی ہوا۔

۷۔ حارث بن ابی شمر غسانی حاکم دمشق کے نام خط

نبی ﷺ نے اس کے پاس ذیل کا خط رقم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور ایمان لائے اور تصدیق کرے۔ اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ پر ایمان لاؤ جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور تمہارے لئے تمہاری بادشاہت باقی رہے گی''۔

یہ خط قبیلہ اس بن خزیمہ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی حضرت شجاعؓ بن وہب کے بدست روانہ کیا گیا۔ جب انھوں نے یہ خط حارث کے حوالے کیا تو اس نے کہا: ''مجھ سے میری بادشاہت کون چھین سکتا ہے؟ میں اس پر یلغار کرنے ہی والا ہوں'' اور اسلام نہ لایا۔

۸۔ شاہِ عمان کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط شاہِ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام لکھا۔ ان دو کے والد کا نام جلندی تھا۔ خط کو مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد بن عبداللہ ﷺ کی جانب سے جلندی کے دونوں صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام''

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد، میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام

Marfat.com

لاؤ، سلامت رہو گے، کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں، تا کہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرہ سے آگاہ کر دوں اور کافرین پر قول برحق ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر لو گے تو تم ہی دونوں کو والی اور حاکم بناؤں گا۔ اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہو گی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آجائے گی"۔

اس خط کو لے جانے کے لئے ایلچی کی حیثیت سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان کا بیان ہے کہ میں روانہ ہو کر عمان پہنچا اور عبد سے ملاقات کی۔ دونوں بھائیوں میں یہ زیادہ دور اندیش اور نرم خو تھا۔ میں نے کہا، میں تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔ اس نے کہا، میرا بھائی عمر اور بادشاہت دونوں میں مجھ سے بڑا اور مجھ پر مقدم ہے۔ اس لئے میں تم کو اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں کہ وہ تمہارا خط پڑھ لے اس کے بعد اس نے کہا: اچھا تم دعوت کس بات کی دیتے ہو؟

میں نے کہا:

"ہم ایک اللہ کی طرف بلاتے ہیں، جو تنہا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد نے کہا:

"اے عمرو تم اپنی قوم کے سردار کے صاحبزادے ہو۔ بتاؤ تمہارے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ ہمارے لئے اس کا طرز عمل، لائق اتباع ہو گا"۔

میں نے کہا: "وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر وفات پا گئے لیکن مجھے حسرت ہے کہ کاش انھوں نے اسلام قبول کیا ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہوتی۔ میں خود بھی انہیں کی رائے پر تھا لیکن اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی۔"

عبد نے کہا: تم نے کب ان کی پیروی کی؟

میں نے کہا: ابھی جلد ہی۔

اس نے دریافت کیا: تم کس جگہ اسلام لائے۔

Marfat.com

میں نے کہا: نجاشی کے پاس اور بتلایا کہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبد نے پوچھا: اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کا کیا کیا؟

میں نے کہا: اسے برقرار رکھا اور اس کی پیروی کی۔

اس نے کہا: اسقفوں اور راہبوں نے بھی اس کی پیروی کی؟

میں نے کہا: ہاں۔

عبد نے کہا: اے عمرو! دیکھو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ آدمی کی کوئی بھی خصلت جھوٹ سے زیادہ رسوا کن نہیں۔

میں نے کہا: میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ ہم اسے حلال سمجھتے ہیں۔

عبد نے کہا: میں سمجھتا ہوں، ہرقل کو نجاشی کے اسلام لانے کا علم نہیں۔

میں نے کہا: کیوں نہیں۔

عبد نے کہا: تمہیں یہ بات کیسے معلوم؟

میں نے کہا: نجاشی ہرقل کو خراج ادا کیا کرتا تھا لیکن جب اس نے اسلام قبول کیا اور محمد ﷺ کی تصدیق کی تو بولا: خدا کی قسم اب اگر وہ مجھ سے ایک درہم بھی مانگے گا تو میں نہ دوں گا اور جب اس کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس کے بھائی یناق نے کہا، کیا تم اپنے غلام کو چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں خراج نہ دے اور تمہارے بجائے ایک دوسرے شخص کا نیا دین اختیار کرے؟ ہرقل نے کہا: یہ ایک آدمی ہے جس نے ایک دین کو پسند کیا اور اسے اپنے لئے اختیار کر لیا۔ اب میں اس کیا کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! اگر مجھے اپنی بادشاہت کی حرص نہ ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو اس نے کیا۔

عبد نے کہا: عمرو: دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟

میں نے کہا: واللہ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا: اچھا مجھے بتاؤ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں؟

میں نے کہا: اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے منع کرتے ہیں۔ نیکی

Marfat.com

وصلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ظلم و زیادتی، زنا کاری، شراب نوشی اور پتھر بت پرستی اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عبد نے کہا: یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری متابعت کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر (چل پڑتے) یہاں تک کہ محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔

میں نے کہا: اگر وہ اسلام قبول کرلے تو رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے۔ البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر فقیروں پر تقسیم کر دیں گے۔

عبد نے کہا: یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اچھا بتاؤ صدقہ کیا ہے؟

جواب میں میں نے مختلف اموال کے اندر رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے صدقا کی تفصیل بتائی۔ جب اونٹ کی باری آئی تو وہ بولا: اے عمروؓ! ہمارے ان مویشیوں میں سے بھی صدقہ لیا جائے گا۔ جو خود ہی درخت چر لیتے ہیں۔

میں نے کہا: ہاں:

عبد نے کہا: واللہ میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے باوجود اس کو مان لے گی۔

حضرت عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ میں اس کی ڈیوڑھی میں چند دن ٹھہرا رہا۔ وہ اپنے بھائی کے پاس جا کر میری ساری باتیں بتاتا رہتا تھا پھر ایک دن اس نے مجھے بلایا اور میں اندر داخل ہوا۔ چوبداروں نے میرے بازو پکڑ لیے۔ اس نے کہا چھوڑ دو اور مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے بیٹھنا چاہا تو چوبداروں نے مجھے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہ اپنی بات کہو، میں نے سربمہر خط اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے مہر توڑ کر خط پڑھا، جب پورا خط پڑھ چکا تو اپنے بھائی کے حوالہ کر دیا۔ بھائی نے بھی اسی طرح پڑھا مگر میں نے دیکھا کہ اس کا بھائی اس سے زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: مجھے بتاؤ قریش نے کیا روش اختیار کی ہے؟

میں نے کہا: سب ان کے اطاعت گذار ہو گئے ہیں کوئی دین سے رغبت کی بنا پر اور کوئی تلوار سے

Marfat.com

خوف زدہ ہو کر۔

بادشاہ نے پوچھا: ان کے ساتھ لوگ ہیں؟

میں نے کہا: سارے لوگ ہیں۔ انھوں نے اسلام کو برضا ورغبت قبول کر لیا ہے اور اسے تمام دوسری چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ انہیں اللہ کی ہدایت اور اپنی عقل کی رہنمائی سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ وہ گمراہ تھے۔ اب اس علاقہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے سوا کوئی اور باقی رہ گیا ہے اور اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا اور محمد ﷺ کی پیروی نہ کی تو تمہیں سوار روند ڈالیں گے اور تمہاری ہریالی کا صفایا کر دیں گے۔ اس لئے اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور رسول اللہ ﷺ تم کو تمہاری قوم کا حکمران بنا دیں گے۔ تم پر نہ سوار داخل ہوں گے نہ پیادے۔

بادشاہ نے کہا: مجھے آج چھوڑ دو اور کل پھر آؤ۔ اس کے بعد میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا۔

اس نے کہا: عمرو! مجھے امید ہے کہ اگر بادشاہت کی حرص غالب نہ آئی تو وہ اسلام قبول کر لے گا۔

دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گیا لیکن اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا اور بتلایا کہ بادشاہ تک میری رسائی نہ ہو سکی۔ بھائی نے مجھے اس کے یہاں پہنچا دیا۔ اس نے کہا: میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا۔ اگر میں بادشاہت ایک ایسے آدمی کے حوالے کر دوں جس کے شہسوار یہاں پہنچے بھی نہیں تو میں عرب میں سب سے کمزور سمجھا جاؤں گا اور اگر اس کے شہسوار یہاں پہنچ آئے تو ایسا رن پڑے گا کہ انہیں کبھی اس سے سابقہ نہ پڑا ہوگا۔

میں نے کہا: اچھا تو میں کل واپس جا رہا ہوں۔

جب اسے میری واپسی کا یقین ہو گیا تو اس نے بھائی سے خلوت میں بات کی اور بولا "یہ پیغمبر جن پر غالب آ چکا ہے ان کے مقابل ہماری کوئی حیثیت نہیں اور اس نے جس کسی کے پاس بھی پیغام بھیجا ہے اس نے دعوت قبول کر لی ہے، لہٰذا دوسرے دن صبح ہی مجھے بلوایا گیا اور بادشاہ اور اس کے بھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے مجھے آزاد چھوڑ دیا اور جس کسی نے میری مخالفت کی اس کے خلاف میرے مددگار ثابت ہوئے۔

اس واقع کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی بادشاہوں کی بہ نسبت ان دونوں کے پاس خط کی روانگی خاصی تاخیر سے عمل میں آئی تھی۔ غالباً یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

خارجہ پالیسی کا خلاصہ

ان خطوط نے اللہ اور اللہ کے رسول کی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں تک پہنچادی۔ اس کے جواب میں کوئی ایمان کی حرارت سے مالا مال ہوگیا اور اپنی عاقبت سنوار لی تو کسی نے کفر کی راہ اختیار کر لی ایسے میں اس کو بربادی کے سوا کچھ اور نہ ملا البتہ ان خطوط کا اثر یہ ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی حضور ﷺ کی جانب مبذول ہوگئی اور ماہر نفسیات کی طرح حضور ﷺ اور اسلام کا نام ایک جانی پہچانی حقیقت بن گیا۔ آگے چل کر پھر ان حکومتوں پر مسلمان فاتح بن کر چھا گئے۔ اسلام کا سورج ان ممالک میں طلوع ہوگیا۔ جواب تک پوری آب و تاب سے جگمگا رہا ہے اور اسلام کے شیدائی لاکھوں میں یہاں موجود ہیں۔

سب سے اچھی بات حضور ﷺ کی نبوت میں یہ ہے کہ اس میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور رسالت میں موجود نہیں اس نبوت میں نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسلام کو تمام دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا اس لئے نبوت کے ابتدائی دور میں ہی سے جب کہ مکہ کے لوگ بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے اُس وقت دیگر اقوام اور دیگر مذاہب کے لوگوں میں تبلیغ کرنی شروع کر دی تھی۔ یعنی سفارتی ذرائع استعمال کرنے شروع کر دیئے تھے۔ جن کا اُن دنوں اتنا رواج بھی نہ تھا۔ آپ نے بہادری اور جانفشانی سے خارجہ پالیسی میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا تھا اور سب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ دیکھو تم سب میری بات مان لو نہیں تو آنے والے وقت میں تم رہو گے نہ، تمہاری بادشاہتیں رہیں گی۔ اگر رہے گا تو صرف اللہ کا نام رہے گا۔ تمہاری بڑی عظیم الشان سلطنتیں تباہ و برباد ہو جائیں گی پھر ایسا ہی ہوا اُن سب کو زوال آ گیا اور اسلام تیزی سے دنیا میں پھیلنے لگا۔

حضور ﷺ کے سارے عالم کے لئے رسول ہونا درج ذیل قرآن کی آیات سے بالکل واضح ہے۔

۱۔ ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لئے بشارت پہنچانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر دنیا میں رسول بنایا۔ (السباء: ۲۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے

Marfat.com

تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔

۳۔ ہم نے آپ کو تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔(پارہ:۲۱،الانبیاء:۱۰۸)

۴۔ (اے محمد حضور ﷺ) ان سے کہہ دو کہ اے انسانی نسل کے بچو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔(اعراف:۱۰۸)

۷ھ کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی حضور ﷺ نے مختلف بادشاہوں اور امراء کو خطوط اپنے مختلف سفیروں کے ہاتھوں روانہ فرمائے تھے۔آپ نے ماہر نفسیات کے طور پر جو سفیر جس قوم میں بھیجا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا اس طرح مقصد یہ تھا کہ وہ اپنا تبلیغی مشن اچھے طریقے سے پیش کر سکے اب تک آپ نے کوئی مہر نہ بنائی تھی خطوط روانہ کرنے کے لئے خاص طور پر مہر بنائی گئی جو کہ چاندی کی تھی اور تین سطور میں اس طرح یہ عبارت کندہ تھی۔

الله
رسول
محمد

اس میں ایک بات بڑی اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کو لکھے گئے اُن میں حضور ﷺ نے ماہر نفسیات کے طور پر یہ آیت مبارکہ بھی خصوصیت سے لکھی تھی۔

"اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے تمہارے دین میں مساوی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے علاوہ کسی الٰہ ہونے کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کے لئے تجویز نہ کریں۔(پارہ تیسرا سورۃ العمران آیت:۶۴)

ہرقل نے اگرچہ اسلام قبول نہ کیا مگر ایک بات سچ کہی وہ یہ تھی کہ ابوسفیان کو جب ہرقل نے بلایا اور پھر اُس سے اسلام اور حضور ﷺ کے بارے میں اور دوسرے مسلمانوں کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کیں تو کہنے لگا کہ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جوابات دیے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوں (شام وبیت المقدس) پر ضرور قابض ہو جائے گا۔کاش میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی کے پاؤں دھویا

Marfat.com

کرتا۔

اس کے برعکس خسرو پرویز کسریٰ کا بادشاہ تھا اُس نے خط کو پھاڑ ڈالا اور غصے سے بولا میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے پھر اس نے گورنر یمن کو حضور ﷺ کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا لیکن خود وہ اُنہی دنوں مر گیا اور اُس کے درباری خوف زدہ ہو گئے۔

آج کل سفارت کاری ہر ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ دنیا میں وہ ہی ملک، دوسرے ممالک پر چھائے ہوئے ہیں جن کے سفارت کار بہت ہوشیار، اپنے کام میں ماہر ہوتے ہیں اور یہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسے میں یہ سفارت کار اور ان کے ممالک غریب ممالک کی قسمت سے کھیلتے رہتے ہیں اور پھر اپنی مرضی سے ان کو جس طرح چاہیں استعمال کرتے اور اپنے ہاتھوں نچواتے ہیں۔

میں فدا ہو جاؤں حضور اکرم ﷺ پر۔ انھوں نے بطور ماہر نفسیات ساری زندگی صرف سچ کو ہی اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور اپنی خارجہ پالیسی میں سچ کو ہی پہلی اور آخری ترجیح دی۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ نے خارجہ پالیسی کو ایسے طریقے سے تشکیل دیا جس سے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ہی مشعلِ راہ بنایا۔ کوئی لمبے چوڑے وعدے نہیں کیے۔ بالکل سچی اور بے لاگ باتیں کیں۔ آج بھی اسلامی ممالک حضور اکرم ﷺ کی بنائی ہوئی خارجہ پالیسی کو مدِ نظر رکھ کر اپنی خارجہ پالیسی کی تشکیلِ نو کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے ایک ہی بات واضح ہو جائے گی کہ سچ کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔ آج کل اسلامی ممالک میں بے چینی، افراتفری، دہشت گردی پائی جاتی ہے یہ صرف مغربی آقاؤں کی وجہ سے ہے۔ اس بے چینی، افراتفری، دہشت گردی کا مقابلہ حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے خارجہ پالیسی کے اصولوں کو مدِ نظر رکھنا ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے بطور ماہر نفسیات اپنی کامیاب خارجہ پالیسی تشکیل دی تھی۔ جس کا رقبہ مدینہ کی چند گلیوں پر مشتمل تھا۔ جس کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہوا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند سال بعد جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت پورے عرب کے علاوہ جنوبی فلسطین اور عراق کے بہت سے علاقے اسلامی ریاست کا حصہ بن چکے تھے۔ آپ حیران ہوں

Marfat.com

گے کہ یہ علاقہ ۱۰ لاکھ مربع میل بنتا ہے۔ یہ صرف دس سال کی نہایت قلیل مدت کا ثمر تھا۔ گویا کہ اس دوران ۲۷۴ مربع میل رقبہ روزانہ اسلامی ریاست میں شامل ہوتا رہا تھا۔ یہ بات ہم سب کو حیران کرنے والی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی خارجہ پالیسی کامیاب رہی پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے ان کی حکمت اور بصیرت کی روشنی میں اسلام کا نور ان تمام ممالک میں پھیلا دیا اور ان سب پر غالب آ گئے جن کو حضور اکرم ﷺ نے خطوط لکھے تھے۔

حضور اکرم ﷺ دوراندیش تھے۔ مستقبل میں ہونے والے واقعات اُن کے سامنے آجاتے تھے پھر جو کہتے تھے وہ ہر حال میں اللہ کے فضل اور مہربانی سے پورا ہو جاتا تھا۔ آج بھی ہم ڈرون حملوں سے اور امریکہ، ہندوستان اور برطانیہ اور یہودیوں کے بچھائے ہوئے جال سے نکل سکتے ہیں بات صرف اتنی ہے کہ ہمیں بس حضور اکرم ﷺ والا جذبہ ایمان چاہئے۔ اگر ہم ایمان کی اس منزل کو پالیں تو پھر نصرت اور کامرانی ہمارے قدم چومے گی۔

☆......☆......☆

Marfat.com

فہرست کتب

نمبر شمار	مصنف	عنوان
۱۔	ابن ہشام	سیرۃ النبی ﷺ کامل
۲۔	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری	بخاری شریف
۳۔	ابوالاعلیٰ مودودی	اسلام اور جدید معاشی نظریات
۴۔	ابوالاعلیٰ مودودی	سیرت سرورِ عالم ﷺ
۵۔	ابی عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	سنن ابن ماجہ شریف
۶۔	الامام الحافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری	صحیح مسلم شریف
۷۔	القرآن الحکیم (مختلف آیات کا ترجمہ)	
۸۔	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ	سنن ابوداؤد شریف
۹۔	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری	مشکوۃ شریف
۱۰۔	الشیخ خالد البیطار	خلفاء راشدین: حسن کردار و عمل
۱۱۔	جامعہ پنجاب، لاہور	اردو دائرہ معارف اسلامیہ
۱۲۔	جاوید چوہدری	گئے دنوں کے چراغ
۱۳۔	جنرل گلب پاشا	حیات عہد نبوی ﷺ
۱۴۔	حافظ عمادالدین ابوالفداء ابن کثیر	تفسیر ابن کثیر
۱۵۔	ڈاکٹر حمیداللہ	محمد رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

۱۶۔ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر — اسوۂ کامل

۱۷۔ ڈاکٹر علی محمد لعلابی — سیدنا علیؓ بن ابی طالب: شخصیت اور کارنامے

۱۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ترجمہ پروفیسر خالد پرویز — رسول اللہ کی حکمرانی و جانشینی

۱۹۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی

۲۰۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی — محاضرات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

۲۱۔ ڈاکٹر نعیم احمد — ایام حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۔ زاہد حسین انجم — سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۳۔ سردار خاں نشاط محمد — ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۴۔ سرفراز احمد راہی — محمد عربی انسائیکلو پیڈیا

۲۵۔ سمتھ، ڈبلیو۔سی — اسلام ان ماڈرن ہسٹری

۲۶۔ سید قاسم محمود — ارکان اسلام

۲۷۔ سید قاسم محمود — اسلامی انسائیکلو پیڈیا

۲۸۔ سید محمود آلوسی البغدادی — روح المعانی

۲۹۔ سیدہ سعدیہ غزنوی — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات

۳۰۔ سیماب اکبر آبادی — سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ — منہاج السنۃ

۳۲۔ ضیاء الدین — خودنوشت افکار سید

۳۳۔ طالب ہاشمی — چالیس جانثار

۳۴۔ طالب ہاشمی — سیرت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

۳۵۔ طفیل احمد — نقوش، رسول نمبر

۳۶۔ ظفر علی قریشی — ازواج مطہرات اور مستشرقین

Marfat.com

۳۷۔	عبدالمجید صدیقی	سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ
۳۸۔	عبدالوحید خان	پیغمبر زماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
۳۹۔	علامہ ابن سیرین	تعبیر الرؤیا کلاں
۴۰۔	علی اصغر چوہدری	قرآن مجید اور پانچ انسانی قوتیں
۴۱۔	فلپ۔کے۔حتی	اسلام اور مغرب
۴۲۔	قاضی عبدالدائم دائم	سید الوریٰ ﷺ
۴۳۔	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ للعلمین ﷺ
۴۴۔	کیرن آرمسٹرانگ ترجمہ نعیم اللہ ملک	محمد ﷺ: پیغمبر اسلام کی سوانح حیات
۴۵۔	کے۔ایل۔گابا	پرافٹ آف ڈیزٹ
۴۶۔	محمد ادریس فاروقی	سیرت خدیجۃ الکبریٰؓ
۴۷۔	محمد ادریس کاندھلوی	سیرت المصطفیٰ ﷺ
۴۸۔	محمد بن اسحاق بن یسار	سیرت ابن اسحاق
۴۹۔	محمد بن عیسیٰ الترمذی	ترمذی شریف
۵۰۔	محمد حسن حسان	حضرت محمد ﷺ: کی سیرت پاک
۵۱۔	محمد حسین ہیکل	حیات محمد ﷺ
۵۲۔	محمد رفیق ڈوگر	الامین ﷺ
۵۳۔	محمد سلیم	تعلیم و تربیت کا نفسیاتی پہلو (مقالہ)
۵۴۔	محمد عبدالاحد قادری	سیرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ
۵۵۔	محمد علی	سیرت خیر البشر
۵۶۔	محمد فتح اللہ گولن	نور سرمدی فخر انسانیت
۵۷۔	محمود احمد ظفر	سیرت خاتم النبیینؐ
۵۸۔	مولانا شبلی نعمانی	سیرت النبی ﷺ

Marfat.com

۵۹۔	مولانا محمد اسماعیل	تعلیمات اسلامیہ
۶۰۔	مولانا مفتی جمیل احمد نذیری	رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز
۶۱۔	نعیم صدیقی	محسن انسانیت ﷺ
۶۲۔	ہما بیگم	بھولی ہوئی باتیں

☆......☆......☆

Marfat.com

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہرِ نفسیات

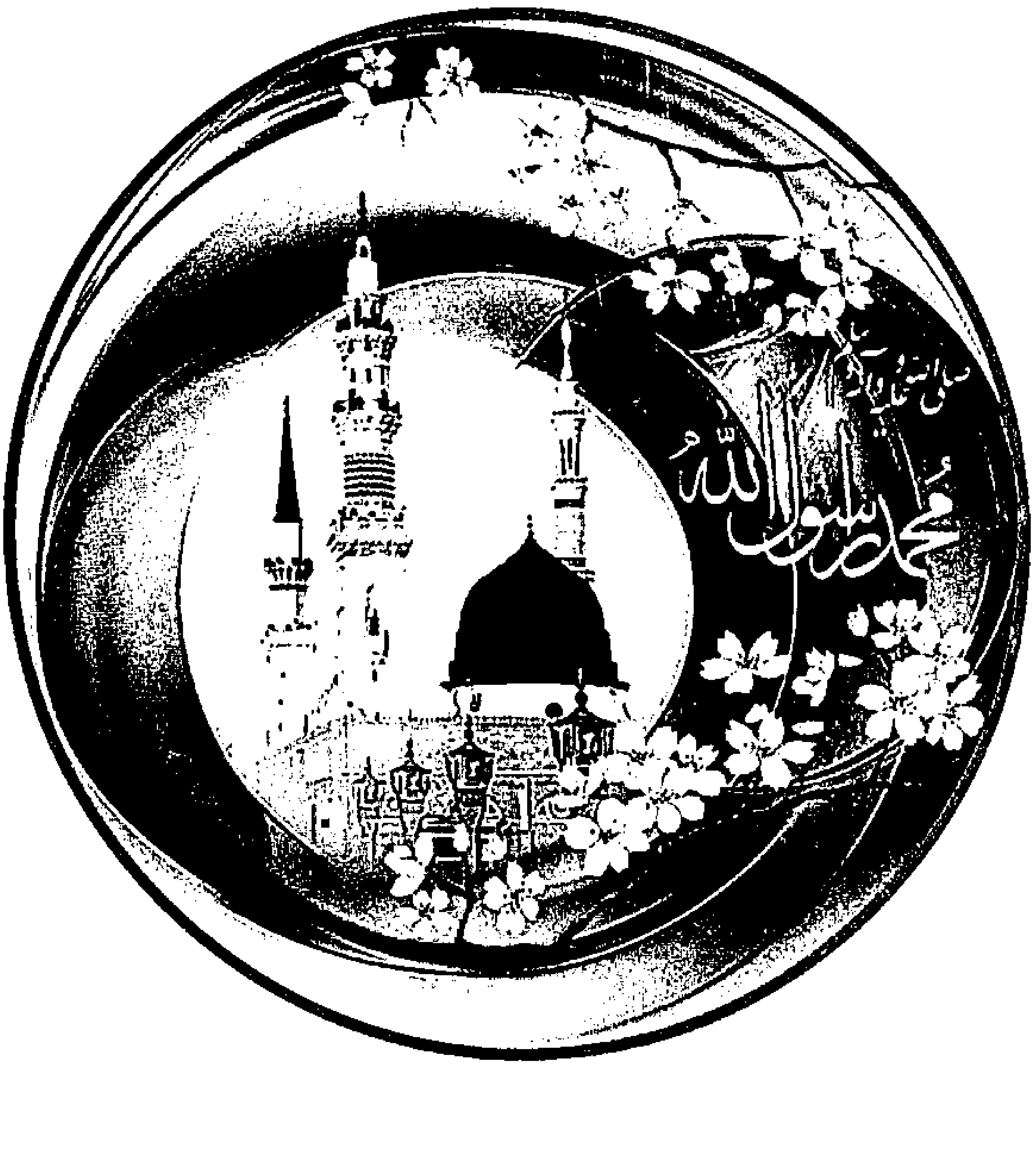

عبدالعزیز شیخ

Marfat.com